Title - NIYAZ NAAMA.

Creator - Safdar Ali.

Publisher - Mission Press (Allahabad).

Date - 1867.

Pages - 308.

Subject -

نیاز نامہ

یعني ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوي صفدر علي انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و رئیس دھولپور نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربي و شمالي

و اودھ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹي کي امداد سے

الہ آباد

مشن پریس میں مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۷۶ عیسوي

طبع اول

۲۰۰۰ جلد

خلاصہ مضمون خط

خلاصہ مضمون خط

تحقیقات دعوی تحریف

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و عیسائی ہوکے نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی

و اودہ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسائیٹی کی امداد سے

الہ آباد

مشن پریس مین مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۶۷ عیسوی

طبع اول

۲۰۰۰ جلد
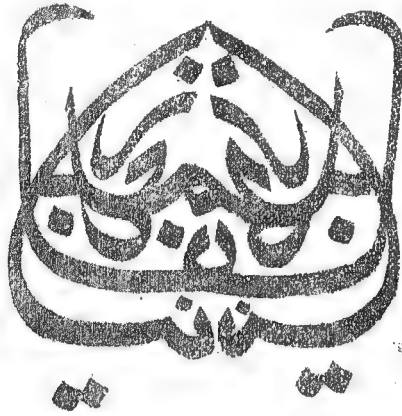
مانگو تو تمہیں دیا جائیگا ۔ ڈھونڈھو تو تم پاوٴگے ۔ کھٹکھٹاوٴ تو تمہارے لیئے کھولا جائیگا

کیونکہ جو مانگتا ہے لیتا ہے ۔ اور جو ڈھونڈھتا ہے پاتا ہے ۔ اور جو کھٹکھٹاتا ہے اُسکے واسطے کھولا جائیگا ۔ (وعدہ یقینی خداوند یسوع مسیح)

بخدمت جناب مخدومان و مکرمان جملہ برادران اہل اسلام دام عنایتہم

احقر العباد فی البلاد نیاز مند خفی و جلی صفدر علی بعد سلام اشتیاق التیام عرض پرداز ہے کہ ایک عرصہ سے اکثر احباب و آشنایان قریب و بعید حال تبدیل مذہب خیرخواہانہ استفسار کرتے اور اُن دلائل یقینیہ کو طلب فرماتے ہیں جنسے احقر کو ثبوت کامل پہنچا کہ فی الواقع دین محمدی من جانب اللہ نہیں اور نہ محمد رسول اللہ ۔ بلکہ صرف مذہب مسیحی حق اور خدا کی طرف سے ہے اور محض ایمان خداوند یسوع مسیح پر جملہ بنی آدم کی نجات

منحصر هی اور عقبا وهي شافع المذنبين هی اور بس ٭ هر چند احقر سے بباعث قلت فرصت و شدت علالت اس امر واجب العرض کے اظہار مین تعویق هوا اگر عالم مجبوري تها اُمید که سب عنایت فرما معذور فرمائیں ٭

اب یهه خیرخواه اپنے تمام دوستون او عنایت فرماؤن کي خدمت مین بهت سلام عرض کرتا اور مشکور و ممنون نوازش فرمائي هوکر عرض پرداز هی که اي عزيزو یهه الدنیا و ما فیها همه گذشتني وگذاشتني هی آخر خدا هي کو مُنهه دکهانا هی اور هر شخص کو خدا هي نسبت بجناب الهي جواب دینا هی لهذا هر فرد بشر پر فرض هی که اپنے خالق و رازق و مالک کي مرضي پهچانے اور اُسکے فرموده کو بدل و جان بجا لاوے کیونکه جو شخص اُسکي مرضي بخوبي دریافت نکریگا یا جان بوجهه کر اُسکے ارشاد کي بجاآوري مین کاهلي و سستي یا نافرماني و سرتابي کریگا وه بیشک اُس دائمي عذاب عقوبت و قهر الهي مین گرفتار هوگا جهاں سے خلاصي پانے کي پهر مطلق امید نهیں اور کوئي دکهه اور مصیبت اُسکے برابر نهیں ۔ مگر جو اُسکي مرضي دریافت کرکے اُسکے حکم کو بجا لائیگا وهي بلا ریب خوشحالي غیر فاني میں ابدالآباد خرسند و اجمند اور مقبول درگاه الهي هوگا ٭

بنا بر علیه تمام انسانوں پر فرض عین هی که ایک ساعت فروگذاشت نه کریں اور ایک لمحه غافل نهوں تعصب و طرفداري و حجت و کج بحثي دور کرکے صاف دلي و انصاف قلبي و پاک مزاجي سے بهدل و جان متوجه هوکر تلاش و تحقیقات کریں اور

خدا سے مجیب الدعوات سے شبانہ روز بالحاح وزاری بکمال عجز و خاکساری یہ دعا مانگے
ہدایت راہ راست کریں کہ جو مذہب اُسنے دیا ہوا ہے اور جو کتاب اُسکی جانب سے
ہے اور جو راہ نجات آدم زاد کی اُسنے مقرر کی ہے اپنے فضل و کرم سے ظاہر
کردیوے — (کیونکہ جو ایسا نہین کرتا ہے اُسپر سچا دین اور خدا کی کتاب اور راہ
حق کا ظاہر ہونا نہایت دشوار ہے) +

پھر جو مذہب من جانب اللہ متیقن ہو اور جو کتاب کلام اللہ ثابت ہو اور جو راہ
خدا کی فی الحقیقت معلوم ہو اُسکے قبول کرنے میں دیر نہ کرے بلکہ بطلوع خاطر و رغبت
دل مطیع و منقاد ہووے +

خدا ے ارحم الراحمین میرے سب مسلمان بھائیون کو ایسی ہی توفیق دے آمین

مگر اہل اسلام کو مذاہب بت پرستوں کی تحقیقات کی حاجت نہیں — اسواسطے کہ
اُنکے قصص مذہبی اور طریق عبادت ہی شہادت کامل دیتے ہیں کہ وہ مذہب من
جانب اللہ نہیں — خدا کی ذات و صفات اور اُسکے ارادہ کی نسبت ایسے نامناسب
خیالات و توہمات بیان کیئے کہ آدمی کو بت پرستی و ناپاکی کی راہ دکھلاتے اور ہلاکت
ابدی کی جانب لیجاتے ہین — لہذا کسی مسلمان کو اُنکی تحقیقات ضرور نہیں ہے +

البتہ نہایت ضرور یہ ہے کہ کماینبغی تحقیقات کریں کہ آیا قرآن و حدیث جسکو اہل اسلام
من جانب اللہ مانتے ہیں فی الواقع خدا کی طرف سے ہیں یا کتاب مقدس یعنی مجموعہ

توریت و انجیل و صحف انبیاے کرام جو مسیحیوں میں مروج هی اور جسکو وہ من جانب اللہ
مانتے ہیں فی الحقیقت خدا کی طرف سے هی ـ پھر جو حق ٹھہرے اُسے قبول کرنا
واجب هی +

اَب یہہ آپ کا خیرخواہ جو محض آپکی بہبود آخرت کا دل خواہاں هی با قتضاے
محبت و اخوت یہہ عریضہ لکھتا هی اور آیندہ بھی خداے تعالیٰ کی مدد سے ارادہ تحریر
رکھتا هی ـ قبل از شروع مطلب چار امر عرض کرتا هی +

اوّل یہہ کہ سابق ازین ارادہ تھا کہ اکثر دلائل ایک ہی خط میں لکھے مگر اُسمین
چند قباحت تھیں اگر اختصار کیا جاتا مفید مطلب کم ہوتا اور اگر بقدر واجب لکھتا
اسکو ایک عرصہ درکار ہو دیر بدیر ہوتی اور پڑھنے والوں کو بھی ملالت ہوتی
اسکے سواے خلط بحث ایک کا دوسرے سے ہوتا ـ لہذا اس نیازنامہ
میں اول ایک ہی امر اہم پیش کرتا ہوں کچھہ تفصیل دیکر تا کہ جب یہہ امر طے ہو جاے
پھر دوسرا امر شروع ہو +

دوم اگر کوئی صاحب جواب تحریر فرمائیں یا کوئی امر دریافت کریں تو کوئی بات
خارج از بحث ذکر نہ کریں بلکہ ابھی خاص اسی امر میں گفتگو کریں جب یہہ طے ہو چکیگی اُسوقت
دوسرے امر کا موقع و محل ہوگا +

سوم یہہ کہ یہہ عریضہ محض بنظر خیرخواہی و خیراندیشی آپ صاحبوں کے لکھتا ہوں

پس جو جو امر اسمیں مذکور ہیں یا آیندہ گذارش کیئے جاوینگے صرف بغرض
اظہارِ حالِ واقعی مذکور ہیں اور ہونگے — کوئی صاحب گران نہ سمجھیں اور ناخوش
ہوں کہ احقر کی نیت ہرگز آپ صاحبوں کی رنجدہی نہیں ہے مطلق مشغول
بہ تشنیع و طعن نہوں — بلکہ صرف بیان نفس الامر ہے — اور حتی الوسع حیلہ گذارش
بپاس آداب تحریر ہوگی ؛

چہارم یہہ کہ پہلے میں اُن براہین کو پیش کرنا شروع کرتا ہوں جنسے
ظاہر و ہویدا ہے کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہیں اسواسطے مذہب
محمدی حق نہیں ہے — جب یہہ بات طے ہو چکیگی اُس وقت تذکرہ قرآن
و حدیث نہ آویگا بلکہ صرف وہ دلائل عرض کیجاوینگی جنسے ثابت و متحقق
ہے کہ مذہب مسیحی بلاریب من جانب اللہ ہے ؛

واضح ہو کہ منجملہ اُن براہین کے جنسے یقین کامل ہوتا ہے کہ قرآن و
حدیث محمدیہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں ایک یہہ ہے کہ (باوجودیکہ قرآن
واحادیث میں کتاب مقدس یعنی مجموعہ توریت و انجیل و صحف انبیائے کرام

کو خدا کا کلام اللہ بتلایا ہی اور جا بجا اوسکی اِس درجہ تصدیق کی ہی اور اسکے
مرتبہ اُسکے فضل وکمال وہدایت وتعلیم وتکمیل کی تعریف وتوصیف ہر قسم کی کی
جس سے زیادہ خیال مین نہین آسکتی ہی - مگر باایہمہ پھر وہی قرآن واحادیث
اُسی کتاب کے مخالف ومباین ومعارض ہین نہ صرف فروع اور بالائی امور
مین بلکہ خاص مطالب عمدہ مقاصد اصول ایمانیہ وارکان دین مین بھی
بکثرت تمام - لہذا ناممکن ہی کہ قرآن وحدیث من جانب اللہ ہون +

کچھ حاجت نہین کہ مین اُن آیات قرآنی کو اِس جگہہ نقل کرون جنہین صاف
صاف اقرار کیا ہی اور علانیہ شہادت دی ہی کہ کتاب مقدس تمام وکمال کلام اللہ
ہی اور ہدایت ورہنمائی راہ خدا مین کامل اور پوری ہی - کیونکہ اہل اسلام کا ہر فرقہ
اسکا مقر ہی اور سب مسلمان جانتے اور مانتے ہین +

پس جبکہ بموجب تصدیق قرآن کے کتاب مقدس کلام اللہ ہی اور فرض کیجئے
کہ قرآن وحدیث بھی منجانب اللہ ہین تو اِس حالت مین نہایت ضرور ولابد تھا کہ قرآن
وحدیث کتاب مقدس کے ساتھہ موافق ومطابق ہوتے - مگر موافق کہاں
وہ دونوں تو اصول ایمانیہ وارکان دین وتعلیمات وہدایات وقصص واخبار سب مین
کتاب موصوف کی مخالف ومباین ومعارض ومناقض ہین بشدت وکثرت
تمام - اور ظاہر ہی کہ خدا تعالی عالم الغیب وغیر متغیر وصادق ہی - لہذا یہ کبھی

تمام ظاہر بلکہ اظہر ہے کہ بلاشبہہ قرآن و حدیث منجانب اللہ نہیں ہوسکتے ہیں +

بعض احباب سے نے دریافت فرمایا ہے کہ قرآن و حدیث کس کس امر میں مخالف و مباین کتاب مقدس کے ہیں +

ہرچند اس بیان کو ایک بڑا رسالہ درکار ہے اور جو شخص قرآن و حدیث کا کتاب مقدس کے ساتھ مقابلہ کرے وہ فی الفور یقین کریگا کہ بلاشبہہ اگر کتاب مقدس خدائے حی القیوم کا کلام ہے تو بلاریب قرآن و حدیث اسکی طرف سے نہیں ہوسکتے ہیں ۔ ادنی گنجایش تاویلات بعیدہ کی بھی نہیں ہے جسکے ذریعہ سے انمیں موافقت و مطابقت متصور ہو +

لیکن تاہم حسب فرمایش ان احباب کے بقدر ضرورت چند مخالفت عرض کیجاتی ہیں ۔ ناظرین نیاز نامہ ہذا کی خدمت میں التماس ہے کہ ان بیانات کو بغور ملاحظہ فرماکر انصاف کریں +

قرآن و حدیث کا کتاب مقدس سے اختلاف

پہلا اختلاف ۔ کتاب مقدس میں توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کی تعلیم صاف صاف پائی جاتی ہے ۔ یعنی اگرچہ یہ بات بلاشبہہ مذکور ہے کہ خدا واحد ہے تاہم اوسکی ذات واحد میں تین اقنوم ہونے کی تعلیم بھی واضح و لائح ہے یعنی آب و ابن و روح القدس ان تینوں اقانیم میں سے ہر ایک خدا ہے تاہم تین خدا نہیں بلکہ خدائے واحد لاشریک ہے +

اگر کوئی کہے کہ یہہ بات مطلق میرے فہم میں نہیں آتی تو اس باب میں اسقدر
عرض کافی ہے کہ یہہ مقام تعجب نہیں ٭

ذات الٰہی تو بلاشبہہ ہماری عقل و فہم سے بیرون اور قیاس و وہم سے
افزون ہے لہذا اسکی ماہیت کے اسرار اور اسکی ذات کے رازوں کو کسطرح
عقل سے جان سکتے ہیں ٭

اگر کتاب مقدس خداے تعالیٰ کا برحق کلام نہوتا تو صرف مسئلہ تثلیث
کیا بلکہ اسکی جملہ تعلیمات قابل اعتماد و اعتقاد نہوتیں ۔ مگر در حالیکہ وہ فی الواقع
و فی الحقیقت خداے حی القیوم کا برحق کلام ہے جسکے ثبوت کامل ہیں پس
اس حالت میں کون جرأت کرکے کہہ سکتا ہے کہ میں نے خداے تعالیٰ کی
ذات کو بالکل دریافت کرلیا اور اسکی ماہیت معلوم کرلی اور اسکی تھاہ میں نے
پالی اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اسکی ذات میں تین اقانیم ممکن نہیں ہیں ٭

حاشا و کلا ۔ عقل محدود و قاصر میں یہہ تاب و توان کہاں کہ ذات مطلق و غیب
و بے منتہا کے ادراک کا دعوی کرے یا اسکی ماہیت کے اسرار کو بیان و عیاں
کرسکے کہ میں نے ماہیت ذات الٰہی دریافت کرلی اور مجھے معلوم ہوگیا کہ ناممکن
ہے کہ ذات الٰہی ایسی عجیب و غریب و بے امثال و لانظیر ہو کہ باوجود اقانیم ثلثہ کے وہ

واحد رہسکے ٭

ہرگز ہرگز نہیں سے عقل عاجز و قاصر صاف صاف شہادت اپنی نارسائی کی اس مقام سے دیتی ہی اور ادراکِ ذات و اسرار ماہیت سے انکار بحت کرتی ہی ﴿ مصرع

کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا ﴿

لِلّٰہ درّ من قال

خدایا منزہ ز اوہام خلق ‎ ‎ تو خلاق ارواح و اجسام خلق

چو ادراکِ صنعت نہ انیم ما ‎ ‎ کجا درک ذاتت توانیم ما

خیال و گماں فہم و وہم و قیاس ‎ ‎ چو نتواں بر دپی بدرک حواس

جہاں آفریں را چہ داند کہ چیست ‎ ‎ شناسای کنہ جلالِ تو کیست

الغرض مسئلہ تثلیث جو اسرار ماہیت ذات مغیب و مستتر خدا سے ذو الجلال ہستہ ہی دلائل عقلی سے اُسکا ثبوت و بطلان دونوں ناممکن ہیں بلکہ محض کلام اللہ سے ثابت و متحقق ہی جسکا من جانب اللہ ہونا دلائل یقینیہ سے ثابت ہی پس کلام اللہ کے روبرو کسی دلیل کی حاجت نہیں اور کسی برہان کو اسکے رد یا رتبہ نہیں ﴿

مگر اس بات کو فراموش نکرنا چاہیئے کہ ابھی یہہ گفتگو نہیں ہی کہ آیا تعلیم تثلیث درست ہی یا نہیں بلکہ اس وقت صرف یہہ دکھایا جاتا ہی کہ یہہ تعلیم کتاب مقدس میں صاف و صریح موجود ہی جسکو قرآن و حدیث بار بار بتلاتے اور تصدیق کرتے ہیں کہ کلام اللہ ہی ﴿

لیکن افسوس یہہ ہی کہ باوجود اس تصدیق کے پھر اُنہی کتاب کی ایسی اوّل اور خاص تعلیم کو جھٹلایا چاہتے ہیں تو اس طرح سے آپ ہی اپنے کو رد کرتے ہیں ⁂

جب یہہ بات انصاف دلی سے ثابت ہوچکے اُس وقت اس امر کے دریافت کرنے کا موقع و محل ہوسکتا ہی کہ جس کتاب میں تثلیث کی تعلیم ہی وہ کلام اللہ ہوسکتی ہی یا نہیں ⁂

دوسرا اختلاف ۔ کتاب مقدس سے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت و ابنیت صاف صاف نصوص صریحہ سے ثابت ہی ۔ یعنے ہرچند لکھا ہی کہ اُسنے جب نجات آدم زاد کے واسطے جامۂ انسانی کو مشرف فرمایا تب سوائے گناہ کے جس سے وہ بالکل منزہ و مبرّا تھا باقی جملہ لوازم انسانیت و ذات انسانی اختیار فرمائی یہہ بھی قدرت الٰہی کا عجیب و غریب راز ہی جسکے فہم و ادراک میں عقل حیران و سرگرداں ہی ⁂

اور خداوند مسیح کی ابنیت سے مراد انسانی اور نفسانی طور کا تولد و رشتہ نہیں ہی جسکو مسلمان لوگ ناحق اپنے دل میں گمان کرکے مسیحیوں پر کفر کی تہمت لگاتے ہیں ۔ بلکہ بموجب تعلیمات و مطالب کتاب مقدس ابنیت سے مراد وہ روحانی علاقۂ اتحاد و یکتائی ہی جو الوہیت میں اقنوم ثانی اقنوم اوّل سے رکھتا ہی وہ ربانی و روحانی اور ابدی و ازلی علاقہ جو ہمارے فہم و خیال سے برتر ہی ۔ نہ کوئی

اُسکا بیان کرسکتا ھی نہ ہم اُسکی مثال بتلاسکتے ہیں اور نہ ہم انسانون کی زبان کے الفاظ اُس رازِ الٰہی کے ظاہر کرنے میں قدرت رکھتے ہیں ؛

الغرض یہہ تعلیم کتاب مقدس میں صاف صریح ھی ـ مگر قرآن و حدیث گویا اِسی بات کے ویری ہیں کہ اِس تعلیم کو جڑ سے اکھاڑیں ـ اور ہماری دانست میں اگر دوسری وجہ نہوتی تو یہی ایک امر اتنا بڑا تھا کہ قرآن و حدیث کے من جانب اللہ ہونے کے دعوے کو بالکل رد کرسکتا ھی ؛

کیونکہ جیسا مین نے آگے کہا ایسا ہی پھر کہتا ہون کہ ابھی یہہ دریافت کرنا منظور نہیں کہ آیا یہہ تعلیم درست ھی یا نادرست پر اگر قرآن کی تصدیق کے بموجب کتاب مقدس خدا سے اصدق الصادقین کا برحق کلام ھی اور وہ صاف سکھاتا ھی کہ خداوند مسیح اللہ ھی اور اگرچہ اُسنے انسان کی نجات کے واسطے انسانیت کا جامہ پہن لیا اور اُس جامہ کے ساتھہ انسان کے سب کام سوا گناہ کے کیئے تو پھر یہہ کہنا بڑی بے ایمانی اور کفر کی بات ھی کہ وہ اللہ نہین بلکہ صرف بشر اور مخلوق ھی ؛

تیسرا اختلاف ـ توریت اور انجیل اور صحف انبیاے کرام ہم آواز ہوکر پکارتے ہیں اور صاف صاف شہادت دیتے کہ خدا نے گنہگاروں کی نجات کے واسطے صرف ایک ہی راہ ٹھہرائی ـ اِس بات میں کتاب مقدس کی یہہ مراد معلوم ہوتی ھی کہ اگرچہ خدا تعالیٰ رحمت و محبت سے معمور ھی تاہم اُسکی پاک و نیک نظر مین گناہ

و معصیت نہایت بُری اور مکروہ چیز ھی ـ اُسکی پاک نظر اور گناہ میں ایسا اختلاف
ھی جیسا نور اور تاریکی میں ـــ پس اگر وہ اپنی محض رحمت سے گنہگار کو بخشدے
تو اُسکی قدوسیت اور عدالت کے خلاف ھی ـــ اور گنہگاروں میں یہہ تاب
و توان نہیں کہ وہ اپنے اعمال سے اپنے گناہوں کا کفارہ کرسکیں ـــ اِسکے
دو باعث ہیں ـ اول یہہ کہ جتنے اعمال نیک انسان کرسکتا ھی سبکی تعمیل اُسپر
فرض ھی ایک متنفس اپنے فرائض واجب الادا سے زائد خداوند کی خدمت بجا نہیں
لاسکتا ھی ـ پس جبکہ جملہ اعمال صالح جو انسان کرسکتا ھی اُسکی فرض واجب الادا
میں داخل ہیں تو بھلا اپنے بے شمار گناہوں کے عوض میں کیا دیسکتا ھی ـ دوسرا
سبب یہہ کہ آدمی ہرگز ایسے کامل بے نقص اعمال نہیں کرتا ھی کہ خیر محض ہوں جنکو اگر
خدا سے تعالی اپنی پاک نظر اور کامل عدالت سے ملاحظہ کرے تو پسندیدہ ہوں اور
بے عیب نکلیں ـ بلکہ سچ تو یہہ ھی کہ اُس قدوس سبحان کی عدالت کاملہ میں آدمی اپنے
نیک اعمال کے سبب بھی قصوروار اور سزاوار ھی کہ وہ بھی پُر از معصیت اور گناہ آمیز ہوتے ہیں ؛
اِن دونوں امروں پر بخوبی غور ہو کہ فی الواقع انصاف دلی آدمی کو بار بار اِن دونوں
امروں کو بتلاتا اور جتلاتا ھی ؛

لہذا ایسے اعمال کے ذریعہ گناہ کا کفارہ تو کیا دیسکتا ھی وہ اعمال خود جنکو لوگ غفلت میں
اکثر صالح جانا کرتے ہیں نافرمانی و گناہ سے بھرے اور بدی سے لدے ہوتے ہیں ؛

آہ تو گنہگار کی رہائی پانے اور خلاصی حاصل کرنے کی کونسی راہ ھی جس سے
خداے تعالیٰ کی بے حد رحمت اور کامل عدالت دونوں کی دونوں جلال پاویں
کوئی بھی ناقص اور ناکامل نہو ✣

خداے ذوالجلال کی نظر مبارک میں صرف ایک ہی راہ ٹھہری ھی وہ یہہ ھی
کہ جیسا کلام مقدس میں ارشاد ہوا کہ (خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنے اکلوتے
بیٹے کو بخش دیا کہ جو کوئی اُسپر ایمان لاوے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے)
جسکا مطلب کتاب مقدس کے اور سب مقاموں کے ملانے سے یہہ معلوم ہوتا
ھی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا انسان کی نجات کے لیئے اِس جہان میں آیا اور اپنے
انسانیت کے جامہ کو اختیار کرکے خادم کی صورت پکڑی اور وہ سب خدمت
جو انسان کو کرنی تھیں مگر اُس سے نہوئیں اُنکا ضامن اور عوضی ہو کر اُسکے بدلے
اُسنے کامل اور پوری کیں تاکہ جو کوئی اپنے ناقص اعمال کا بھروسا چھوڑ کر اُسپر ایمان
لاوے اُسکو وہ اپنی راستبازی لاانتہا سے عنایت فرماکر راستباز ٹھہراوے
اور اُسنے انسان کے گناہوں کے عوض انواع و اقسام کے تقصیریں اور لعنت
اُٹھاکر مظلوم ہو کر صلیب پر اپنی جان کو کفارہ میں دیا تاکہ آدمیوں کے بدلے
اُنکے گناہوں کی سزا آپ اُٹھاکے خدا کی عدالت کو پورا کرے اور گنہگار کو سزا
ابدی سے رہائی بخشے۔ اور آپ خداوند فرماتا ھی جو کوئی گنہگار سچی توبہ کرکے

مسیح پر ایمان بہ پایا لاویگا اُسکو مین مسیح کی راستبازی سے مفت راستباز ٹھہراونگا اور اُسکے تصدیعہ اُٹھانے کے باعث اُسکے گناہ معاف کرونگا ❊

اس طرح خداے تعالی سے مفت انسان کی نجات فرماکر اپنی بے حد رحمت اور محبت کو اور اپنی کامل پاکی اور عدالت کو ظاہر کی بخشی - کیونکہ اس سے زیادہ کیا محبت ہوسکتی ہی کہ انسان کی نجات کے واسطے اپنے عزیز اور اکلوتا بیٹے کو بخشش دینا اور اس سے بڑی رحمت کیا متصور ہی کہ گنہگار کو مفت نجات ابدی مرحمت کرنا اور اس سے زیادہ خدا کی عدالت کا ظہور کس بات میں ہوسکتا ہی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا آکر گنہگاروں کے بدلے تصدیعہ اُٹھا دے - ہاں اگر ہر ایک گنہگار ابدالآباد جہنم میں سزا پاتا جیسا کہ مستحق تھا تو بھی خداے تعالی کی عدالت اور صفت کی کمالیت ایسی ظاہر نہیں نہ آتی ❊

ای گنہگارو اس بات کو اپنے دل میں سوچو اور اپنی جانوں پر رحم کرکے خداے تعالی کی اس بڑی نجات کو مفت لو اور یقین جانو کہ تم اپنے اعمال ناقص سے جنہیں تم کبھی غفلت پر آکر صالح جانتے ہو ہرگز ہرگز اپنے کو نہ بچا سکوگے - اور گنہگار کا بچنا اور خدا کی عدالت کا کامل ہونا ایسا آسان نہیں کہ کوئی مخلوق چاہے مین ہوں یا فرشتہ تمھیں بچا سکے ❊

پیارو یہ جو تم کو معلوم ہوا کہ خدا گنہگاروں کو مسیح پر ایمان لانے سے مفت نجات دیتا ہی

کیونکہ مسیح نے آپ گنہگاروں کی سزا کو اُٹھا لیا۔ اِسکو سُنکر کتنے لوگ نادانی سے یہہ کہتے ہیں کہ اب تو مسیح پر ایمان لاکر آدمی چاہے جس قدر گناہ کیا کرے تو بھی نجات ہوتی ضرور ہی ہے؛

مگر یہہ امر باطل ہے اور خیال خام۔ کیونکہ جب خدا تعالی نے سچی توبہ اور سچا ایمان کو شرط ٹھہرایا تو کیونکر ممکن ہے کہ کوئی جان بوجھکر گناہ کرے اور بدل و جان خدا کی مرضی پر چلنے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ اگرچہ ایماندار کے نیک اعمال اُسکی نجات کے باعث نہیں ٹھہر سکتے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو بھی اُسکا گناہ سے باز رہنا اور خدا تعالی کی مرضی پر چلنے کے لیئے بدل و جان کوشش کرنا اُسکے ایمان کی سچائی کا نشان ہے۔ پر جو ایسا نہیں کرتا ہے اُسکے حق میں کتاب مقدس کا صاف صاف فرمودہ ہے کہ اُسکا ایمان مردہ یعنے باطل ہے؛

پس کتاب مقدس میں یہی ایک راہ گنہگاروں کی نجات کے لیئے ظاہر کی ہے۔ ہاں توریت اور تمام انبیاؤں کی کتاب اسی پر گواہی دیتی ہیں۔ صاف لکھا ہے کہ توریت میں جانوروں کی قربانی چڑھانے وغیرہ جتنی رسوم تھیں وہ سب اُسی بڑی قربانی یعنے خداوند مسیح کی قربانی اور اُسکی متعلق باتوں کے نشان تھے اور پیغمبر بھی اُسکے ظہور پر اُسپر گواہی دیتے ہیں کلام اللہ کے سب حصوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شروع سے خدا تعالی نے یہی راہ ٹھہرائی اور آخر تک یہی قائم رہیگی؛

مگر قرآن و حدیث اسکو رد کرکے دوسری کئی طرح طرح کی راہ نجات ثابت کرنا
چاہتے ہیں — لیکن کیا ممکن ہو کہ خدا کا ابدی و ازلی بیٹا انسان کو نجات بخشنے
کے واسطے آکر آپ اسکے واسطے دکھ او تقصیر پاکر اسکے لیئے کامل نجات کو تیار کرے
اور بعد اسکے کوئی گنہگار بشر آکر اس بات کو اٹھا دے اور کوئی دوسری راہ اپنی
عقل ناقص سے ٹھہراوے — کیا ممکن ہو کہ خدا کی کی ہوئی بات ایسی ناکامل ٹھہرے
کہ کوئی انسان اس سے افضل راہ مقرر کرے — کیا ہو سکتا ہو کہ خدا کے
نزدیک ایک وقت تو اپنی عدالت کا کامل کرنا اور اپنی قدوسیت و پاکیزگی کی بزرگی
وعظمت و جلال ظاہر کرنا اس قدر ضرور معلوم ہو کہ سوا اسکے کہ وہ اپنے
عزیز و ہمتا بیٹے کو گنہگاروں کا ضامن ٹھہراوے اور وہ انکے گناہوں کی سزا
آپ اٹھاوے اور کوئی صورت گنہگاروں کے بچنے کی نہ ٹھہراوے اور دوسرے
وقت وہی قدوس و عادل خدا اپنی عدالت کا پورا کرنا ایسا بے فائدہ و فضول
جانے اور اپنے بیٹے کا قربان ہونا ایسا ناحق سمجھے کہ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں
جنہیں قرآن و حدیث بتلاتے ہیں گنہگاروں کی بخشایش کے واسطے کافی سمجھے
— کیا ممکن ہو کہ جب خدا نے ایسا کہا ہو کہ دنیا کے شروع سے بلکہ اسکے پیشتر
یعنے ازل سے ایک ہی راہ میں نے گنہگاروں کی نجات کے لیئے مقرر کی
ہی اور آخر تک بھی یہی گی اور اسی راہ کے ظاہر کرنے اور بتلانے کے واسطے

آدمی کے دلوں اور عقلوں کو طیار کرنے کو شروع آفرینش سے انبیا اور مرسلین کو متواتر بھیجے اور بڑے بڑے انتظام و بند و بست فرماوے جیسا کہ کتاب مقدس سے ظاہر ہی اور پھر وہی اپنی بات کو جھوٹھا کر دے اور اپنے سارے کیئے کرائے بند و بست کو باطل اور ناحق اور لغو سمجھے اور یکایک ایک نئی راہ نجات کی مقرر کرے ✤

مین برائے مزید احتیاط پھر عرض کرتا ہوں جیسا کہ سابق ازیں کہا کہ ابھی یہہ گفتگو نہیں ہی کہ آیا وہ سبیل نجات جو کتاب مقدس مین مذکور ہی اور خلاصہ اُسکا اوپر عرض کیا گیا درست ہی یا نادرست - خواہ آپ اِسکو درست جانیں خواہ نادرست خیال کریں مگر جس کتاب کو قرآن و حدیث خداے حی القیوم کا برحق کلام بتلاتے ہین اُنھیں اول سے آخر تک اُسی راہ کو ٹھہرایا ہی اور اُسی کتاب میں صاف صاف کہا ہی کہ صرف یہی راہ نجات کی ہی اور یہی آخر تک رہیگی اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہی جس سے بنی آدم نجات پاویں ✤

مگر قرآن و حدیث اُس راہ کا کچھ ذکر نہیں کرتے ہین بلکہ اُسکو رد کرتے ہیں اور دوسری انوکھی راہیں ٹھہرانا چاہتے ہیں اِس طرح سے اُسی کتاب کی بباطن تکذیب کرتے ہین جسکی بظاہر تصدیق کی ہی - لہذا ایسا کرنے سے حقیقت میں آپ ہی رد ہو جاتے ہیں ✤

چوتھا اختلاف - ہر ایک فہمیدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ہی اور غور کرنے سے

تسلیم کریگا کہ اخلاقی شریعت اور رسمی حکموں میں سے شریعت اخلاقی اصل اور افضل ھی۔ کیونکہ اوّل یہہ امر قابل دریافت ھی کہ خداے تعالی جو انسانوں کو شریعت اور احکام دیتا ھی یعنے بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم فرماتا ھی اسکا سبب کیا ھی +

پس یہہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا ھی کہ اُسکو ہمارے کسی کام کرنے یا نہ کرنے سے کچھہ فائدہ ھی یا نقصان۔ اور نہ ایسا تصور ہوسکتا ھی کہ وہ عبث بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم دیکر گویا ناحق انسانوں کو تنگ کرنے اور اُن پر بوجھہ رکھنے میں خوش ہوتا ھی۔ یا گویا اُنکو حکم عدولی کرنے پر سزا دینے اور دوزخ میں ڈال دینے کے لیئے ایک بہانہ ٹھہرا کر خوش ھی نعوذ باللہ منہا +

ضرور سبب اسکا یہی ھی کہ خداے تعالی جل شانہ اپنی ذات سے پاک و نیک اور صادق و عادل ھی اس واسطے ضرور اُسکو آدمیوں کا بھی پاک و نیک ہونا پسند ھی اور بد و ناپاک ہونا ناپسند اور مکروہ۔ کیونکہ ناپاکی اور بدی کو پسند کرنا پاک ذاتی اور نیک صفاتی کے برخلاف ھی۔ لہذا یہہ محض خداے تعالی کی ذاتی نیکی اور پاکی کا اقتضا ھی کہ وہ اپنی تمیزدار مخلوقات میں بھی نیکی و پاکی چاہتا ھی۔ کیونکہ اگر ایسا نہو تو وہ خود نیک و پاک متصور نہیں ہوسکتا ھی +

اور یہہ کہ اُسکی ذاتی عدالت و نصفت کا اقتضا ھی کہ وہ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا

دیتا ھے۔ کیونکہ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اگر ایسا نہ مانیں تو بحضور خدائے تعالی اُپر غیر عادل ہونے کی تہمت ھے۔

اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ھے کہ نیک اعمال اس لیئے نیک نہیں ہیں کہ خدائے تعالی کی کتاب میں اُنکے کرنے کو حکم فرمایا اور نیک بیان کیا ھے۔ علی ہذا القیاس بد اعمال بھی اس واسطے بد نہیں ہیں کہ کلام اللہ میں اُنکو بد بتلایا ھے اور اُنکے کرنے کو منع کیا ھے۔ کیونکہ اگر کلام الٰہی میں مذکور ہونے اور نیک یا بد ٹھہرا دینے سے بعضے کام نیک اور بعضے بد شمار ہوئے تو لازم آتا ھے کہ وہ کام قبل مذکور ہونے اور ٹھہرائے جانے کے نہ نیک سمجھے نہ بد۔ پس اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خدائے تعالی کے نزدیک نہ پسند تھے نہ ناپسند۔

بھلا پھر اُنکو خواہ مخواہ نیک و بد قرار دینا اور اُنکے امر و نہی کر کے آدمیوں کو اُنکی نسبت کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا خدا کی ذاتی نیکی و پاکی اور عدالت کے تقاضے کے باعث تو نہ ٹھہرا بلکہ بلا سبب و بے وجہ آدمیوں کے سر پر بوجھ رکھنا اور اُنکو تنگ کرنا ٹھہرا۔

علاوہ بریں بالفرض اگر کوئی کام از خود نہ نیک ھے نہ بد تو خدائے تعالی کی ذات کے نیک و پاک ہونے کے کیا معنی ہونگے۔ کیونکہ نیک و پاک تو وہ ھے جو نیکی سے معمور اور بدی سے مبرا و منزہ ہو۔ پس اگر کوئی کام نہ از خود نیک ھے اور نہ بد

بلکہ سب برابر ہیں تو نیکی و پاکی کے الفاظ بے معنی و مہمل ہیں — لہذا ضرور اول کسی
چیز کو نیک یا بد ماننا ضرور ہی اُس وقت کسی کو نیک یا بد کہہ سکتے ہیں +

بنا بر علیہ عرض ہی کہ بعضے اعمال خود بذاتہ نیک و خوب ہیں جن سے خدائے تعالیٰ
معمور ہی اور بعضے از خود بد اور نفرتی ہیں جن سے وہ منزہ و مبرا ہی — اسی واسطے
وہ پاک و نیک اور تمام ستایش و تعریف کے لائق اور کمال محبت کے سزاوار ہی آمین +
اور وہ قدوس سبحان اپنی اِس ذاتی پاکی و نیکی و خوبی کے اقتضا سے اپنی تمیز دار
مخلوقوں کو اُن اعمال و افعال کے کرنے کا حکم دیتا ہی جو بذاتہ نیک ہیں اور اون سے
منع کرتا ہی جو از خود بد اور نفرتی ہیں — پس ایسے احکام کو ہم شریعت اخلاقی اور احکام
باطنی اور اصل شریعت کہتے ہیں +

مگر رسمی شریعت وہ ہی جو کتنے ہی کاموں کے کرنے کا حکم دیتی ہی اور کتنے ہی
کاموں کو منع کرتی ہی مگر وہ کام نہ از خود نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الہی کے باعث اُنکی
حلت یا حرمت معین ہوئی +

لیکن بخوبی یاد رہے کہ رسمی شریعت بھی خدائے تعالیٰ بے فائدہ اور فضول اور بے سبب
یا محض ظلم کرنے کو نہیں دیتا ہی — ضرور کسی خاص مطلب اور فائدہ کے واسطے
مقرر ہوتی ہی جیسا کہ آیندہ اِسکا بیان کیا جائیگا — لیکن ابھی مدعا میرا یہ ہی کہ رسمی شریعت
مثل اخلاقی شریعت کے اصل اور اول نہیں اور نہ خدائے تعالیٰ کی پاک و نیک ذات کا

عکس ہے اور نہ اُسکی ذاتی بدی یا نیکی کے اقتضا کے پورا کرنے کے لیئے ضرور ہے اور نہ انسان کی کاملیت کا نشان ٹھہر سکتی ہے +

اب رہا یہہ کہ آیا وہ اعمال و افعال کون سے ہیں جو بذاتہ نیک یا بد ہیں اور اخلاقی شریعت کے مطلب و مقصد ہیں۔ اور وہ کون سے کام ہیں کہ اگرچہ خدائے تعالی نے اُنکی حلت و حرمت بیان کی ہے مگر وہ خود بذاتہ نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الٰہی ہونے کے باعث وہ نیک یا بد قرار دیئے گئے اور اسیواسطے رسمی شریعت کے مطلب ہیں +

پس واضح ہو کہ اسکا دریافت کرنا منصف مزاج اور حق جو شخص کو آسان ہے اگرچہ جھگڑالو اور کج بحث کی تسکین مشکل ہو +

کہ اخلاقی شریعت کے مقاصد کی مثال جیسا کہ خدائے تعالی خالق و رازق و مالک برحق کی عبادت اور اُسکے ساتھہ ساری اپنی دل و جان و عقل و طاقت سے محبت رکھنا۔ اُسکی تعظیم و تکریم کرنا۔ اُسکا شکرگذار و ثنا خواں رہنا۔ علیٰ ہٰذا القیاس تمام انسانوں سے بدل محبت رکھنا۔ محتاجوں بیواؤں یتیموں بیکسوں غریبوں بیماروں مصیبت زدوں کی بہر مقدور خبرگیری اور مدد کرنا۔ سچ بولنا۔ دیانت و امانت کے ساتھہ کام کرنا۔ والدین اور بڑوں کا ادب کرنا وغیرہ۔ یہہ سب بذاتہ نیک ہیں +

اور خدا کا خوف نہ رکھنا۔ اُسکی ناشکری۔ اُسکی عبادت نہ کرنا۔ جھوٹھہ بولنا۔ قتل۔ چوری۔ فریب۔ زنا۔ بدمستی۔ والدین کی نافرمانی وغیرہ۔ یہہ بذاتہ بداعمال ہیں ÷

اگر کوئی پوچھے کہ لڑکے بد و نیک ہونے کی کیا دلیل ہے۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اِسکی دلیل اور شہادت تیرے دل میں موجود ہے اُس سے پوچھہ وہ آپ گواہی دیگا ÷

اور یاد رہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ اگر اِن اعمال کو بذاتہ نیک یا بد نہ مانو اور یہہ تسلیم نہ کرو کہ اِن اعمال سے خدا راضی ہوتا ہے اور اُن میں سے جو لائق رتبہ خدائی ہیں اُن سے وہ خود معمور ہے اور تمام بداعمال سے وہ منزہ و مبرا ہے اور اُن سے نفرت و عداوت رکھتا ہے تو پھر خدا کی پاکی اور نیکی کا کیا مدعا ہوگا ÷

اب باقی رہے وہ افعال جو از خود نہ برے ہیں نہ بھلے مگر حکم الٰہی ہونیکے باعث ویسے ہوگئے اُنکی نظیر یہہ ہے مثلاً شریعت موسویہ میں بعض جانوروں کا کھانا حلال تھا اور بعضوں کا حرام۔ علیٰ ہذا القیاس کئی چیزیں پاک تبلائیں جنکے چھونے یا استعمال سے آدمی پاک ٹھہرایا جاتا تھا اور کئی چیزیں ناپاک قرار دی گئیں جنکے چھونے یا استعمال سے آدمی ناپاک گنا جاتا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ جانور اور چیزیں نہ از خود پاک ہیں نہ ناپاک بلکہ محض حکم شریعت سے ویسی ہو گئیں ÷

اگر کوئی اسکی دلیل پوچھے تو نہایت واضح ھی کہ سب جانور اور تمام اشیاے موجودات و مخلوقات خداے قدوس کی آفریدہ ہیں اور خداے سبحان ناپاک کا بانی اور پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا ھی۔ کیونکہ ناپاک چیز تو اُسکی پاک ذات کے برخلاف ھی۔ پس جبکہ ان جانوروں اور چیزوں کو اُس نے خود پیدا کیا ھی تو یہی دلیل کافی و شافی ھی کہ وہ جانور اور چیزیں اُسکی ذات کے برخلاف نہیں ہیں اِس واسطے ناپاک بھی نہیں ہیں +

لہذا ثابت ہوا کہ اگر شریعتِ موسویہ میں بعض جانوروں یا چیزوں کو ناپاک قرار دیا تو اِس باعث سے نہیں کہ وہ بذاتہٖ ناپاک ہیں اور خداے تعالی کی پاک ذات کے برخلاف ہیں اور گویا باقتضاے پاکی ذات کے خداے تعالی نے اُنکے کھانے یا چھونے وغیرہ کو منع کیا تھا (جو اخلاقی شریعت کا نشان ھی) بلکہ اُن جانوروں اور چیزون کے منع کرنے کا کچھ اور ہی خاص مُدعا اور مطلب تھا۔ جیسے دیکھیئے کہ دال بھات یا روٹی وغیرہ آدمی کی خوراک ھی اور وہ از خود اچھی ھی اُسکا کھانا روا ھی مگر جب حکیم کسی مریض کو اُسکا کھانا منع کرتا ھی تو اِس باعث سے نہیں کہ گویا وہ بذاتہٖ بُری اور خراب ھی اور کھانے کی چیز نہیں ھی۔ بلکہ کسی خاص مصلحت اور غرض سے۔ اور جب وہ غرض پوری ہو جاتی ھی تو پھر اجازتِ اکل دیتا ھی +

اِسی طور شریعتِ موسویہ میں بعضی چیزوں کا پاک اور بعضی کا ناپاک مقرر کرنا

اسي قبيل سے تھا - اُسکا مُدعا ہرگز ہرگز یہہ نہ تھا کہ وہ چیزیں بذاتہ پاک یا ناپاک
ہیں - بھلا کوئي چیز ازخود ناپاک ہوسکتي ھے - تمام اشیا انھیں عناصر سے
مرکب ہیں اور عناصر خداے تعالی کے بنائے ہوئے ہیں - اور وہ اشیاے
ممنوعہ عناصر سے مرکب ہوتیں تو اپنے ارادہ یا اختیار سے نہیں بلکہ اسباب
و عادات خلقت سے بني ہیں - اور سبب حقیقي اور عادت کا مقرر کرنے والا
خدا ھي اور اُن اسباب کا دور کرنا یا عادت کا بدل ڈالنا کسي مخلوق کي قدرت
اور اختیار میں نہیں ھے ؛

لہذا جو خداے تعالی نے بنایا ھے اور پیدا کیا ھے وہ بذاتہ ناپاک نہیں ہوسکتا ھے
مگر حقیقي ناپاکي یعنے وہ نجاست جس سے انسان خداے پاک کے نزدیک
گنہگار اور ناپاک ٹھہرتا ھے وہ ھے جسے کوئي مخلوق اپنے ارادہ اور اختیار سے
کرتا ھے - مگر جو چیز خداے تعالی کي پیدا کي ہوئي ھے اور اسباب و عادات
عالم سے بنتي ھے اگر وہ ناپاک تصور کیجاوے تو معاذ اللہ خدا ہي کو ناپاکي کا
باني ماننا پڑتا ھے ؛

لہذا ثابت ہوا کہ خداے تعالی کي نظر میں کوئي جانور یا دوسري چیز جو مخلوقات
کے اسباب و عادات سے پیدا ہوتي ھے ناپاک نہیں ھے ؛

اور یہہ بھي کہ ماکولات و مشروبات وغیرہ کسي چیز کے استعمال سے دلي ناپاکي

اور حقیقی طہارت بھی حاصل نہیں ہو سکتی ہی۔ بلاشبہہ صاف ستھری چیزیں کھانا پینا وغیرہ استعمال کرنا انسان کو ضرور ہی مگر وہ بذاتہ پاک و نیک نہیں اُن سے مطلق وہ پاکی و نیکی حاصل نہیں ہو سکتی ہی جو خدائے قدوس کی ذات میں ہی اور انسانوں کو ویسا ہی کرنا واجب و فرض ہی +

بھلا اِن کھانے پینے اور پہرنے کی چیزوں سے اور دل کی پاکی اور نیکی سے کیا مناسبت ہی +

الغرض کوئی چیز جو مخلوقات میں عادت و اسباب عالم سے پیدا ہوتی ہی نہ پاک ہی اور نہ ناپاک ۔ لیکن کسی خاص غرض اور فائدے کے واسطے خدائے تعالیٰ نے اگلی شریعت میں ایسی چیزوں کو پاک یا ناپاک بیان فرمایا اِسی واسطے وہ رسمی اور ظاہری شریعت تھی +

جبکہ گناہ کے سبب تمام جہان بت پرستی اور طرح طرح کی بدیوں اور ناپاکیوں اور گمراہیوں میں گرفتار ہو گیا اور حقیقی پاکی و نیکی سے منحرف ہو کر اصلی ناپاکی اور بدی میں مبتلا ہو گیا تھا ۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت و فضل کی نگاہ سے چاہا کہ آدمیوں کو پھر اپنی کامل مرضی بتلا دے اور راہ راست پر لا دے ۔ تو اُسکی عمیق حکمت میں یہہ مناسب اور پسندیدہ معلوم ہوا کہ آدمیوں کو اخلاقی اور اصلی شریعت کے ساتھ رسمی اور ظاہری شریعت بھی دیوے ۔ چنانچہ

اگلے نبیوں خصوصاً حضرت موسیٰ کو ایک رسمی شریعت بھی عنایت کی + سبب اسکا یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آدمی کی عقل و طبیعت گمراہی اور ضلالت میں گرفتار ہونے کے باعث ایسی خراب و تباہ ہو گیٔی تھی کہ وہ خداے تعالیٰ کی کامل اور روحانی شریعت کو بخوبی سمجھنے اور اُسپر قائم رہنے کے لائق نہ رہا +

جس کسی کو یہہ بات دریافت کرنی ہو وہ بنی اسرائیل کے اگلے احوال کو پڑھے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ اُن دنوں کے لوگ جہالت و ضلالت کی کیسی بھاری تاریکی میں گرفتار تھے کہ باوجود شریعت کے اور بار بار تنبیہ و تادیب کے پھر بھی احکام الٰہی کے سمجھنے اور اُن پر قائم رہنے میں کس قدر ٹھوکریں کھاتے اور بدی کی طرف مائل ہوتے تھے +

پس جس طرح کوئی اُستاد کسی نادان لڑکے کو پہلے حروف مفرد پھر مرکب پھر الفاظ سہل و عبارت پھر زیادہ لکھنا پڑھنا سکھاتا ہی تاکہ اُسکی عقل تربیت پذیر ہو کر قابل ہو بعدہ اُسکو علوم مقصودہ و فنون مطلوبہ سکھاتا ہی اسی طرح جب تمام عالم علم الٰہی کی بابت محض جاہل اور مطلق بے وقوف تھا اُس وقت خداے رحیم نے چاہا کہ پھر اُنھیں اپنے علم کی اشاعت فرماوے تب اُسکا پاک ارادہ ہوا کہ پہلے ایک قوم یعنے بنی اسرائیل کو تربیت و تعلیم دیکے

کامل کرے تاکہ وہ گروہ علم الٰہی میں کامل ہووے کہ اُسکے ذریعے تمام جہان
کو راہ راست پر لاوے ٭

آپ صاحبوں کو بخوبی معلوم ہو کہ شریعت موسوی صرف بنی اسرائیل ہی
کے واسطے دی گئی تھی اُس میں یہہ حکم نہیں کہ اُسکی تعلیم سب قوموں کو
پہنچاوے ٭

سو اگرچہ بنی اسرائیل کو کچھہ کچھہ شریعت اخلاقی بھی عطا ہوئی تھی لیکن اس
جہت سے کہ ہنوز اُنکے دل اور مزاج اطاعت احکام ربانی اور پاکی و نیکی روحانی
کے اختیار میں تربیت پذیر نہ تھے لہذا اُنکی تعلیم دینے اور خوگر کرنے کے واسطے
ظاہری اور رسمی و جسمانی شریعت بھی دی گئی جو نشان و علامت و نقش شریعت
روحانی و احکام اخلاقی کے تھے جو اُسکے بعد خداوند یسوع مسیح کے ذریعے
ظہور میں آئی ٭

چنانچہ جب وہ زمانہ آپہنچا کہ بنی اسرائیل میں سے بہتیروں نے خوب
تعلیم و تربیت پائی (اور اگر بہتوں نے نہ پائی تو یہ اُنکا قصور تھا) اور خدا کی
روحانی اور کامل شریعت کے جاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خداوند
یسوع مسیح جو تمام جہان کا نجات بخشندہ اور کامل و روحانی شریعت کا معلّم ہے
ظاہر ہوا اور روح القدس جو اُس شریعت اصلی و حقیقی و روحانی کا الواح قلب

انسانوں پر مرقوم و منقوش کنندہ ہی ایک خاص طور پر نازل ہوا تب اُن نا کامل رسمی ظاہری
شریعت کی حاجت نہ رہی - اس واسطے کہ تب ایام طفولیت و زمانہ جہالت
و نادانی گذر چکا اور وقت بلوغ و زمانہ تحصیل علم اصلی و مقصودی و مطلوبی کا پہنچا
- اسواسطے خدائے تعالی نے انجیل مقدس اور اپنے پاک رسولوں کے
صحائف کے ذریعے اپنی کامل و روحانی و اصلی و اخلاقی شریعت ظاہر فرمائی
- یہہ مختصر بیان دونوں قسم کی شریعت یعنی رسمی و اخلاقی کا ہوا ÷

پس رسمی و ظاہری شریعت اصل مقصود و مطلوب نہیں بلکہ محض مقرر
کرنے کے باعث واجب التعمیل ہوئی - وہ خدا کی ذاتی پاکی و نیکی کا عکس
و پرتو نہیں اور نہ اُسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور ہی بلکہ انسان کی نا کاملیت
کا نشان ہی کہ جب خدائے تعالی اپنی حکمت کاملہ سے چاہے موقوف
کر سکتا ہی ÷

مگر شریعت اخلاقی اصلی و ازلی و ابدی اور خدائے قدوس کی ذاتی پاکی
اور نیکی کا عکس و پرتو اور اُسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور اور انسان کی کاملیت
کی علامت ہی اور اسیواسطے ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتی ہی کیونکہ جو کوئی آیات
مذکورۂ بالا کو بخوبی سمجھیگا اُسپر ظاہر ہوگا کہ ایسی شریعت کا بدلنا اور منسوخ ہونا
خدا کی ذات کا بدلنا ہی ÷

پس کتاب مقدس یعنی مجموعہ عہد عتیق و جدید کے ملاحظہ سے خدائے تعالیٰ
کا یہہ انتظام انسان کی بابت دیکھا جاتا ہی جو بالکل اُسکی لا انتہا حکمت اور پاک
ذات کے مطابق و موافق ہی۔ یعنی جب انسان سراسر عصیان ہو کر نہایت
جہالت اور حالتِ طفولیت میں تھا اُس وقت خدائے رؤف و رحیم نے
اُسکو تربیت و تعلیم دینا شروع کیا اور ابتدا میں گویا اُسکو ابجد سکھا کر یعنی ایک ظاہری
اور جسمانی شریعت دیکر تعلیم فرمائی اور جب وہ خوگر تعلیم ہوا اور رفتہ رفتہ قابلیت
حاصل کرنے اور علم الٰہی سیکھنے کے لائق ہوا تب اُسکو اصلی اور کامل
شریعت بتلائی +

مگر اب یہہ تماشا قابلِ دید ہی کہ قرآن و حدیث آکر دعویٰ کرتے ہین کہ ہم
بھی منجانب اللہ ہین اور شریعتِ آخر الزمان جو تا قیام قیامت انسانوں کے
واسطے مقرر ہیں۔ اور پھر کرتے کیا ہیں کہ اُس بندوبست و انتظام الٰہی کو
اُلٹا دیتے ہیں یعنی اب پھر جسمانی اور ظاہری اور رسمی شریعت مقرر کرنا چاہتے
ہیں اور انواع و اقسام کے احکام رسمی اور لڑکپن کی باتیں لوگوں کو سکھا کر گویا
رجعت قہقری کراکے سیانوں کو بچا بنانا چاہتے اور بالغوں اور داناؤں کو طفل
ابجد خوان کرنا چاہتے ہیں۔ جو کوئی ذرہ بھی انصاف کی نگاہ سے اِس امر
کو دیکھیگا وہ فوراً معلوم کر لیگا کہ اِسمیں بڑا دھوکا ہی یہہ ہرگز خدا تعالیٰ کا بندوبست نہیں ہی +

پھر ایک امر اور بھی قابل غور ہی کہ قرآن و حدیث نہ صرف اس بات مین کتاب
مقدس سے برخلاف ہیں کہ جب کامل اخلاقی و روحانی شریعت ظاہر ہوئی او
ناکامل رسمی و جسمانی شریعت کی ضرورت جاتی رہی اُس وقت قرآن و حدیث
آنکہ آدمی کو پھر ناکامل اور ظاہری و رسمی و جسمانی شریعت سے پابند کرنا اور کامل
کو ناکامل و ناقص کرنا چاہتے ہیں بلکہ اُسکے علاوہ اصلی اور حقیقی اور کامل شریعت
اخلاقی و روحانی پر عارضی و مجازی اور ظاہری اور جسمانی و رسمی شریعت کو
ترجیح و فوقیت دیتے ہیں اور اُسی کو مقدم اور اعلی اور افضل اور ارکان دین
قرار دیتے ہیں ۔ مگر جو معروضات بالا کو بغور ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ
ایسا کرنا سراسر غلطی اور فاش نادانی ہی اور بس ؛

اب رہی شریعت اخلاقی سو اُسکی نسبت بھی غور کرنا لازم ہی کہ کتاب مقدس
سے صاف ظاہر ہی کہ انسان کی حالت جہالت اور نادانی مذکورہ بالا مین صرف
اُسکو ایک جسمانی اور رسمی شریعت خداے تعالی نے عطا کی بلکہ جو اخلاقی شریعت
بتلائی وہ بھی کامل نہ تھی ؛

اُسکا مدعا یہہ نہیں کہ خداے تعالی نے اُس وقت انسان کو گناہ کرنیکا
حکم دیا بلکہ یہہ غرض ہی کہ اُس وقت انسان ایسا گمراہی اور گنہگاری مین مبتلا تھا
کہ بہ سبب کمزوری و سخت دلی اُسکے خداے تعالی نے اپنی پاک مرضی کو پورا

اور کامل بیان نفرمایا چنانچہ بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ جب چاہتے اپنی جوروُن
کو بلاوسواس بی پروائی کے ساتھہ چھوڑ دیتے اور دوسری عورتیں کر لیتے
تھے ۔ نہایت غیر محتاط اور بے توجہ اور سخت تھے ❊

پس یہہ بات ہر چند خداے تعالی کی نظر میں ناپسند تھی مگر تاہم انکی سنگدلی
اور کمزوری ملاحظہ فرماکر اِس باب میں اپنی پاک و نیک مرضی کامل طور پر ظاہر
نہ کی بلکہ اس منشا سے کہ اِس معاملے میں نہایت سے بے انتظامی اور بے احتیاطی
اور مطلق العنانی نہووے یا وے بلکہ ایک حد بندہ جاوے اور فی الجملہ
پابندی ہووے ایسا ارشاد کیا کہ جب تم عورتوں کو چھوڑا کرو تو یوں ہی مت
چھوڑ دیا کرو بلکہ اُنھیں طلاقنامہ دیا کرو اور اُسکے سواے اور بھی چند
باتوں میں قید لگادی تاکہ ویسی بے قیدی اور مخلع بالطبع رہنا نہ رہے بلکہ
کچھہ قید اور پابندی ہوجاوے ❊

اِس باب میں جو احقر نے عرض کی اگر کسی کو شبہہ ہو تو انجیل مقدس دیکھیے
کہ خود خداوند مسیح نے اِس باب میں کس طور ارشاد کیا ہے ❊

اور جو کوئی انصاف دل سے غور کریگا سو جان لیگا کہ عورت کو بغیر زنا کے چھوڑ
دینا یا طلاق دینا خداے تعالی کی پاک مرضی کے برخلاف ہے ۔ خداے تعالی نے
حرامکاری اور زناکاری کو جبکہ منع فرمایا ہے تو اِس سے اُسکی پاک مرضی بھی معلوم

ہوتی ہے کہ جب عورت اور مرد سے شادی ہو تو انکے درمیان ایک ایسا پاک
اور پکّا اور مضبوط رشتہ ہو جو کبھی ٹوٹے نہیں — اور عقل بھی صاف شہادت
دیتی ہے کہ شادی کرنے کے جو فرائض اور فوائد اور مرادیں ہیں یعنی شادی شدہ شوہر و زن
کو باہمدگر کامل محبت رکھنا — ایک دوسرے کو تسلی دینا دونوں کو ملکر اپنی اولاد
کی پرورش کرنا — اُنکی حامی و مددگار ہونا — اُنکی بہتری کے واسطے دل
و جان سے فکر و کوشش کرنا وغیرہ — یہہ سب فرائض و فوائد اور مرادیں اُسی وقت
پوری ہو سکتی ہیں جبکہ زن و شوہر میں ایسا ہی پاک و پختہ اور غیر منقطع رشتہ ہووے
— اور اگر ایسا نہو بلکہ جب مرد چاہے جورو کو چھوڑتا جاوے اور دوسری کرتا جاوے
تو رنڈی بازی اور نکاح میں کیا فرق ہے

کسبی رنڈی دو رات کی جورو ہوتی ہے اور نکاحی بھی ایسی ہی ہوئی انتہا یہہ کہ نکاحی
کچھہ عرصہ زیادہ رہے — لہذا صاف ظاہر ہے کہ عورت کو چھوڑ دینا خدا تعالی
کے نزدیک مکروہ اور ناپسند اور زناکاری ہے

لیکن انسان کی اُس ناکاملیت کی حالت میں خدا تعالی نے یہہ بات
ظاہر نہ کی بلکہ یہہ چاہا کہ بنی اسرائیل اُس حالت نہایت بے احتیاطی اور وارستگی
سے قدرے باز آویں اور ایک گونہ قید میں آویں — بلکہ انھیں بنی اسرائیل کو
بعد حضرت موسی کے جبکہ شریعت موسویہ جاری تھی دوسرے نبیوں کی معرفت

فرمایا کہ مین طلاق سے ناراض وناخوش ہوں - مگر انجیل مقدس کے وسیلہ جب خداے تعالی نے اپنی کامل شریعت کو ظاہر فرمایا تب صاف صاف اپنی مرضی بیان فرمادی اور سختی حکم دیدیا کہ زناکاری کے سوا کسی حالت میں طلاق دینا جائز نہیں ہے بلکہ نامشروع اور ممنوع ہے فقط +

مگر ملاحظہ فرمائیے اب باوجود ظہور اِس کامل پاکیزگی کے قرآن وحدیث شریعت آخرالزمان ہونے کا دعوی کرتے اور لوگوں کو یہہ سکھلاتے ہیں کہ جب تمہاری خواہش ہوا کرے جوروں کو طلاق دیدیا کرو - بلکہ محمد صاحب کے زمانہ میں بالاتفاق ثابت ہے کہ کئی جہادوں میں متعہ کا حکم بھی جاری ہوا کہ لوگوں نے رات دورات کے واسطے عورتیں رکھیں اور شیعوں کی روایت کے بموجب نہ صرف محمد صاحب کے زمانہ میں یہہ حکم خداے تعالی نے دیا تھا بلکہ اب بھی درست اور مشروع اور موجب حسنات کثیرہ ہے - نعوذ باللہ منہا +

پس اِس طور انسان پرعصیان کو جسے خداے رحیم الرحمان نے اپنی کمال مہربانی سے بتعلیم انجیل مقدس پاک ونیک وکامل کیا اب قرآن وحدیث اوسے ناپاک وبدوناقص بنانا چاہتے ہیں +

اِس باب میں طوالت کی کچھہ حاجت نہیں ہے - ہر ایک منصف مزاج جب ان باتوں کو بغور وتامل ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ یقیناً قرآن وحدیث خداے

قدوس سبحان کي طرف سے نہیں ہیں جسنے اپني کمال مہرباني سے انسان پر عصیان کي حالت مذمومہ پر رحمت کي نگاہ فرماکر بذریعہ کتاب مقدس کے ایسے احکام فرمائے اور اِس ترتیب و تدریج سے تعلیم و تربیت فرمائي کہ وہ پاک و نیک و کامل اور اپنے خالق و رازق کي مرضي کا شناسا اور اُسکي پاک نظر میں مقبول ہووے

پانچواں اختلاف — اوپر مین سنے عرض کیا ھی کہ شریعت اخلاقي اصلي و ازلي و ابدي اور خدائے قدوس سبحان کي ذاتي پاکي اور نیکي کا عکس ھی اور اُسکے تقاضے پورا کرنے کے لیئے ضرور اور انسان کي کاملیت کا نشان ھی — اِسي واسطے منسوخ ہونیکے قابل نہیں ھی +

بلا شبہہ نا ممکن و محال ھی کہ خدائے تعالی اِس شریعت اخلاقي کامل کو بدل ڈالے اور مردود ٹھہراوے اور اُسکے برخلاف حکم دیوے — اِس واسطے کہ اُسکے خلاف بالکل مناقض و مباین و معارض اُسکي پاک ذات و نیک صفات کے ھی اِسي واسطے وہ گناہ و معصیت ھی — پس نا ممکن ھی کہ خدائے قدوس اپني پاک و نیک ذات کے برخلاف شریعت مقرر کرے اور گناہ و معصیت کیواسطے حکم دیوے +

اِسي لیئے جب خدائے تعالی نے اپني پاک و نیک و کامل شریعت اخلاقي و روحاني کو انجیل مقدس کے ذریعہ ظاہر فرمایا تو بوساطت معلم کامل خداوند یسوع مسیح کے ایسا ارشاد کیا (آسمان و زمین ٹل جائینگے پر میري باتیں کبھي نہ ٹلینگي) +

لیکن قرآن و حدیث دعوی کرتے ہیں کہ ہم بھی من جانب اللہ ہیں اور باوجود
اس دعوے کے خداے تعالی کے احکام اخلاقی اور شریعت اصلی کو بدلنا اور
رد کرنا چاہتے ہیں۔ پاکی و نیکی کو چھوڑنا پاکی اور بدی سکھاتے ہیں جو بالکل مخالف
اقتضاے ذات الٰہی ہیں اور مباین و معارض اُسکی صفات کاملہ کے ہ

پس یہہ بھی ایک بڑی علامت ھی کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں
ہر چند اسکی مثالیں بہت ہیں مگر اُن میں سے چند ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) ہر شخص جانتا ھی کہ جس طور مذہب حق کی تلاش و تحقیقات کرنا اور
بعد دریافت اور معلوم کرنے کے اُسکو بدل ماننا فرض ھی یعنے جس طور تصدیق
بالجنان فرض ھی اسیطور اقرار باللسان بھی فرض ھی تاکہ دوسرے ہمارے
بھائی بنی آدم بھی اُسکو جانیں اور دریافت کریں وہ بھی اس نعمت لازوال سے
محروم نہیں خصوصًا جب کوئی ہمسے دریافت کرے اور ہمارا مذہب پوچھے
تو ضرور لابد ھی کہ ہم بیان کریں علی الخصوص جھوٹ موٹ دوسرا مذہب بتانا یا
اپنے مانے ہوئے مذہب کا انکار یا کلمہ کفر زبان پر لانا تو کسی حالت میں درست
نہیں ھی۔ بالکل ناجائز و ناروا ھی ہ

اسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ھی کہ خداوند مسیح نے ارشاد کیا ھی کہ
جو کوئی آدمیوں کے روبرو میرا انکار کریگا بروز قیامت میں بھی اُسکا انکار کرونگا

اور صاف ظاہر ہی کہ جس حالت میں ایک شخص ایک مذہب رکھتا ہی اور دل سے
اُسکو سچا اور حق جانتا ہی پس اگر اُس سے انکار کرے تو کئی گناہوں میں مبتلا
ہوتا ہی - ایک تو جھوٹ بولنا کہ جو حق جانتا اور دل سے مانتا ہی اُسکے خلاف
کہتا ہی اور وہ کسی حالت میں درست نہیں ہی اور خلاف مرضی خداے تعالی
کے ہی +

دوم یہہ کہ دوسرے لوگوں کی ضلالت کا باعث ہو کہ اگر سب ایسا ہی کریں
تو دین حق کسی پر ظاہر نہو گا سکے سب کسی نہ کسی دباؤ سے ایسا ہی کرینگے +

سوم اُسکے سچے ایمان کا نشان نہیں ہی کہ جو شخص امر حق سے بخوف
جان یا مال انکار کرتا ہی اُسکا بھروسا خداے قادر مطلق پر بالکل نہیں ہی
- کیا خدا میں قدرت نہیں کہ اگر چاہے اِس بلا کو اُس سے دور کر دے اور
کیا اُس شخص کو ضرور نہیں ہی کہ اگر خداے تعالی کی مرضی یہی ہی کہ وہ اِس بلا
میں مبتلا ہو تو اُسکی رضامندی چاہیئے اور اگر جان پر بھی آن بنے تو تصدق
راہ خدا میں کرے +

الغرض جو شخص امر حق سے بخوف جان یا مال انکار کرتا ہی بلا شبہہ اُسکا ایمان
درست نہیں اور جھوٹا ایمان رکھتا ہی - اور نہ وہ مذہب حق ہو سکتا ہی
جس میں اِسکی اجازت دی ہی +

اِسي واسطے لاکھوں مسيحي مقدسوں نے اپني جان عزيز تک ديں مگر دين مسيحي سے انکار نہ کيا بلکہ اقرار کيا۔ اور بلاشک وہ سچے ايماندار اُس پاک و نيک حکم پر مستحکم رہے کہ تم اُنسے خوف نہ کرو جو صرف جسم کو ہلاک کرتے ہيں مگر اُس سے ڈرو جو جسم و جان دونوں کو جہنم ميں ڈال سکتا ھے ✣

اِس طور بيشمار مسيحيوں نے ہر ايک مصيبت اور بلا طرح طرح کي سہيں۔ کوڑے زنجيريں بيڑياں قيدخانے جلا وطني قتل ہونا مارے جانا جلايا جانا درندوں گزندوں کا لقمہ ہونا سنگسار ہونا مشل مشعل کے اور تيل ميں کھولکر جلنا وغيرہ سب قسم کي ايذا اور تکليف کي برداشت کي مگر دين متين سے اور خداوند مسيح کا انکار نہ کيا اور اِس طور مذہب مسيحي کي حقيقت ثابت کرکے اس دنيا سے باايمان سدھارے ✣

اي ميرے عزيزو دوستو۔ تمام روے زمين پر شہيدوں کي نامدار فوج مسيحي ہي تھي جنھوں نے مذہب مسيحي کي سچائي ہر طرح کي مصيبت اور بلاؤں کي برداشت سے ظاہر کي اور اُسکي صداقت کي شہادت اپنے بيش بہا خون سے لکھي۔ اور اِس نہج شاداں و فرحاں باايمان اِس جہان گذران سے گئے اور اُنکي روحيں مقدسہ خداوند ذوالجلال کے حضور قدوس قدوس قدوس رب الافواج پکار رہي ہيں ✣

مگر اب ملاحظہ کيجيے کہ قرآن ميں اجازت دي ھے کہ اگر کسي کا دل تو اسلام کي تصديق

کرتا ھی اور ایسی تکلیف میں پڑے تو اسلام سے انکار کر دینا روا ھے۔ اور احادیث سے بھی دریافت ہوتا ھی کہ محمد صاحب نے حکم دیا کہ بخوف جان کلمہ کفر کہدینا جائز ھی۔ اور شیعوں کی روایات کے بموجب ایسی حالت میں بخوف جان صرف جائز ہی نہیں بلکہ فرض ھی کہ اسلام سے انکار کر دیوے اور اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا +

ای بھائیو تم ہی اپنے دلوں میں انصاف کرو کہ کیا سچ ھی اور کیا جھوٹ کونسا خدا کا حکم ھی اور کونسا انسانی کلام ھی +

اور کیا ہو سکتا ھی کہ خدا جو اپنی ذات سے اصدق الصادقین ھی اور اسکا اقتضائے ذاتی ھی کہ انسان بھی سچ بولیں آپ ہی جھوٹ کہنے کی اجازت دیوے اور جھوٹے لوگ طیار کرے۔ کیا ممکن ھی کہ وہ خدائے قدوس جو اپنی پاک و نیک اور سچے دین کو تمام دنیا میں پھیلانا چاہتا ھی اور اپنے دیئے ہوئے راستہ کی صداقت ظاہر کرنا چاہتا ھی وہ اُسکی صداقت اس طور ظاہر کرے کہ ایمان داروں کو اجازت یا حکم دیوے کہ بخوف جان سچے دین سے انکار کر لیا کرو اور اپنے نبی کو جھوٹا بتلا دیا کرو +

کسی کے خیال میں آسکتا ھی کہ وہ خدائے برحق جو اپنی ذات و صفات سے سچا اور غیر متغیر ھی ایک وقت تو اُسکو اپنے پاک دین کی صداقت اور راستی

کا اظہار کرنا یہاں تک ضرور معلوم ہوکہ اپنے برگزیدہ رسولوں اور ایمانداروں کو
حکم دیوے کہ سب طرح کی تکلیف سہو اور دکھ اٹھاؤ حتی کہ گوناگوں عذاب و عقوبت
دنیاوی کے ساتھ اپنی عزیز جانوں تک دیدو مگر سچے دین کا انکار ہرگز نہ کرنا بلکہ
اقرار کرو اور کسی انسان سے خوف نہ کرو جو حق ہی وہی کہو۔ اور ایک وقت ایسا
آیا کہ وہی خدا سچائی اور راستی اور دین حق کے اظہار کو یہاں تک حقیر جانے
اور اُن تمام شہیدوں کے بیش بہا خون کو جس سے روے زمین سرخ ہی
ایسا ناچیز سمجھے کہ جھوٹ بولنے کی اجازت دیوے اور مذہب حق کا انکار روا
جانے اور ایمانداروں کو اسکا حکم دیوے +

کیا خدائی بدل گئی۔ ہرگز نہیں بلکہ صاف صاف ظاہر ہی کہ قرآن و حدیث
خدائے اصدق الصادقین کی طرف سے نہیں۔ ایسے حکم صرف انسان پر
عصیان کے ہیں +

(۴) نیز ظاہر ہی کہ راستی اور سچائی انسان کو نہایت ضرور ہی کہ یہہ بھی خدا ے
صادق کی صفت کاملہ کا عکس و نمونہ ہی اور انسان کے کمال کا نشان ہی۔ جو
سچا نہیں اُسکی کسی بات اور قول و فعل کا اعتبار نہیں۔ صداقت و راستی ہی پر
اعتماد اور بھروسا ہوتا ہی +

پس کتاب مقدس میں جا بجا مرقوم ہی کہ ہر آدمی قول و فعل میں سچا ہووے

ایک جگہہ بھی اجازت نہین دی کہ آدمی کسی حالت مین جھوٹ بولے بلکہ صاف صاف

ارشاد کیا ھی کہ جو جھوٹ بولتا ھی ملعون ھی ٭

مگر احکام محمدی مین جھوٹ بولنے کی اجازت دی ھی۔ چنانچہ ایک امر تو اوپر

مذکور ہوا جو قرآن و حدیث میں مذکور ھی۔ اُسکے سوا اور احادیث میں اور بھی

کئی جگہہ خلاف گوئی اور جھوٹ بولنے کو جائز رکھا ھی جسکو ضرورت ہو کتب

مذکورہ کو دیکھ لے کہ نقصان دین و ایمان و زیان جان و مال و عزت و آبرو کے

خوف کے مارے اور دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیئے اور جنگ میں

دشمنوں پر فتح یابی کے واسطے اور جورو کو راضی کرنے کے لیئے وغیرہ جھوٹ

بولنا درست ھی بلکہ وہ جھوٹ ہی نہین۔ اور مسائل اکراہ اور شیعوں کے مسائل

تقیّہ قابل غور ہیں ٭

اب ای بھائیو میں اس باب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں آپ ہی صاحب

انصاف کریں کہ بھلا ممکن ھی کہ خدائے برحق و صادق خلاف اپنی پاک ذات کے

ایسے ناپاک کاموں کی اجازت دے۔ بھلا کسکے خیال میں آسکتا ھی کہ وہ

اصدق الصادقین اپنے بندوں کو جھوٹ بولنے کی اجازت یا حکم دیکر اُنکا بلکہ

خود اپنا اعتبار کھووے۔ کیا ممکن ھی کہ چار ہزار برس تک تو خدا راستی اور

سچائی کو ایسا ضرور اور لابد جانے کہ ایسا حکم ناطق فرماوے کہ ہرگز کسی حالت میں

جھوٹ نہ بولنا اور ارشاد کرے کہ جھوٹا ملعون ہی اور اب آخر زمانہ میں وہی اُسی
کو ایسا حقیر اور ناچیز جانے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے واسطے اِس دنیاوی
تھوڑے سے نفع یا دفع مضرت یا خواہش نفسانی کے لیئے دروغگوئی کی اجازت
دیوے۔ تعالی اللہ عما یصفون +

(۳) ہر شخص جانتا ہی کہ اگر آقا کے دو نوکر ہوں ایک تو وہ جسکو آقا اپنا حکم
بتلاوے اور وہ نوکر بخوبی تمام اُسکی مرضی اور حکم کو جانتا اور سمجھتا ہو اور اُسکے
منشا سے اچھی طرح واقف ہو اور دوسرا وہ جو اُسکے احکام اور مرضی سے جیسا
چاہیئے خوب واقف نہو پس فرض کرو دونوں ایک ہی کام خلاف مرضی اپنے
آقا اور مالک کے کریں تو اُن دونوں میں کونسا زیادہ سزا کے لائق ہی۔
بلا شبہہ وہی جو اپنے آقا کی مرضی بخوبی پہچانتا ہی اور جسنے کہا ہی اُسکے
احکام کی آگاہی پاکر تقصیر کی وہ عدول حکمی اور نافرمانی کی بڑی سزا پائیگا کہ
اُسنے عمداً جان بوجھکر اپنے مالک اور آقا کی سرتابی و نافرمانی کی۔ مگر دوسرا
نوکر اِس سبب سے کہ وہ نوکر ہی اور فی الجملہ اپنے مالک کی مرضی بھی جانتا
ہی سزا پائیگا مگر اِس وجہ سے کہ بخوبی اُسکی مرضی سے مطلع نہ تھا اور اُسکے
احکام خاطرخواہ نہ سمجھتا تھا معذور ہی اِس واسطے اُس اول نوکر کی برابر
سزا کے لائق نہیں ہی۔ صدہا مثالیں اِسکی اور بھی ہیں جو روزمرہ

ہمارے برتاؤ میں ہیں ۔ سب جانتے ہیں کہ ناواقفیت ولاعلمی عذر ہی +

اسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہوا ہی کہ جو لوگ کلام الہی اور احکام ربانی سے واقف نہیں ہیں اور گناہ کرتے ہین وہ کم سزا پاوینگے مگر جو کلام اللہ پاکر اور جان بوجھکر سرتابی کرتے اور مرتکب گناہ ہوتے ہیں وہ زیادہ سزا پاوینگے ۔ پس یہہ حکم بلاشبہہ خداے عادل کا ہی جسکے روبرو کسی کی طرفداری نہیں ہی ۔ اسنے صاف صاف ارشاد کیا ہی کہ غیر قومون کے لوگ جو کلام اللہ اور احکام الہی سے واقف نہیں ہیں وہ اس جہت سے سزا کے لائق ہیں کہ وہ شریعت الہی اپنے دلوں میں منقوش پاتے ہیں کہ خداے تعالی اسنے اعمال بد و نیک کی سمجھہ اُنکو بھی دی ہی ۔ اُنکے دل احکام و مرضی الہی کو بتلاتے ہیں پس جبکہ اُنھوں نے اُس شہادت دلی کے خلاف خدا کی نافرمانی کی اس وجہ سے سزا پاوینگے ۔ مگر جن لوگوں کے پاس علاوہ شہادت دلی کے کلام الہی بھی موجود ہی جسکے ذریعہ وہ خداے تعالی کی پاک اور نیک مرضی بخوبی پہچانتے ہیں مگر اپنی بدذاتی اور شرارت سے باز نہ آکر گناہ کرتے اور نافرماں ہوتے ہیں وہ بے ایمانوں سے بدتر ہیں اور بھاری سزا پاوینگے +

مگر قرآن و حدیث اسکے خلاف تعلیم دیتے اور محمدیوں کی طرفداری
اور خاطر سے خلاف عدالت اور برعکس انصاف حکم دیتے ہیں کہ کلمہ گو چاہے
کیسا ہی فاسق فاجر بدکار ہو وہ یا تو بلا حساب و کتاب یا محمد صاحب کی شفاعت
وغیرہ سے نجات پائیگا۔ جسنے کلمہ پڑھا ہی اُسپر آتش جہنم حرام ہی۔ کلمہ گویوں میں
سے کوئی شخص ہمیشہ دوزخ میں نرہیگا چاہے کیسا ہی گنہگار ہو۔ مگر جسنے کلمہ
نہیں پڑھا غرض دوسرے مذہب والے کیسے ہی کیوں نہوں بلا شبہ ابدی
عذاب جہنم میں گرفتار ہونگے ÷

علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص کسی حکم شرعی کے خلاف عمداً کرتا ہی اُسپر ایک گناہ
محسوب ہوتا ہی اور جو اُسی گناہ کو نادانی اور ناواقفیت سے کرتا ہی اُسپر دو گناہ
ہوتے ہیں۔ (جائے غور ہی)

(۴) ہر انسان کا دل گواہی دیتا ہی کہ خدائے تعالیٰ ہمارا خالق و رازق و مالک
ہی جو اپنی ذات و صفات میں تمام نیکیوں اور خوبیوں سے معمور اور جملہ بدیوں سے دور
اور پاک ہی اِسی واسطے وہ بافضلہ پاکی و نیکی خود چاہتا ہی کہ اُسکی ہر ایک تمیز دار
مخلوق بھی پاک اور نیک ہوں پس خدائے تعالیٰ کا فرض ہی کہ ہر انسان اپنے
جملہ اقوال و افعال و افکار میں پاک و نیک ہووے۔ اسی واسطے کلام مقدس
میں جابجا ارشاد ہوا ہی کہ تم پاکی و نیکی میں کامل ہو جیسا خدائے تعالیٰ کامل ہی

الغرض انسان پر فرض عین ہے کہ اپنی تمام رفتار و گفتار و تصورات دلی میں کمال حاصل کرے
عبادات میں ہو یا معاملات میں — حتی کہ انجیل مقدس میں ارشاد ہوا اگر کوئی شخص نیکی
کا کام کرنے کی طاقت و استطاعت رکھتا ہو اور نہ کرے تو وہ بھی گنہگار ہوتا ہے۔
مگر شرائع محمدیہ کے بموجب سوائے چند اقوال و افعال مخصوصہ کے فرض نہیں ہیں
— اوس سے زیادہ کرے تو ثواب ہے اور نہ کرے تو عذاب نہیں ہے — اور ارادہ بد
اور دلی خیالات فاسدہ اور ناپاک تصورات پر حساب نہیں — امت محمدیہ کو معافی آگئی ہے
اے عزیز دوستو انصاف کرو — کیا ممکن ہے کہ خدائے قدوس سبحان جو اپنی ذات و صفات
سے پاک و نیک ہے اور انسانوں کی پاکی اور نیکی چاہتا ہے وہی ایسا حکم دے کسی کے
وہم میں بھی آسکتا ہے کہ ایک وقت تو خدائے تعالیٰ آدمیوں کو یہاں تک کامل کرنا چاہے
اور قطعی و حتمی حکم دیوے کہ ہر انسان کو اپنے تمام اقوال و افعال و افکار سے پاک و نیک
ہونا چاہیے اور اسکے بعد پاکی و نیکی کو ایسا بیکار و فضول جانے کہ صرف چند اقوال و
افعال ہی کو لوگوں پر فرض ٹھہراوے اور خیالات و وساوس دلی پر محاسبہ نہ کرے ؟
(۵) ظاہر ہے کہ آقا اور حاکم اور مالک کے تمام حکم واجب التعمیل ہیں جو وہ اپنے
غلام اور محکوم و مملوک کو فرماوے — اگر کوئی غلام یا محکوم یا مملوک ایک حکم کو بھی ٹال
اور بجا نہ لاوے تو مجرم اور نافرمان متصور ہوگا — مثلاً ایک خاوند نے اپنے نوکر کو
دو کام کرنے کا حکم دیا تو بلاشبہ اوس نوکر پر دونوں کی تعمیل خاطر خواہ واجب ہوگی

فرض کرو کہ اُسنے ایک کام کیا اور دوسرا بجا نہ لایا تو اس حالت مین بلاریب وہ نوکر نافرمان اور عدول حکم اور مجرم ٹھہریگا اور مستحق سزا ہوگا +

پس اسی طور سے جملہ احکام الٰہی اور تمام شریعت خدا تعالیٰ کی جو تمام آقاؤں کا آقا اور سب حاکموں کا حاکم اور جملہ مالکوں کا مالک اور سارے پادشاہوں کا شہنشاہ اعظم و سلطان اکرم ہی واجب التعمیل اور فرض ہی +

اگر کوئی ایک حکم خدا کا بجا لاوے اور دوسرے کو ٹال دے تو ضرور بالضرور وہ مجرم اور قصوروار اور خدا کا نافرمان اور سزا کا مستحق ہی ۔ کیونکہ سب حکم خدا کے ہیں سب کی تعمیل اُسپر واجب ہی مگر اُسنے اُسکا ایک حکم مانا اور دوسرے کو بجا نہ لایا اور سرتابی کی +

اسی واسطے انجیل مقدس مین ارشاد ہوا کہ جو کوئی ساری شریعت کو مانے پر ایک بات میں قصور کرے وہ سبھوں کا مجرم ہوا کیونکہ جسنے کہا زنا مت کر اُسنے یہہ بھی کہا کہ خون مت کر پس اگر تو زنا نہ کرے پر خون کرے تو تو شریعت کا متعدی ہوا +

مگر قرآن و حدیث اِسکے بالکل برخلاف تعلیم دیتے اور سکھاتے ہیں چنانچہ اُنکے تعلیمات سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر انسان بہت سے گناہ کرے اور خدا کی نافرمانی کرے لیکن اگر ایک فلانا حکم مانے تو سب قصور اُسکے معاف ہوجاتے ہیں +

جیسا کہ حج کے باب میں مسطور ہی کہ مسلمان آزاد شخص پر جو استطاعت رکھتا ہو حج

هي كه عمر مين ايكبار بجالاوے مگر سواے حج كے اَور بهي كئي فرض مقرر هين جنكو بجا نه لاوے
تو انسان گنهگار هوتا هي +

مگر لكها هي كه جو حج كرتا هي اُسكے تمام پچهلے گناه معاف هو جاتے هين اور وه
تمام ناپاكيون اور بديون سے پاك هو جاتا هي - ايسا هي كچهه هجرت كے باب مين
وارد هي - على هذا القياس وضو كرنا نماز كے واسطے فرض هي كه بدون اُسكے
نماز درست نهين - مگر اُسكي يهان تك تعريف هي كه وضو اگر آدمي اچهي طرح كرے
تو سارے اُسكے جسم كے گناه ناخن كے نيچے تك كے دُهل جاتے هين -
اسي طور بهت سے درود و وظائف اَور كئي قسم كے اعمال و افعالون كي نسبت
لكها هي كه فلانے حكم بجالانے سے انسان كے بيشمار گناه معاف هوتے هين
اگرچه سمندر كے جهاگون كي برابر شمار مين هون +

اسي طور وه قصه بهي قابل غور هي جو كها گيا هي كه قيامت كے روز ايك ترازو
ركهي جائيگي جس مين بندون كے اعمال تولے جاوينگے - جسكي نيكيون كا پله بهاري
هوگا وه نجات پائيگا - اور ميزانِ عدالت بهي ايسي هوگي كه مسلمانون كي ايك
نيكي دس شمار كي جاوينگے اور بدي صرف ايك كي ايك هي محسوب هوگي +

بهائيو ذره اپنے دلون مين سوچو اور انصاف كرو كه بهلا كس طور ممكن هي
كه ايسے احكامات كو خدا سے قدوس و سبحان و عادل حقيقي كي طرف منسوب كرين

کیونکہ ممکن ہے کہ ایک وقت تو خدا سے تعالی اپنی ذاتی پاکی اور نیکی کے اقتضا سے
انسان کو اس درجہ کمال کو پہنچاوے اور بالکل پاک و نیک ہونا اُسپر فرض ٹھہرادے
کہ اگر کوئی شخص ایک حکم کو بھی بجا نہ لاویگا تو سب کا مجرم ہوویگا۔ اور پھر اُسکے
بعد وہی خدا جلشانہ اپنی قدوسیت اور ذاتی پاکی و نیکی کے خلاف ایسا حکم دے
اور اپنے پاک و نیک حکموں کو یہانتک ناچیز و حقیر جانے کہ فرماوے کہ اگر ایک
ہی حکم کو کوئی بجا لاوے تو اُسکے ذریعہ اُسکے سب گناہوں کو معاف کر دونگا۔
چھٹا اختلاف۔ ہر عاقل و دانا پر آشکار ہے کہ ایمان لانا اور دین کا قبول کرنا
صرف رغبت دل اور رجوع قلب پر منحصر ہے۔ جبتک کسی کا دل نہ پھرے اور
دینداری کی محبت پیدا نہو وہ ایماندار اور دیندار نہیں ہوتا ہے۔ مگر رغبت دل اور
رجوع قلب ہرگز ہرگز بزور و زبردستی و اکراہ حاصل نہیں ہوسکتے ہیں۔ بلکہ جبر و
ظلم و زبردستی حقیقی ایمان اور محبت کو مانع ہوتے اور دل کو ہٹا دیتے ہیں +
لہذا بالبداہت ظاہر و آشکار ہے کہ کوئی شخص بجبر و اکراہ و ظلم و زبردستی ہرگز ہرگز
ایماندار نہیں ہوسکتا ہے نہ کسی دین یا کتاب یا نبی کو بدل حق مان سکتا ہے۔ بنابرآں
خدا سے تعالی بھی ایسا حکم کبھی نہ دیگا اور نہ دیا ہے کہ زبردستی کسی دین یا کتاب یا نبی کو
منوا دے۔ وہ تو اپنے بندوں سے حقیقی ایمان اور دلی محبت چاہتا ہے۔ پس
کیا وہ آپ ہی اُنپر ظلم و زبردستی کریگا۔ جس میں علاوہ جبر و اکراہ کے

امر مطلوب و مقصود یعنی سچا ایمان حاصل ہونا محال ہی - اسیواسطے
انجیل مقدس میں ظلم و جہاد کرنے سے منع کیا ہی بلکہ فرمایا کہ وعظ و نصیحت و تعلیم
و ہدایت کی راہ سے لوگوں کو خدا کی راہ بتلاؤ اور راہ راست پر لاؤ - اور حکم
ناطق فرمایا کہ دوسرے قوم اور بے ایمان لوگ اگر تمکو ستاویں اور تکلیف دیں تو
برداشت کرو اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تمپر لعنت کریں اُنکے واسطے برکت چاہو
جو تمسے کینہ رکھیں اُنکا بھلا کرو جو تمہیں دُکھ دیں اور ستاویں اُنکے لیئے دعا مانگو +
مگر قرآن و حدیث اِسکے برخلاف حکم دیتے اور گویا خاص الخاص کافروں
اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی و تشدد کرنے کی تعلیم سکھلانے کو آئے - تمام
قرآن میں جہاں تہاں اور حدیثوں میں بھی بکثرت جا بجا یہی ذکر و فکر ہی کہ ای محمد
اور مسلمانو تم اُنسے مقابلہ کرو تاکہ فتنہ باقی نرہے اور دین بالکل خدا ہی کا ہو جاوے
- یا تو وہ مسلمان ہو جاویں نہیں تو تم اُنکو قتل کر ڈالو - اور جو لوگ اسلام سے پھر
جاویں اُنھیں پکڑو اور قتل کرو جہاں پاؤ وغیرہ +
غرض کہاں تک لکھا جاوے قرآن و حدیث ایسے ہی احکامات سے
بھر رہے ہیں کہ بزور شمشیر زبردستی لوگوں کو مسلمان کرو قرآن اور محمد کو منواؤ مجبور
و مقہور کر کے مسلمان بناؤ - چنانچہ اسی وسیلہ سے محمد صاحب اور اُنکے خلفانے
دین اسلام جاری کیا +

پس زور شمشیر اور لشکر کشی اور مسلمانوں اور کافروں کو بھی ترغیب و تحریص دیکر آمادہ جہاد کرکے دوسرے کافروں پر چڑھائی کرنا یہی دلیل حقیت اسلام قرار دی گئی ـ کہ جو شخص دین اسلام قبول کرنے سے انکار کرے اُسکا خون حلال وہ ہرگز قابل رحم نہیں ـ بلکہ آگ میں جلانا اور ہرگونہ ایذا و تکلیف دینا موجب حسنات و مفاد دنیا و ثواب عقبی قرار دیا گیا ـ اُنکا مال و متاع لوٹ لینا زن و بچہ اسیر و دستگیر کرکے لونڈی غلام بناکر باعث تشیع دین اسلام و موجب رضاے الہی سمجھا ـ چنانچہ مفصل حال اسکا کتب سیر اسلام میں مندرج ہی ÷

اب اَی عزیز دوستو انصاف کرو اور غور فرماؤ کہ کیا ممکن ہی کہ خدا ے رحیم الرحمان جو بندوں کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہی وہ اپنی رحمت و شفقت اس طرح ظاہر کرے کہ اُنکے قتل کرنے اور دکھ دینے اور اُنکے بال بچوں کو لونڈی غلام بنانے کا حکم دیوے ÷

کیا ممکن ہی کہ کسی کا دل اس زور شمشیر اور ایسے ظلم کو دیکھ کر راغب ہوگا اور وہ باور کریگا کہ دین اسلام اور محمد برحق ہیں ÷

بھلا فرمائیے جس کتاب میں ایسے احکام ہوں اور جس نبی کا یہہ طریقہ مسلمان کرنے کا ہو تو ممکن ہی کہ کوئی ایسی کتاب اور ایسے نبی پر ایمان لاوے اور اُنکو بدل سچا جانے اور مانے ÷

ہرگز نہیں - تاریخ اور کتب سیر کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی کہ جو لوگ اپنے دین پر مستحکم تھے یا تو اُنھوں نے جلاوطنی اختیار کی اور اپنی جان اور اپنا ایمان بچایا - یا جزیہ دیکر اپنا پنڈ چھڑایا - یا اپنی جانیں دیں اور مذہب اسلام قبول نہ کیا +

بعضے جو دنیا دار اور اپنے دین میں خام تھے بجبر و اکراہ اقرار لسانی یا سکوت سے مسلمان ظاہر ہوئے - مگر جب جب اُنکو موقع ملا فوراً منحرف ہو گئے اور اسلام سے پھر گئے - خود محمد صاحب کے وقت میں ایسا اتفاق ہوا اُور اُنکے فوت ہونے کے بعد کا حال تو سب پر ظاہر ہی کہ مسلمانوں کا کیا حال ہوا - حدیث عائشہ ملاحظہ ہو جس سے دریافت ہوتا ہی کہ بجز چند اشخاص کے سبکے سب تتر بتر ہو گئے بھیڑوں کی مانند اپنی اپنی راہ لے گئے اور اسلام سے منحرف ہو گئے - آخر کو ابو بکر نے مار مار کر پھر جمع کیا +

اسکے سوا یہہ بھی قرآن و حدیث کے ملاحظہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ بلا شبہہ بہت سے لوگ بطمع مال و متاع یا بخوف جان مسلمان ہو گئے تھے مگر فی الواقع منافق تھے اور اگر شیعوں کی روایات پر اعتبار ہو تو معلوم ہوتا ہی کہ بجز چند شخصوں کے سبکے سب مسلمان خلیفوں اور سجادہ نشینوں اور اصحاب اور عشرہ مبشرہ تک بالکل منافق اور دل میں کافر تھے +

الغرض دین اسلام جاری کرنیکے یہہ یہہ وسائل ستے جو اوپر مذکور ہوئے جن میں سے سب سے بڑا وسیلہ جہاد اور زبردستی سے مسلمان کرنا تھا کہ جبرًا و قہرًا لوگ کلمہ پڑھاویں اور دین اسلام اور قرآن و محمد کو سچا ظاہر کریں ✦

پس ای بھائیو کتاب مقدس سے تو ظاہر ہوتا ہی کہ خدا نے تعالی نے کسی وقت کسی نبی کی معرفت ایسا حکم جاری نہیں کیا کہ بے ایمانوں اور کافروں کو زبردستی اور جہاد کر کے مار مار کے خدا کے حکموں کو منواؤ اور دیندار بناؤ ۔ بلکہ سب نبیوں نے بحکم الہی و ہدایت ربانی وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین فرمائی اور محض کلام اللہ کے ذریعہ لوگ ایمان لائے ۔ اور یہہ بھی کہ جو بطیبت دل و رغبت قلب ایمان لاتا ہی وہی ایمان دار و دیندار محسوب ہوتا ہی نہ جبر و زبردستی سے زبانی اقرار کرنے والا ✦

مگر قرآن و حدیث کے احکام جہاد اسکے برخلاف ہیں اور دین اسلام زور و زبردستی سے منوایا گیا ۔ اب آپ ہی صاحب انصاف کریں کہ کیا حق ہی اور کیا باطل ✦

بعض علماے محمدی نے اوس جدال و قتال کو جو حضرت موسیٰ و یوشع وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے بحکم الہی کنعانیوں کے ساتھہ کیا تھا جہاد تصور کر کے لکھا ہی کہ جیسا کنعانیوں کا قتل کرنا انبیاے بنی اسرائیل کو حلال

تھا ویسا ہی محمدی دین میں جہاد کا حکم مسلمانوں کو تمام کافروں اور منافقوں پر ملا ہی +

مگر محمدیوں کے جہاد اور بنی اسرائیل کے جدال و قتال کو جو اُنھوں نے کنعانیوں کے ساتھہ کیا تھا یکسان جاننا یا تو باعث اِسکا ناواقفیت ہی کہ کتاب مقدس کے مطالب کو نہ سمجھکر ایسا خلاف امر لکھتے ہیں - یا صرف تجاہل ہی کہ جان بوجھکر ایسا دھوکھا نادانوں کو دینا چاہتے ہیں +

اِس واسطے کہ خداے تعالی نے تمام کتاب مقدس میں کسی مقام پر حضرت موسیٰ و یوشع و داؤد و سلیمان وغیرہ کسی نبی کو نہین فرمایا کہ تم کنعانیوں کو دعوت ایمان کرو اگر نہ مانیں تو اُنھیں قتل کرو - یا یہہ کہ یا تو وہ توریت کو مانیں وگرنہ قتل کرو - ایک کنایہ یا اشارہ بھی کسی جگہہ نہیں ہی کہ کسی کو زبردستی جبراً وقہراً دیندار بناؤ اور اپنی کتاب یا نبی کو منواؤ - حاشا و کلّا کہ ہرگز کسی نبی کی مراد اور مدعا یہہ نتھا کہ بزور شمشیر یا خوف جان و مال دلاکر کسی کو دیندار بناوے یا اپنی کتاب کو منواوے - بلکہ جب جب انسان اپنے خداے منان کے نافرمان ہوتے اور انواع و اقسام فسق و عصیان کرتے یہانتک کہ پیمانہ گناہ اُنکا لبریز ہو جاتا ہی حتی کہ خداے قدوس و غیور کی نظر عدالت میں اُنکا نیست و نابود کرنا احسن و انسب ہوتا ہی اُس وقت وہ اپنا قہر اُنپر نازل کرتا ہی

جیساکہ حضرت نوح کے وقت جو لوگ تھے سوائے چند شخصوں کے باقی سب
کے سب اپنے بداعمال و بدکرداری کے باعث مورد غضب الٰہی ہوکر طوفان
میں ہلاک ہوئے۔ پھر سدوم و عمورا کا حال بھی جیسا ہوا معلوم ہی وغیرہ ؛

پس اسیطور جب کنعانی اپنی شرارت اور بدی میں بڑھ گئے اور ہر گونہ
انواع و اقسام گناہوں اور نافرمانیوں میں زیادتی کرنے لگے اور اپنے خداوند
خدا سے باغی و سرکش و نافرمان ہوئے کہ بباعث اپنی گنہگاری اور بدکاری
کے خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور و مہجور اور مستحق غضب الٰہی و لائق سزا
ہوئے۔ اسواسطے خداے جلشانہ نے انکی بداعمالی اور بدکرداری کے
سزا دینے اور نیست و نابود کرنیکے لیئے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ سب کو قتل
کر ڈالیں اور سب سے جنگ و جدل کرکے فنا کردیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ
و یوشع وغیرہ انبیاے کرام نے انکو نیست و نابود کر دیا ؛

پس یہہ جدال و قتال ایک غضب الٰہی تھا اور قہر خدا جو کنعانیوں پر انکی
بداعمالی اور بدکرداریوں کے باعث نازل ہوا جیساکہ توریت میں کئی جگہہ صاف
صاف اس بات کو ظاہر فرمایا ہی۔ کنعانیوں کے واسطے بنی اسرائیل مثل آب
طوفان اور گندھک اور آگ کے تھے ؛

مگر کبھی ہرگز ہرگز اس جدال و قتال کی نسبت کسی نبی کی معرفت خدا نے

ایسا نہیں فرمایا کہ اگر کنعانی ایمان لاویں یا توریت کو مانیں یا حضرت موسیٰ یا یوشع وغیرہ کو رسول اللہ کہیں تو اُنکو معافی ھی +

پس ظاہر ہوا کہ جہادِ محمدی کو جدال و قتال بنی اسرائیل سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہیں ھی ـ مجرم اور مفسد کو سزا دینا انصاف ھی مگر کسی کو زبردستی بزور شمشیر کسی کتاب یا نبی کو منوانا اور اقرار کرانا ظلم ھی ـ فتامّل +

ساتواں اختلاف ـ یہ ظاہر ھی کہ آدمی کی روح جو عبادت الٰہی کیواسطے مخلوق ہوئی ھی وہ روحانی خوشحالی کی طالب اور محض محبتِ خدا اور اُسکے قرب و رضامندی سے خرسند و ارجمند ہوتی ھی ـ نہ جسمانی و نفسانی و شہوانی خواہشوں اور عیش و عشرتِ دنیاوی سے +

چنانچہ کتاب مقدس میں اُن برگزیدہ لوگوں کے حالات میں مرقوم ھی جو ایمان حقیقی خداوند یسوع مسیح کے وسیلے جنت میں داخل ہونگے اور جنتی ہوسنگے کہ خداوند مسیح (اپنی قدرت کی تاثیر کے مطابق جس سے وہ سبکو اپنے تابع کر سکتا ھی ہمارے خاکی بدن کی صورت کو بدل کر اپنے جلالی جسم کی مانند بناویگا) ـ اور یہہ کہ ایماندار بھی (فنا میں بویا جاتا ھی اور بقا میں اُٹھیگا + بےحرمتی میں بویا جاتا ھی اور جلال میں اُٹھیگا ـ کمزوری میں بویا جاتا ھی قدرت میں اُٹھیگا ـ حیوانی بدن میں بویا جاتا ھی اور روحانی بدن میں اُٹھیگا) ـ اور کئی مقاموں کے ملاحظہ

سے معلوم ہوتا ہی کہ ایماندار مسیحی جب عالم بقا میں پونہچیگا تو وہان سب دکھہ درد اور نقص و قصور سے دور ہوکر کامل اور خوشحال ہوگا۔ اور مقدور بھر خداشناسی حاصل کریگا اور خدائے تعالی کو دیکھیگا اور اوسکی حضوری اور قرب حاصل کریگا اور ہمیشہ خداوند مسیح کے پاس رہیگا۔ اور ایسی نیکبختی اور سعادت اور جلال اور عزت پاویگا جو عقل و فہم سے بیرون اور تحریر و تقریر سے افزون ہی۔ قرب الہی اور کامل محبت خدا اور عرفانِ حقیقی اور عبادتِ خالصہ اور رضاے مولا یہہ سب مدارج و معارج اوسکو حاصل ہونگے +

پھر لکھا ہی کہ اہل جنت نہ بیاہ کرتے نہ بیاہے جاتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں کی مانند ہیں۔ اور یہہ کہ وہاں کھانا پینا نہیں بلکہ راستی و سلامتی اور روح القدس سے خوشوقتی ہی +

مگر قرآن و حدیث میں اسکے خلاف خبریں ہیں۔ بہشت کو مجازی اور جسمانی و نفسانی خواہشوں کا مکان بیان کیا ہی کہ وہاں نہریں ہیں جو پینے والوں کو مزہ دیتی ہیں۔ اور مصفی شہد کی نہریں ہیں اور انواع و اقسام کے میوے اور شراب کباب اور پیالے اور جڑاؤ مسندیں اور حور و غلمان اور طرح طرح کے میوجات اور پرندونکا گوشت جو انکا جی چاہے اور موتی سے حور العین اور پرہیزگار عورتیں کہ جنھے انکو خاص طور پر پیدا کیا ہی باکرہ اپنے شوہرون کی محبوب اور ہمعمر اور اچھی رہیں

جو صرف اپنے شوہروں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور انکے شوہروں کے سوائے
کوئی انسان یا جن ان تک نہیں پہنچا ۔ اور عیش و عشرت کے مکان ۔
انگور کے باغ اور انار پستان حور اور لبالب پیالے ✤

اِسکے سوائے حدیثوں اور تفسیروں میں اور بہت سی باتیں لکھی ہیں جنکے لکھنے
اور کہنے میں بھی نہایت شرم و حیا آتی ہے ۔ اِس لیئے اِتنے ہی پر اکتفا کیا گیا ✤

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے سعادت اُخروی یہی ہے جسمانی نفسانی
شہوانی خواہشوں کا پورا ہونا کہ جو آدمی کی خواہش ہو وہاں موجود ہوجاتی ہے ۔ اور
عیش و عشرت و جملہ لذائذ و حظا نفس اِس جہان کے جنپر آدمی کی ناپاک خواہش گناہ
میں آغشتہ ہوکر راغب ہوتی ہے وہاں ملتی ہیں ✤

ای عزیز دوستو غور فرماؤ کہ ایسی آیتوں اور حدیثوں کے پڑھنے اور سننے
والوں کی نفسانی خواہشیں کسقدر متحرک ہوتی ہونگی اور اُنکے مزاج اور طبیعت انکی طرف
کسقدر مائل ہوتی ہونگی ۔ پس کیا ممکن ہے کہ خدائے قدوس سبحان جو اپنے بندوں
کی پاکی چاہتا اور جسکو انکی آلایش دنیاوی و نفسانی شیطانی دور کرنا منظور ہے وہ
آپ ہی ایسا کلام کرے اور ایسی نفسانی و شہوانی خواہشوں کو متحرک کرے ۔
ہرگز ہرگز نہیں ۔ تعالی اللہ عما یصفون ✤

اور پھر یہ بھی عرض کرتا ہوں جیسا اوپر کہا کہ اگر بالفرض کسیکو ایسی مضمون پسند

هوں یا ناپسند مگر بالفعل یهه دیکهو که کتاب مقدس مین ارشاد هی که اهل جنت تمام کدورتهاے جسمانی وخواهشهاے نفسانی سے پاک اور دور اور خداے تعالی کی محبت وعبادت اور اُسکے جلال وعزت سے معمور اور خداوند مسیح کے حضور خوشحالی روحانی ناآلودهٔ غیرفانی میں مسرور رہینگے اور وهاں کهانا پینا اور بیاه شادی نهوگی بلکه مثل فرشتوں کے هونگے - مگر قرآن وحدیث حور وقصور شراب وکباب کهانا پینا جیسا اِس جهان میں هی اور جو جو هوا وهوس انسان پُرعصیان یہاں کرتا هی وه سب بلکه اُسنے بڑهکر وهاں بتاتے هیں - فکیف التوفیق - ببین تفاوت ره از کجاست تا بکجا +

آٹهواں اختلاف - حالاتِ آفرینش وقصص انبیاے کرام واخبارات دیگر میں بهی اختلافات قرآن وحدیث کے بکثرت تمام هیں - که اگر کتاب مقدس کی خبریں حق ودرست هیں تو بلاشبهه قرآن وحدیث کے قصے غلط هیں - چند اُن میں سے ذیل میں عرض کیئے جاتے هیں +

(ا) کتاب مقدس میں ارشاد هی که خداے تعالی نے آدم کو ایک دن میں یا آفرینش کے چهٹے دن بنایا - مگر حدیثوں سے دریافت هوتا هی که آدم کو چالیس دن بلکه زیاده عرصه میں بنایا - فرشتوں کو حکم هوا که اُس مٹی کو جو ملک الموت زمین کا کهنا نه مانکر لے گیا تها گارا کیا چالیس روز تک اُسپر مینه برسایا ۳۹ روز غم کا پانی اور ایک روز خوشی کا - پهر اُس مٹی کو خشک کیا که مثل سفال کوزه گران هوئی که هوا

سے چلنے سے بھی تھی بس خدا نے اُس سفال سے آدم کا جسم بنایا +

(۲) کتاب مقدس کے مطالب سے دریافت ہوتا ہی کہ اُس صانع کامل نے آدم کو تمام گناہوں سے پاک اور نیکیوں اور خوبیوں سے معمور بنایا یعنی اُسکو ایسا پیدا کیا کہ وہ بیماری اور خواہشہائے نفسانی اور ہر قسم کی ہوا و ہوس اور جسم کی کاہلی و سستی سے آزاد اور پاک تھا حتی کہ گناہ کو جانتا بھی نہ تھا بلکہ اپنے خالق و رازق خداوند خدا کو بدرجہ کمال پہچانتا اور اُسکی محبت بدل و جان رکھتا تھا اور محض اُسی کی رضامندی میں اپنی خوشحالی و سعادت و مسرت سمجھتا تھا۔ الغرض خدا تعالی نے آدم کو ایسا پیدا کیا تھا کہ اُسکی روح عرفان حقیقی و محبت الہی میں مسرور و محظوظ و سعادتمند ہو کر گویا نقش و تمثال و صورت صفات کاملۂ الہی کی تھی اور وہ اِس قابل تھا کہ تمام روے زمین کی مخلوقات پر محبت و قدرت حکومت و سلطنت کرے +

مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم کو خدا تعالی نے ضعیف الخلقۃ اور ناقص بنایا۔ چنانچہ مذکور ہی کہ قبل آفرینش کے جب خدا نے فرشتوں سے ارادۂ خلقتِ آدم بیان کیا تو فرشتوں نے کہا کہ کیا تو ایسے کو بناویگا جو فساد کرے اور خونریزی کرے۔ پھر جب خدا نے جبرئیل کو زمین پر بھیجا کہ ایک مشت خاک آدم کے بنانے کو لاوے۔ زمین نے خدا کی پناہ

مانگی کہ مجھ میں سے خاک نہ لے کہ اُس میں سے ایک حصّہ جہنمی ہوگا۔ چنانچہ وُہ
بے نیل مقصود چلے گئے۔ پھر خدا نے میکائیل کو بھیجا یہی معاملہ پیش آیا۔
پھر اسرافیل کو بھیجا اُن سے بھی زمین نے یہی کلام کیا۔ آخر کو ملک الموت کو روانہ
کیا اُنھوں نے عذر و زاری زمین کی نہ سنی اور ایک مٹھی خاک لے ہی گئے۔
اسی صلہ میں قبض ارواح کی خدمت اُنکو عطا ہوئی +

پھر جب مٹی پر چالیس روز پانی برسایا گیا اور گلا یہ آدم بنایا گیا تو اُنتالیس[39]
روز غم کا پانی برسایا اور صرف ایک روز خوشی کا۔ جسکے سبب آدمی اکثر مغموم رہتا
ہے اور کبھی خوش رہتا ہے +

پھر جب خدا نے مٹی سانی تو پہلے ایک چلو میٹھے پانی کا لیا اور کہا تجھ میں
سے رسول اور نبی اور عاشقانِ خدا کو پیدا کرتا ہوں۔ پھر ایک چلو کھاری پانی کا
لیا اور مٹی سانی اور کہا تجھ میں سے ظالموں گنہگاروں اور فریبیوں اور شیاطین
کے ساتھیوں کو بناتا ہوں +

پھر لکھا ہے کہ ہوا و ہوس و شہوت و بلا چالیس روز تک آدم کے گارے
میں خمیر کی گئی ہیں +

اور لکھا ہے آدم تمام روے زمین کی شور و شیریں مٹی سے بنایا گیا لہذا اُسکی
اولاد میں سے جس میں شیرین جز غالب ہوتا ہے آخر کو وہ نیکبخت ہوتا ہے اور جس میں

شور جنہ غالب ہوتا ہی وہ آخر کو بدبخت ہوتا ہی ــ پھر لکھا ہی کہ انسان ضعیف اور سچے جی کا اور جلدباز بنایا گیا ہی وغیرہ +

الغرض بموجب تعلیم قرآن وحدیث کے معلوم ہوتا ہی کہ خدائے تعالی قدوس اور صانع کامل نے آدم کو ناقص وضعیف الخلقۃ وجلدباز اور سچے جی کا بنایا جسکی سرشت نقص وعیب وگناہ ومعصیت اور بدبختی سے تھی اور جو اکثر مغموم ومصیبت زدہ رہے اور کبھی خوش ہوئے بجنسہ ایسا ہی بنایا گیا جیسا کہ اب انسان دیکھے جاتے ہیں +

بھائیو غور کرو کہ کس طور ممکن ہی کہ وہ صانع کامل ایسی ناقص مخلوق بناوے ــ اور کس طرح ہو سکتا ہی کہ وہ خدائے قدوس جو گناہ ومعصیت سے مبرا ومنزہ ہی اور تمام بدی اور ناپاکی سے نفرت کرتا ہی وہ خود آدم کو بدکاری وناپاکی اور گناہ اور نقص اور عیب کا مجموعہ بناوے ــ کون اس بات کو سچ مانیگا کہ وہ ذو الافضال جو خوبی اور نیکی کا بانی ہی اور انسانوں کی خوشحالی ابدی کا چاہنے والا ہی وہ خود ہی آدم کو ایسا بناوے کہ وہ اکثر اوقات غم واندوہ اور مصیبت وتکلیف رنج ومحن وفکر وتردد میں رہے ــ کسکے وہم میں آسکتا ہی کہ وہ خدائے غیور جامع جمیع صفات کاملہ ایسی مخلوق کو اپنا خلیفہ بناوے کہ جسکے بنانے پر فرشتہ طعنہ ماریں اور زمین اُسکے بنانے کو مٹی دینے سے انکار کرے اور ملائک مقربین تک کو

سے بے نیل مقصود پھیر دیوے اور خدائے تعالیٰ کے حکم کو ٹال دے۔ ایسی بڑھی اور بدکار خونخوار اور مفسد مخلوق خود خدا بنا وے اور اپنا خلیفہ کرے العیاذ باللہ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہہ بیان بالکل نادرست ہے خدا نے تعالیٰ جو بہمہ وجوہ اپنی ذات و صفات میں کامل اور تمام خوبیوں اور رحمتوں اور برکتوں اور سعادتوں اور نیکیوں اور کمالوں اور خوشحالیوں کا منبع ہے اُس سے بالیقین ذی روح و صاحب تمیز مخلوق کا نیک و پاک اور خوب اور خوشحال اور کامل کا پیدا کرنا اقرب الی القیاس اور مستحسن بلکہ یقینی ہے اور اُسکے خلاف ظہور میں آنا ناممکن و محال +

پھر اسکے سوائے ابھی صرف اسقدر ظاہر کرنا ضرور ہے کہ کتاب مقدس میں حال آفرینش آدم اس طور لکھا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا کہ آدم کو خدا سے کامل و مستجمع جمیع کمالات نے اپنی پاکی و نیکی کے اقتضا سے اپنی صورت پر یعنی پاک و نیک و خوشحال و کامل پیدا کیا تھا۔ مگر قرآن و حدیث جو اُس کتاب کو کلام اللہ بتاتے ہیں باایںہمہ اُسی کتاب کی اِس خبر کو اُلٹ ڈالتے اور اُسکے بالکل خلاف سکھاتے ہیں +

(۲) کتاب مقدس سے دریافت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے زمین کی مٹی سے زمین ہی پر آدم کو بنایا اور بمقام عدن ایک باغ میں رکھا +

مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہے کہ خدا نے زمین کی مٹی سے اُسکو بنا کر آسمان پر بہشت میں رکھا +

(۴) قرآن میں ہی کہ خدا نے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں سو سب نے کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اسیواسطے وہ راندۂ درگاہِ الہی ہوا۔ حالانکہ کتاب مقدس سے ظاہر ہی کہ ابلیس آدم کے پہلے ہی سے نافرمان اور خدائے قدوس کی نظر میں مردود و نامقبول تھا۔

(۵) کتاب مقدس سے ظاہر ہی کہ خدا تعالی نے جب آدم کو باغِ عدن میں رکھا تو فرمایا تھا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھانا مگر نیک و بد کی شناخت کے درخت سے نہ کھانا۔ مگر آدم و حوا نے شیطان سے ایسا فریب کھایا کہ اپنے خالق و رازق اور مالک کی حکم عدولی کر کے اُس درخت ممنوع سے کھایا اور خداوند خدا کی محبت سے اپنے دل کو پھیر کر اُس خوشحالی اور سعادت اور اوج عزت سے اپنے آپ کو غم و اندوہ و نکبت و حضیضِ ذلت میں ڈالا۔

چنانچہ حال مفصل اسکا توریت میں مرقوم ہی جس سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم و حوا نے شیطان سے فریب کھایا جو سانپ میں سرایت کر کے اُنکے پاس گیا اور درخت ممنوع کے کھانے کی اُنکو تحریص و ترغیب دی اور مرتکب گناہ اور خدا کا نافرمان بنایا اِس جہت سے آدم خدا تعالی کے قرب و اختصاص اور شرف محبت اور خوشحالی جاوید سے دور ہوا اور ہر قسم کے رنج و غم و تکالیف گوناگوں میں اپنے آپ مبتلا ہوا جسمیں وہ اور اُسکی اولاد اُن تمام بلیات میں گرفتار ہوئی جو انسانوں میں دیکھی جاتی ہیں

اور جس طور گناہ اور نافرمانی کے باعث آدم کی روح ناپاک ہوئی اور اسکی طبیعت اور مزاج اور عادت خراب و بد ہو گئی اور دل میں کدورت اور عقل میں تیرگی آئی کہ عرفان حقیقی اور محبت اصلی اور قرب و اختصاص الہی اور اخلاق حمیدہ و عادات پسندیدہ اور خوشی و خرمی ابدی سے دور و مہجور ہوا اسی طور جسمانی قوت و طاقت و صحت میں بھی فتور پڑا کہ ضعف و ناتوانی اور انواع و اقسام کی بیماریاں اور درد و رنج عائد حال انسان ہوئے ✤

مگر قرآن و حدیث کے ملانے سے دریافت ہوتا ہے کہ اول شیطان مور کے پاس گیا کہ تو اپنے تئیں آراستہ کر کے بہشت میں آدم و حوا کے پاس جا اور اُنکے پاس ناچ کہ وہ اِس تماشہ کو دیکھکر فریفتہ ہوں اور میں آہستہ آہستہ بہشت کی دیوار تک پہنچوں جب وہ دیوار تک اِس وسیلے سے پہنچا ہاں ایک سانپ کے منہہ میں بیٹھکر سانپ سے کہا کہ دیوار کے اوپر سے مجھے پہنچا پھر دیوار پر سے پہنچکر آدم و حوا سے ملاقات کی اور درخت ممنوع سے کھانے کی رغبت دلائی چنانچہ اُنھوں نے اُس درخت سے کھایا اسپر خدا نے حکم دیا کہ تم سب بہشت سے زمین پر اُترو اور اُن میں آپس میں دشمنی ڈالی کہ سانپ اور مور اور آدمی میں طبعی دشمنی ہے ✤

مگر یہہ کچھہ بھی ذکر نہیں لکھا کہ آدم کی اِس گنہگاری سے کیا نتیجہ ہوا اُسکی مزاج

یا طبیعت میں کچھہ فرق ہوا یا کیا - اور سچ ہی کہ کیا لکھتے وہ تو کہتے ہیں کہ خدا

خدا ہی نے اونکو ناقص وغیرہ بنایا +

ہاں البتہ یہہ لکھا ہی کہ آدم وغیرہ سب زمین پر گرا دئے گئے - حوا جدہ

میں - ابلیس دشت میسان میں قریب بصرہ - سانپ اصفہان میں -

آدم ہندوستان میں - اور مور کسی اور جگہہ +

یا یہہ کہ آدم کی صورت ظاہری میں فرق آگیا کہ پوشش جسم جو مثل ناخن

کے تھی جاتی رہی ایسا جسم ہوگیا جیسا اب ہی صرف ناخون اُس پوشش اصلی

کے نشان ہیں وغیرہ +

(۶) کتاب مقدس میں خبر دی ہی کہ جس وقت طوفان ہوا خدا نے تعالیٰ

نے حضرت نوح کو فرمایا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں داخل ہو چنانچہ

نوح اور اُسکے تینوں بیٹے سام و حام و یافث اور نوح کی بی بی اور اُنکے

بیٹوں کی بیبیاں سب کشتی پر گئے اور خدا کے فضل سے سب کے سب

اُس طوفان سے بچے +

مگر قرآن و حدیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ نوح کا ایک بیٹا مسمیٰ

کنعان اور تھا وہ اور اُسکی والدہ کشتی میں داخل نہوئے کہ خدا نے نوح کو منع

کیا چنانچہ وہ دونوں غرق ہوئے +

حالانکہ کتاب مقدس سے معلوم ہوتا ہی کہ کنعان حضرت نوح کا پوتا تھا اور حام کا بیٹا جو بعد طوفان پیدا ہوا جس سے صیدا وحیت ویبوسی و اموری وجرجاسی وحوی وعرقی وصینی واروادی وصماری وحماتی پیدا ہوئے جنسے ایک ملک کا ملک آباد ہوا جسکا نام آج تک مشہور و معروف ہی ٭

(۷) کتاب مقدس میں لکھا ہی کہ حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے تھے مگر قرآن اور دوسری روایتوں کے ملانے سے واضح ہی کہ وہ آذر بیت پرست کے فرزند تھے +

(۸) تمام کتاب مقدس میں جا بجا مذکور ہی کہ حضرت ابراہیم کا نسب خدا نے فرمایا کہ حضرت اسحٰق سے ہوگا اور وہی فرزند یگانہ اور وعدہ کے فرزند کہلائے ـــ باقی اسمعیل ایک مصری لونڈی ہاجرہ کے پیٹ سے ہوئے اور اسی طور زمران ویقسان ومیدان ومیدیان ویسباق وسوخ قتورہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے یہہ سب فرزند موعود یا وارث یا قائم مقام والد کے نہ تھے ٭

پھر لکھا ہی کہ خدا تعالی نے ابراہیم کو فرمایا کہ اپنے فرزند یگانہ اسحٰق کو جسے تو پیار کرتا ہی لے اور اسکو ملک موریا کے ایک خاص پہاڑ پر قربان کر چنانچہ حضرت ابراہیم نے ایسا ہی کیا کہ مقام معلوم پر اپنے عزیز بیٹے اسحاق کو باندھکر لکڑی کے اوپر قربانگاہ پر دھر دیا اور چھری لیکر چاہا

کہ ذبح کریں مگر آسمان سے آواز سنکر باز رہے اور ایک مینڈھا اپنے پیچھے دیکھا چنانچہ اُسکو ذبح کیا۔

مگر قرآن و حدیث اِسکے خلاف کہتے ہیں کہ اسمعیل کے ذبح کرنے اور قربان کرنے کو حکم ہوا تھا اور یہہ سب قصہ اُنپر جماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمعیل ذبیح اللہ تھے۔ چنانچہ آج تک مسلمان عید الضحیٰ اِسی اعتقاد پر کرتے چلے جاتے ہیں۔ وائے بیخبری ایشان۔

(۹) علیٰ ہذا القیاس حضرت یعقوب و یوسف کے بہت سے حالات جو قرآن و احادیث میں مذکور ہیں وہ بالکل مخالف کتاب مقدس کے ہیں۔ جیسا کہ زلیخا کے تعشق میں وزیروں کی جوروؤں کا اِس بدکام کی مشورت میں شریک ہونا اور سب کا مفتون ہونا اور ہاتھوں کا چھریوں سے کاٹنا اور پھر زلیخا کا بتخانہ بنانا اور بڑھیا ہو کر پھر جوان ہونا اور یوسف سے شادی کرنا وغیرہ بالکل خلاف واقع اور معارض حال مندرجہ کتاب مقدس ہے۔

(۱۰) حضرت موسیٰ کے بھی بہت سے قصے جو قرآن و حدیث مین مذکور ہین وہ مخالف کتاب مقدس کے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ فرعون کی جورو نے حضرت موسیٰ کو پالا تھا مگر کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ فرعون کی بیٹی نے پرورش کیا تھا۔

پھر مذکور ھی کہ جب موسیٰ مدین سے مصر کو آنے لگے عورت اور بکریاں ساتھ لیکر جنگل میں رات کی سردی میں راہ گم کی اور عورت کو دردزہ شروع ہوا۔ دور سے آگ نظر آئی تب اُنھوں نے کہا کہ تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ھی شاید تمھارے پاس آگ سلگا کر لاؤں یا وہاں پر راہ کا پتہ ملے چنانچہ وہاں آگ کے قریب پہنچے تو وہاں خدا نے پکارا کہ ای موسیٰ میں تیرا رب ہوں اپنی جوتی اوتار الخ +

حالانکہ کتاب مقدّس میں ارشاد ہوا ھی کہ موسیٰ اپنے خسر یترو کے گلّے کی جو مدیان کا کاہن تھا نگہبانی کرتا تھا تب اُسنے گلّے کو بیابان کی طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا اُس وقت خدا کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اُسپر ظاہر ہوا۔ اُسنے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ھی کہ ایک بوٹا آگ میں روشن ھی اور وہ جل نہیں جاتا تب موسیٰ نے کہا کہ میں اب ایک طرف سے جاؤں اور یہہ عجائب دیکھوں کہ یہہ بوٹا کیوں نہیں جل جاتا ھی۔ جب خدا نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو ایک طرف پھرا تو خدا نے اوسے بوٹے کے اندر سے پکارا اور کہا کہ ای موسیٰ ای موسیٰ الخ +

(۱۱) اسی طور حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ انبیا کے حالات میں بہت سی مخالفتیں ہیں کہ کتاب مقدس میں کچھہ ھی اور قرآن و حدیث کچھہ کہتے ہیں

جو چاہے دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے - چنانچہ سلیمان کی نسبت مذکور ھی کہ انکی بادشاہت تمام جہان میں تھی اور وہ انسانوں اور تمام جنات اور جملہ حیوانات پر حکومت کرتے تھے اور حیوانوں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے - حالانکہ کتاب مقدس سے دریافت ہوتا ھی کہ سلیمان صرف بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے - اسی طور قصۂ بلقیس و تعمیر بیت المقدس وغیرہ میں کسقدر اختلاف ہیں +

(۱۲) وقس علی ہذا خداوند یسوع مسیح کے حالات پیدایش و پرورش و معجزات وغیرہ کے بیان میں بھی بہت اختلاف ہیں یہاں مین صرف ایک ہی امر لکھتا ہوں +

حضرت داؤد و اشعیا وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے صدہا سال پیشتر خبر دی تھی کہ خداوند مسیح دنیا میں آکر تکلیف اُٹھاوینگے اور گنہگاروں کے بدلے اپنی جان دینگے اور مظلوم ہو کر شہید ہونگے - اور جب ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا کا کلام پورا ہو چکا تو انجیل میں جا بجا صاف صاف خبر دی ھی کہ وہ سب پیشین گوئیاں بجنسہ و بعینہ پوری ہو گئیں کہ خداوند یسوع مسیح جہان میں آئے اور آپ پنطوس پیلاطوس کی حکومت میں دکھ اُٹھا کر مظلوم مصلوب ہوئے - مر گئے اور دفن ہوئے تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھے +

آپ کے حواریوں نے یہی منادی کی اور جماعت عامہ عیسیوں کی متواتر یہی شہادت دیتی چلی آئی ہی +

مگر قرآن کا حال اس باب مین عجیب ہی کہ ایک جگہہ تو اقرار ہی اور دوسری جگہہ انکار ہی مگر علماے محمدی کھینچ کھانچ کر دونوں جگہہ کو مطابق کرتے تاویلات بعیدہ سے کہ خداوند مسیح کو صلیب نہیں ہوئی اور نہ وہ قتل ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے +

الغرض ای بھائیو کہانتک لکھوں اس مین کسی طرح کا ادنی شبہہ نہیں ہی کہ اگر کتاب مقدس خدا سے حی القیوم عالم الغیب اصدق الصادقین غیر متغیر کا کلام ہی تو بلاشبہہ قرآن و حدیث اُسکی طرف سے نہیں ہیں ستاویلات بعیدہ کی بھی گنجایش نہیں کہ کھینچ کھانچ کر بھی ان میں اتفاق و مطابقت ہو سکے + بلکہ ہر منصف مزاج شخص دونوں کا مقابلہ کرکے اسبات کو بلاریب جان لیگا کہ قرآن و حدیث محمدی کتاب مقدس سے اس قدر مخالفت اور مباینت رکھتے ہیں کہ اگر کتاب مقدس کو الہامی اور منجانب اللہ فرض کرین تو ہرگز ہرگز قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں۔ مگر کتاب مقدس کے منجانب اللہ اور الہامی ہونے کی تصدیق خود قرآن و حدیث ہی کرتے ہیں اور جابجا اُسکو کلام اللہ بتلاتے ہیں۔ پس اس حالت میں دوسری دلیل

کی حاجت نہیں ہی اسی ایک کامل دلیل اور سچی علامت سے دریافت ہوتا ہی اور یقین ہوتا ہی کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں ہیں کہ جس کتاب کی بظاہر تصدیق کرتے اُسی کی بباطن تکذیب کرتے ہیں کہ اُسکے مطالب اور مقاصد اور مضامین کے خلاف تعلیم دیتے اور ساری کتاب کو اُلٹا پلٹا چاہتے ہیں ــ پس ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو جھوٹا ٹھہراتے ہیں ؞

اب نیازمند کے عنایت فرما دو قسم کے ہیں بعضے تو وہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ بلا شبہہ ہم ایمان کامل رکھتے ہیں کہ توریت و انجیل و زبور و جملہ صحف انبیاے کرام تمام و کمال کتاب مقدس الہامی اور من جانب اللہ ہی اور یہہ بھی کہ ابتک صحیح و اصلی اہل کتاب کے پاس موجود ہی جسکے ترجمے بہت زبانوں میں ہوئے ہیں ــ اور یہہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری زبان کٹ جاے اگر ہم کتاب مقدس کی حقیت اور من جانب اللہ ہونے کے باب میں کچھہ کلام کریں یا شک لاویں یا اُسکو محرف اور مبدل بتلاویں اگر کوئی ایسا شبہہ کرے تو خارج از دائرۂ اسلام ہی ؞

پس یہہ خیرخواہ اُن دوستوں کی خدمت میں یہہ التماس کرتا ہی کہ آپ

پہلی قسم مخالفین قرآن و توریت

صاحب ان تمام اختلافات کو ملاحظہ فرماویں اور بانصاف دل حسبۃً للہ توجہ کرکے اپنے ہی دل سے پوچھیں کہ کس طور ممکن ہی اور کس کا دل تسلیم کر سکتا ہی اور کون جان سکتا ہی کہ باوجود ان اختلافات کثیرہ متضادہ کے جو نہ صرف بعض فروع اور زوائد باتوں میں ہیں بلکہ اصول دین ارکان ایمان وطریق نجات واحکام باطن وغیرہ میں حسب شرح بالا ہیں اور پھر بھی کتاب مقدس اور قرآن وحدیث حق اور من جانب اللہ ہوں +

یا تو آپ صاحب اُس نتیجہ کو تسلیم فرمائیں جو مین نے اوپر لکھا ہی تو پھر غیر حقیت اسلام میں شک وشبہہ باقی نہیں ہی اب دوسری بات کا موقع ہی وگرنہ آپ اُن وجوہات کو پیش کریں جنسے موافقت ومطابقت قرآن وحدیث کی کتاب مقدس کے ساتھہ کرتے ہیں یا اسقدر مخالفت کو بھی خدا کے کلام میں روا رکھتے ہیں اور اُسکی ذات وصفات کے برخلاف نہیں سمجھتے

بعض احباب کو مین نے ایسا فرماتے سُنا کہ واللہ علی کل شیٍٔ قدیر اور یہہ کہ وہ مختار مطلق ہی وہ جیسا چاہے حکم دے اور بیان فرماتے +

مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُن صاحبوں نے ایسا کلام بن سوچے سمجھے فرمایا اور غور نہ کرکے ایسا کہا ۔ اِس واسطے کہ اگر ذرہ بھی دل میں سوچیں اور کچھہ بھی توجہ کریں تو اِس محل پر ایسی بات نہ کہینگے +

کیونکہ اول اُنکو سمجھنا چاہیئے کہ خدا ے تعالیٰ فی الواقع و فی الحقیقۃ سچا
اور اپنی ذات و صفات سے پاک و نیک و کامل ہی۔ انسان پر عصیان
کی مانند نہیں۔ پس کس طور ممکن ہی کہ جب اُسنے اپنی ایک کتاب میں
مسئلہ تثلیث فی التوحید و توحید فی التثلیث اور الوہیت و ابنیت خداوند
یسوع مسیح کو حق بتلایا ہو اور تمام گنہگاروں کی بخشایش محض ایمان خداوند
نجات بخش ممدوح پر منحصر بتلائی ہو اور انسان کا کمال اُن احکام کے
اتباع اور بجا آوری پر بیان کیا ہو جو کتاب مقدس میں مذکور ہیں۔ اور
اخبار جہان آیندہ اور احوال آفرینش و انبیاے کرام اُس طور ذکر
کیے ہوں جیسا کہ کتاب موصوف میں مسطور ہیں۔ پھر وہی خدا ان سب
باتوں کے خلاف بیان کرے اُنکو جھٹلاوے اور اُن اصول ایمانیہ
کو کفر ٹھہراوے اور اُس راہ نجات کو باطل بتلاوے دوسری کچھ
راہیں بخشایش کی ظاہر کرے۔ اور اُن باطنی احکام کو بدل ڈالے جو
ٹھیک اُسکی پاک و نیک ذات کے مطابق و موافق ہی اور جو اُسکی صفات
کاملہ کے عکس اور نمونے ہیں اور اُنکے بجاے رسوم ظاہری یا
ایسے احکام کی ہدایت کرے جو اُسکی ذات و صفات کے برخلاف
اور معارض ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اخبار آفرینش و قصص انبیاے کرام

وحالات عقبی کچھہ کے کچھہ بیان کرے — بعض عنایت فرماؤن نے
ایسا ارقام کیا ہی کہ کتاب مقدس کے صحیفون مین بھی مخالفت ہی
کہ ایک نبی کی کتاب دوسرے کے مخالف ہی ✤
پس آنکی خدمت میں یہہ التماس ہی کہ ابھی نیازمند کتاب مقدس کے
من جانب اللہ ہونے نہونے کی نسبت کچھہ گفتگو نہیں کرتا ہی — ابھی مطلق
یہہ تحقیقات پیش نہیں کی جاتی ہی کہ کتاب مقدس کلام اللہ ہی یا نہیں —
بالفعل یہہ دکھایا جاتا ہی کہ قرآن وحدیث خدا کی طرف سے بالیقین نہیں
ہیں — جب یہہ بات طی ہوچکیگی اُس وقت کتاب مقدس کے من جانب اللہ
ہونے نہونے کی بابت گفتگو کیجائیگی — اگر بالفرض کتاب مقدس میں
بھی ایسی مخالفت حقیقی اور تباین وتضاد اصول ایمانیہ وارکان دین
یا ہدایات وتعلیمات یا اخبار میں ثابت ہو تو اُسکی غیر حقیقت کی دلیل
ہوگی نہ اس بات کی وجہ ہوسکتی ہی کہ قرآن وحدیث مخالفت کتاب مقدس
کے نہیں یا کہ ایسی مخالفت کلام الٰہی میں ہونا ممکن ہی یا کہ خدا تعالی
اپنی ذات وصفات کے برخلاف ہدایت وتعلیم دیتا اور آپ ہی اپنی
بات کو جھوٹا ٹھہراتا ہی ✤
الغرض ای بھائیو حق جوئی اور راستی پسندی ضرور ہی اور بلا تعصب

وطرفداری احدے تحقیقات کامل درکار هی ـ جو نقص اور عیب جسمیں
فی الواقع وفی الحقیقة هی اُسکو تسلیم کرنا اور ماننا چاهیئے اور معیوب و مغشوش
سے کنارہ رہنا واجب هی ـ چاهے کوئی هو + کیونکہ خداے تعالی
حق پسند اور راستی دوست هی اور بس +

دوسری قسم کے اکثر نوازش فرماے خیرخواہ وہ ہیں جو مخالفت
قرآن وحدیث کو کتاب مقدس کے ساتھہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ فی الواقع
وفی الحقیقة قرآن وحدیث محمدی کے اصول ایمانیہ وتعلیمات وهدایت
واخبار وقصص مخالف ومباین کتاب مقدس کے ہیں کہ اگر ایک کو
ان میں سے حق اور منجانب اللہ مانو تو بلاشک دوسرا ناحق هی +

مگر وہ صاحب وہی دو دعوے پیش کرتے ہیں جو کچھہ عرصے سے
چند علماے محمدی نے اپنی کتب مباحثہ وغیرہ میں لکھے ہیں ـ یعنی
کہ کتاب مقدس جسکی کہ قرآن وحدیث میں تصدیق کی هی اور جسکو کلام اللہ
بیان کیا هی وہ اب بجنسہ وبعینہ اصلی موجود نہیں هی بلکہ محرف ہو گئی اور
بدل گئی اُسکے مطالب ومقاصد متغیر ہوگئے اسقدر کہ اب قابل اعتماد
واعتقاد کے نہیں رہی ـ اور اسکے سوا اب قرآن وحدیث کے
آنے کے باعث کتاب موصوف منسوخ ہو گئی کہ اگر اصلی بھی موجود

ہوتی تو بھی ہمکو اُسکو پڑھنا یا اُسپر عمل کرنا ناجائز و ناروا ہی کہ اب وہ مثل تقویم پارینہ ہی +

بنا بران بپاس خاطر اُن احباب کے اِن دونوں دعووں کے باب میں جو کچھہ حق درست ہی لکھا جاوے — اور میری دانست میں ایسے بھائیوں کو ضرور او فرض ہی کہ ان دونوں دعووں کی تحقیقات کما ینبغی فرمائیں — اگر ثابت ہو کہ فی الواقع کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد بدل گئے اور کچھہ کے کچھہ ہو گئے تو پھر قابل التفات نہیں اور نہ لائق اعتماد و اعتقاد کے ہی کہ وجہ مخالفت ظاہر ہو گئی +

اسی طور اگر کتاب موصوف کا منسوخ اور رد ہو جانا ممکن ہی تو سچ ہی کہ پھر اُسکا پڑھنا اور ماننا کیا ضرور +

اِس حالت میں صرف وہ دلائل درکار ہیں جنسے قرآن و احادیث کا من جانب اللہ ہونا ثابت ہو اور بس +

لیکن اگر یہہ دونوں دعوے ثابت نہوں بلکہ غلط اور باطل ٹھیریں تو پھر قرآن و حدیث کا اعتبار گیا اور بالیقین معلوم ہوگا کہ یہہ دونوں خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہیں کہ جس کتاب کو بار بار جابجا تصدیق کرتے اور اُسکو کلام اللہ اور خدا سے صادق کی طرف سے بتلاتے ہیں اُسکے مطالب

ومقاصد اور ہدایات وتعلیمات اصول ایمانیہ وارکانِ دین کو درہم برہم کرتے بلکہ انکو رد کرتے ہیں اور کفر بتلاتے ہیں اور نیئے عقائد اور اعمال عبادات وغیرہ مقرر کرنا چاہتے ہیں اور اسی کتاب کے اخبار معاد وحالات انبیاے کرام وغیرہ کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ تو ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو باطل کرتے ہیں +

اب اے بزرگو دوستو عزیزو پیارو یہہ آپکا خادم اور خیرخواہ عقبی التعصب و طرفداری چھوڑ کر ان دونوں دعووں کے باب میں جو بات حق و راست ہی عرض کرتا ہی اور طرفین کے عمدہ دلائل جو ابتک معرض تحریر میں آئی ہیں جمع فراہم کر کے لکھتا ہی۔ اور آپ صاحبوں کی خدمت میں بکمال آرزو و منت و سماجت یہہ امید رکھتا ہی کہ بنظر انصاف صاف دلی اور حق پسندی سے بغور و تامل ملاحظہ فرمائیں اور جو حق و درست نتیجہ ہی اُسکو سمجھ کر مجھے بھی اطلاع فرمائیں +

تحقیقات اوّل دعوی تحریف میں

اہل اسلام سے جب کہا گیا ھی یا صاف دکھایا اور بتلایا جاتا ھی کہ قرآن وحدیث کتابِ مقدس کی کس قدر تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اور جا بجا اُسکی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ھی مگر باوجود اِسکے پھر وہی دونوں اُسی کتاب کے مخالف اور مباین ہیں کہ اُسکے اصولِ ایمانیہ وارکانِ دین اور ہدایات و تعلیمات و اخبار و قصص سے کے خلاف سکھاتے اور بیان کرتے ہیں — بھلا پھر کس طور قرآن وحدیث خدائے اصدق الصادقین وعالم الغیب و غیر متغیر کی طرف سے متصور ہو سکتے ہیں — تو اِسکے جواب میں اکثر مسلمان بھائی ایسا جواب فرماتے ہیں کہ کتابِ مقدس جو اب یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ھی اصلی نہین ھی بلکہ اُسمیں تحریف کی گئی ھی کہ اب کتابِ موصوف بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہین رہی — اِس سبب سے قرآن وحدیث کے مطالب و مقاصد مذکورہ بالا اِس کتاب محرف سے نہیں ملتے ہیں بلکہ اُسکے برخلاف ہیں ؛

لہذا ضرور ھی کہ اوّل تحریف کے معنی اور مدعا دریافت کیا جاوے پس ظاہر ھی کہ جب اہل اسلام اس سوال کے جواب میں کہ (قرآن وحدیث

کس سبب سے کتابِ مقدس کے اصول ایمانیہ وارکانِ دین و تعلیمات وہدایات واخبار وقصص وغیرہ سے کے مخالف ومباین ومعارض ہیں) دعوی تحریف پیش کرتے ہیں اور اسکو وجہ مخالفت بیان کرتے ہیں پس واضح وآشکار ہے کہ مدعا کیا ہے — یہی کہ کتابِ موصوف کے مطالب ومقاصدِ مسطور تو ضرور اور انکے سوا اور مطلب بھی مثل بشارت محمد صاحب کے بدل گئے ہیں +

الغرض تحریف کتاب کا مدعا یہ ہے کہ اسکے مطالب اور مقاصد کا بدلنا اور متغیر کرنا کہ بحالت اصلی نہ رہیں — ایسی صورت میں وہ ناقابلِ اعتماد اور اعتقاد ہو سکتی ہے اور بس +

مگر ملاحظہ فرمایئے کہ تھوڑے عرصے سے چند علماے محمدی نے جنھوں نے تردید دین عیسوی میں تصنیفات وتالیفات کیں اور دعوی تحریف کو پیش کیا ہے جب انھوں نے اس دعوی کا ثبوت نہ دیکھا اور کوئی وجہ بنائی اور کسی نوع دلیل تحریف کی پیش نہ کر سکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے اور اسکا مدعا بھی کچھ کا کچھ بتلایا ہے +

چنانچہ غور فرمایئے کہ مولوی رحمت اللہ — اور ڈاکٹر وزیر خاں — جنھوں نے خصوصاً اس باب میں زیادہ تر تحریرات کی ہیں بلکہ ایک

کتاب خاص اس باب میں ارقام کی ہی جسکا حوالہ اکثر احباب اپنے
خطوط میں لکھتے ہیں کہ کتاب مذکور میں دعوی تحریف کو بخوبی تمام ثابت
کر دیا ہی اُسی کتاب میں ایسا مرقوم ہی۔ (تحریف کہتے ہیں بات
کے بدل ڈالنے کو اور یہہ بدل ڈالنا خواہ باعتبار معنی کے ہو اور اُسکو
تحریف معنوی کہتے ہیں خواہ باعتبار لفظوں کے اور اُسکو تحریف لفظی
کہتے ہیں پھر تحریف لفظی خواہ اس طرح پر ہو کہ ایک لفظ کو دوسرے
لفظ کے موضع میں رکھہ دیں خواہ اس طرح پر کہ کسی لفظ کو اپنی طرف سے
بڑھا دیں یا گھٹا دیں) پھر آگے بڑہ کر لکھا ہی (انشاء اللہ تعالی محققین
عیسائی مذہب کے اقرار سے بخوبی ثابت ہو جائیگا کہ اُن کتب کی بعض
جا میں بعض لفظ بعض لفظ سے بدل گیا اور بعض جا لفظ یا جملہ بڑھایا
گیا اور بعض جا سے لفظ یا جملہ اُڑا یا گیا ہی اور اسکو ہم تحریف اُن کتب
کی کہتے ہیں خواہ اسکو عیسائی لوگ کہیں کہ شرارت سے بے دیانتوں سے
قصداً ظہور میں آئی خواہ بسبب مفقود ہونے تواتر لفظی کے غلطی کاتبوں کی
یا وہم اصلاح دینے والوں کی طرف نسبت کریں کیونکہ ہمارے دعوی میں سب
قسموں کی تحریف لفظی میں مراد عام ہی کہ قصداً واقع ہو یا بغیر قصد کے)
اور دوسرے مسلمانوں کی تصانیف سے بھی ایسا ہی کچھہ معلوم ہوتا ہی

کہ وہ بھی تحریف اسی مدعا سے بیان فرماتے ہین — الغرض بموجب
تحریرات علماے محمدی کے تحریف دو قسم کی ٹھہری ایک معنوی یعنی کہ
گو الفاظ و عبارتِ کتاب تو بیجا ہون مگر مراد اصلی اور معنی حقیقی اُسکے بیان
نہون بلکہ خلاف منشاے کتاب و سیاق عبارت اگر اُسکی تاویل یا تفسیر
کیجاوے یا مطلب ظاہر کیا جاوے تو اُسکو بھی تحریف کہتے ہیں —
دوم تحریفِ لفظی یعنی کہ بعض مقاموں میں کلمہ یا کلام کا بجا نرہنا اِس طور پر کہ ایک
کلمہ یا زیادہ دوسرے کلمہ یا کلام کی جگہہ ہو جاوین یا ایک کلمہ یا کلام زیادہ یا کم
ہو جاوے تو تحریف لفظی کہلاویگی — اور یہہ تغیر و تبدیل خواہ قصداً کوئی
کرے یا کاتب سہو سے لکھہ جاوے یا غلط فہمی سے صحیح کی جگہہ غلط
لکھہ دے — یہہ سب تحریف کہلاتی ہیں — تو وہ کتاب جسکے معنی اور مطلب
صحیح بیان نہ کیئے جاوین یا جسمین لفظی تغیرات مذکورہ واقع ہوں محرف ہوتی ہے
مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ شخص سمجھہ سکتا ہے کہ جس حالت میں کسی کتاب کے الفاظ
و عبارت بجنسہ و بعینہ بحالت اصلی موجود ہیں جس طور مصنف نے تصنیف کی
ہے پس اگر اُسکے بعض مقاموں متشابہ ہیں فرقہاے مختلف جدا جدا تاویل
و تفسیر کرتے ہیں اور اِس جہت سے باہم اختلاف ہے — یا بالفرض و التقدیر
اگر فی الواقع بعضے لوگ اُسکے حقیقی معنی بیان نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنی جہالت

اشارت سے غلط تاویل و تفسیر کرتے ہیں اور خلاف منشاے مصنف
و سیاق عبارت مطلب بیان کرتے ہیں تو اس سے کتاب پر کیا نقص عائد
ہوتا ہی اور اسمیں کونسا نقص پایا جاتا ہی۔ کیونکہ جو حق کے طالب اور
راستی پسند ہیں وہ بلا شبہہ حسب سیاق عبارت و ربط کلام وغیرہ اصلی و حقیقی
مطلب و مدعا کتاب کا جان اور بیان سکتے ہیں۔ مثلاً قرآن کی بہت سی آیات
کے معنی اور مطلب میں اہل اسلام کے مختلف فرقے باہم اختلاف و نزاع
رکھتے ہیں اور جدا جدا تاویل اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور دیکھیے مجسمیہ اور
بعض قسم کے غالی صوفی وغیرہ بہت سی آیتوں کے معنی نہایت بعید الفہم
بیان کرتے ہیں بلکہ بالکل غلط تاویل اور تفسیر کرتے ہیں تو اس سے قرآن
محرف نہیں ہو سکتا ہی اور نہ کوئی اسکو تحریف کہتا ہی۔ بلکہ اسکو تحریف کہنا
نہایت نادانی یا تعصب ہی۔

اسی قبیل سے ہی اختلاف ترجموں کا کہ جس حالت میں کتاب اصلی یعنی
جس زبان میں کتاب تصنیف ہوئی اسکا نسخہ صحیح موجود ہی اور فرض کرو
کہ اسکا ترجمہ کئی شخصوں نے جدا جدا کیا ہی۔ پس اگر سب ترجمے متفق اللفظ
و المعنی نہوں بلکہ مختلف ہوں الفاظ میں اور بعض مقاموں پر اختلاف معنی اور
مطلب کا بھی ہو تو جاے تعجب اور مقام حیرت نہیں بلکہ اگر فرض کرو کہ بعضا

ترجمہ کسی سے نے غلط بھی کیا تو بھی اصلی کتاب جسکا ترجمہ ہوا محرف شمار نہ کیجائیگی
اور جسکو ذرا بھی تمیز ہی وہ ترجموں کے اختلاف لفظی یا معنوی یا بالفرض کسی
غلط ترجمہ ہونے کے باعث ہرگز نہ کہیگا کہ اصلی کتاب میں تحریف ہوگئی اور
اب اسکا اعتماد جاتا رہا ✤

کیونکہ ظاہر ہی کہ جب کئی شخص ایک کتاب کا ترجمہ کریں ایک ہی خاص
زبان میں تو ممکن نہیں ہی کہ سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی ہوں کیونکہ
ایک مترجم کتاب اصلی کے ایک لفظ کی جگہ ایک لفظ اُس زبان کا رکھتا ہی
جس میں ترجمہ کرتا ہی اور دوسرا مترجم اُسکے ہم معنی دوسرا لفظ اور تیسرا اُسکے
سواے دو لفظ۔ پھر بہت سے لفظ کتاب اصلی کے کئی معنیوں میں مشترک
ہوتے ہیں ایک مترجم ایسے الفاظ کو ایک معنی میں مستعمل کرتا ہی اور دوسرا
دوسرے معنیوں میں۔ اِسی طور کبھی ایک جملہ کے معنی ایک شخص ایک نوع سمجھتا
ہی اور دوسرا اُسکے دوسرے معنی جانتا ہی۔ پھر ایک مترجم کو پسند آتا ہی کہ
لفظی ترجمہ کرے اور دوسرا با محاورہ اور تیسرا دونوں کے بیچ میں ✤

اِسکے سواے اَور بہت سی وجوہات ہیں جنکے باعث محال عادی ہی
کہ اگر کسی کتاب کو کئی شخص ترجمہ کریں اور سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی
ہوں۔ چنانچہ جو صاحب ترجمہ کرنا جانتے ہیں اُنسے پوشیدہ نہیں ہی کہ اگر

ایک ہی شخص مختلف وقتوں میں کسی کتاب کا ترجمہ کرے اور دونوں ترجموں کو ملا وے تو دونوں متحد اللفظ و متفق المعنی نہونگے - پس جبکہ کئی شخص ترجمہ کریں تو اُنکے ترجموں کا یکساں ہونا لفظا اور معنی میں کیونکر ممکن ہی +

چنانچہ آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن کے کئی ترجمے زبان اُردو و فارسی میں ہوئے ہیں مگر باہم متفق اللفظ و المعنی نہیں ہیں +

منجملہ اُنکے چار ترجمے یعنی ترجمہ مولوی عبدالقادر صاحب[1] و ترجمہ رفیعی[2] و ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب[3] - و ترجمہ تفسیر یعقوب چرخی[4] ملا کر آپ مطالعہ کریں کہ باوجودیکہ یہہ چاروں شخص ہم ملت و ہم مشرب و ہم فرقہ ہیں تاہم اُنکے ترجمے یکساں نہیں +

بپاس خاطر آپ کے بدون اِسکے کہ ڈھونڈکر ایسے مقام لکھوں جہاں زیادہ تر فرق ظاہر ہوتا ھی بلکہ شروع قرآن سے چند آیات کا ترجمہ نیچے لکھتا ہوں ترجمات مذکورہ سے یعنی سورۂ فاتحہ +

(۱) شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا +

(۲) شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے کہ وہ رزق دینے والا اور بخشنے والا +

(۳) بنام خداے بخشایندۂ مہربان +

(۴) آغاز میکنم من بنام خداے نیک مہربان نیک بخشاینده +

(۱) سب تعریف اللہ کو ھی جو صاحب سارے جہان کا بہت مہربان

نہایت رحم والا +

(۲) سب تعریفیں واسطے اللہ کے کہ پروردگار عالموں کا بخشنے والا

مہربان +

(۳) حمد مر خداے راکہ پروردگار جہانیانست بخشایندۂ مہربان +

(۴) ہمہ ثنا با خداے را سزد کہ ہرچہ کند عین حکمتست +

(۱) مالک انصاف کے دن کا +

(۲) خداوند دن جزا کا +

(۳) خداوند روز جزا +

(۴) بادشاہ روز قیامتست +

(۱) تجھی کو بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں +

(۲) تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں +

(۳) ترا می پرستیم واز تو یاری میخواہیم +

(۴) ترا بندگی میکنم واز تو یاری میخواہم +

(۱) چلا ہمکو راہ سیدھی +

(۲) دکھا ہمکو راہ سیدھی +

(۳) ہدایت کن مارا راہ راست +

(۴) بنماے مارا راہ راست +

(۱) راہ اُنکی جن پر تو نے فضل کیا نہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے +

(۲) راہ اُن لوگوں کی جو نعمت کی ہی تو نے اُنپر سوائے اُنکے جو غضب کیا گیا اوپر اُنکے اور نہ گمراہ ہونگے +

(۳) راہ آنانیکہ انعام کردی برایشان نہ غضب شدہ بر آنہا و نہ گمراہان +

(۴) راہ آنانکہ نیکی کردہ برایشان نہ خشم گرفتہ شدہ برایشان گمراہان +

پھر آپ اُس ترجمے کو بھی ملاویں جو امامیہ مذہب والوں نے زبان اُردو میں کیا ہی کہ مقامات کثیر میں جہاں جہاں اختلاف تاویل و تفسیر کا اہل تسنن کے ساتھ ہی کس قدر فرق اور اختلاف لفظوں و معنوں کا ان ترجموں سے ہے

اسی طور اگر معتزلوں یا دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اس زبان میں ترجمہ کریں تو معانی اور مطالب میں بھی علاوہ الفاظ و عبارت اور محاورہ کے کس قدر فرق ہوں +

اور فرض کرو کہ اگر کوئی کم استعداد و نادانی سے یا کوئی الٹی اور بعید الفہم تاویل و تفسیر الاغلاط ترجمہ کرے — تو ان سب صورتوں میں چاہیے کہ یہ آئی

فرق اور اختلاف ترجموں کے الفاظ اور معانی اور مطالب میں کیوں نہ ہو جاوے
لیکن درحالیکہ اصل نسخہ یعنی عربی نسخہ قرآن کا سب کے پاس یکساں ہے لہذا قرآن
محرف شمار ہو سکتا ہے اور نہ ان اختلاف تراجم کے باعث سے قرآن غیر معتبر
ہو سکتا ہے اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اب قرآن قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہے +

اب باقی رہی تحریف لفظی اُس طرح کی جو حسب ادعائے علمائے محمدی
اوپر مذکور ہوئی یعنی تبدیل و تغییر یا کمی بیشی بعض الفاظ کی حسب شرح بالا +
پس واضح ہو کہ جب کسی کتاب کے نسخجات کثرت سے جابجا مروج ہو لیے
اور جگہ جگہہ اُسکی نقلیں ہوتی ہیں اور مدتہائے مدید تک لاکھوں کاتبوں کے
ہاتھ سے لکھی جاوے تو ممکن نہیں ہے کہ اُسکے سب کاتب کوئی غلطی نہ کرے
اور تمام نقلیں من کل الوجوہ مطابق اصل کے ہوں بلکہ ضرور بالضرور کاتبوں کی
کم استعدادی اور ناواقفیت اور سہو و نسیان اور غفلت و بے احتیاطی وغیرہ سے
اُن نقلوں میں اعراب و نقاط اور حروف و کلمات بلکہ کبھی کبھی جملوں کا بھی فرق
واقع ہو گا — چنانچہ آپ صاحبوں میں سے جس کسی کو کسی کتاب کے دو چار ہی
قلمی نسخوں کے مقابلہ کا اتفاق ہوا ہو گا تو اس امر سے بخوبی آگاہ ہونگے —
بلکہ چند و چند ہی کی یا دس پانچ نقلیں اگر چند شخصوں سے کرائی ہونگی اور پھر اُنکا
مقابلہ کیا ہو گا تو پتا ہوا ہو گا کہ سب کے سب کاتبوں سے بالکل صحیح مطابق

اصل نہ لکھا ہوگا ضرور غلطیاں نقل میں ہوئی ہونگی - اب آپ خیال فرماویں کہ
اگر آپ کسی کتاب کے سو دو سو نسخے جمع کریں جو مختلف ملکوں اور مختلف وقتوں اور
مختلف استعداد اور لیاقت کے لوگوں نے لکھے ہوں تو کیا ممکن ہی کہ وہ سب نسخے
اعراب و نقاط اور حروف اور کلمات اور جملوں میں بالکل موافق و مطابق ہمدگر ہوں
ہرگز ہرگز نہیں - بلکہ ضرور بالضرور اُن نسخوں میں بہت جگہہ سوا اختلاف
اعراب و حروف و نقاط کے کلمات اور جملوں کا بھی فرق ہوگا - اور فرمایئے
کہ اگر ایسا اختلاف کسی کتاب کے اس قدر نسخوں کے مقابلہ کرنے میں پایا جاوے
تو کوئی ایسا کہیگا کہ یہہ کتاب محرف ہی یا اُس صورت میں اصل وہ نسخہ جو مصنف کے
ہاتھہ کا لکھا تھا اگر بسبب امتداد زمانہ و انقلاب روزگار کے موجود نہو پس واسطے
تصحیح کے کونسے عمدہ اور سب سے بہتر تجویز ہو سکتی ہی کہ اُسکے پرانے
اور نئی نقلیں جسقدر بہم پہنچیں اور جہاں تک دستیاب ہوں جمع کرکے مقابلہ
کریں اور جیسا حق تصحیح ہی ادا کیا جاوے - پس اگر دس بارہ سو کتاب کا
مقابلہ کیا جاوے تو لامحالہ اُنہیں غلطیاں یعنی اختلاف نسخہ پایا جاویگا پس
اگر ایسا بھی کوئی کرے کہ برائے مزید احتیاط ایک نسخہ صحیح اُسنے لکھکر جس
کتاب میں جو جو بات ایسی پائی کہ سب نسخوں میں نہیں بلکہ اسی خاص نسخہ میں یا
دو چار اور نسخوں میں بھی تو اُسکے اظہار کے واسطے نشان و علامت نسخہ کی جگہہ

اس کمال عرق ریزی اور محنت کے ساتھہ تصحیح کرے کہ نقطہ اور اعراب اور لفظ
اور جملہ وغیرہ سب بڑے اور چھوٹے اختلاف نسخہ کو بھی بتلاوے تو اب
آپ صاحب انصاف فرماویں اور داد دیں کہ اس سے زیادہ اور کونسا درجہ
تصحیح کا ہی ۔ اور یہہ بھی فرمایئے کہ ایسا کرنا کون ہی جو تحریف بتلاویگا اور
کون ہی کہ ان اختلاف نقاط و اعراب یا بعض لفظوں یا نہایت قلیل جملوں کو
تحریف کہیگا اور اُس کتاب کو جسکے نسخوں کا اسطور مقابلہ کیا گیا غیر معتبر
و غیر معتمد ٹھہراویگا ہاں البتہ اگر کسی کتاب کے نسخے باہم ایسے مختلف اور متفرق
ہوں کہ اُسکے مطلب اور مقصد اور مضامین اور تعلیمات میں اختلاف اور تعارض
اور تناقض ہو یا بیشی و کمی مفرط ہو تو اس حالت میں ضرور اُس کتاب کا اعتبار
نہوگا کہ ایک نسخہ میں ایک قسم کے مطلب اور مقصد ہیں اور دوسرے میں دوسرے مضمون
اور ہما وغیرہ ۔ مثلاً آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن جسکی حفاظت اور صیانت
اہل اسلام بہت کرتے ہیں اور ایک مختصر کتاب ہی کہ تھوڑے عرصہ میں
بہت لوگ زبانی بھی یاد کرلیتے ہیں اور خاص اُسکی صحت اور اصلیت پر بڑا
فخر کرتے ہین اُسی کے مختصر حال کو سنیں اور غور فرماویں ؛

مین اس مقام پر نہ حال وقت تالیف و تصنیف قرآن کا ذکر کرتا ہوں
کہ کتنی آیات اور سورتیں پہلے قرآن میں تھیں اور محمد صاحب نے انکو پیچھے خارج کرایا

یا کونسی سورت یا آیتیں تھیں جنھیں خود محمد صاحب اور اُنکے صحابی بھول گئے — اور نہ اُس کیفیت اور اُن ماجروں کا حال لکھتا ہوں جو بوقت جمع و ترتیب قرآن گذرے اور جو اختلاف اور نزاع ہوا اور جو صحیفہ عثمان نے جمع کیا اُسپر کیا کیا کلام صحابیوں نے کیا کہ کسقدر قرآن درج ہونے سے باقی رہا ہے اور کون کون سی سورت اب اس مجموعہ میں شامل کی ہے جو قرآن نہیں ہے وغیرہ — بلکہ صرف اتنا ہی نہایت مختصر حال آپ کو لکھتا ہوں کہ جو نسخہ عثمان خلیفہ ثالث نے جمع کیا اور اُسکی نقلیں بھیجکر جاری کیں اور مروج کیں اُسی کا حال آپ ملاحظہ کریں ✦

(اتقان — نوع ۲۰) کہ جب عثمان نے اپنے نسخہ کی نقلیں جاری کیں اور قرآن اطراف و جوانب میں پھیل پڑا اور زمانہ تابعین بھی گذر گیا تو اُن لوگوں میں سے ایک قوم امام قرأت کے کھڑے ہوئے جنکی قرأتوں کی لوگ پیروی کرتے تھے وہ قریب بیس کے تھے — اُن میں سے سات شخص زیادہ مشہور ہوئے — بعدہ لکھا ہے کہ اُنکے بعد بہت وایات قرأت ہر کہیں منتشر ہوئیں وے اُنکے پیچھے جدا جدا ہوئیں گروہیں جو اُن سے روایتیں کرتی تھیں اُن میں سے دو دو شخص ہر ایک اُن ساتوں قاریوں کی روایات بیان کرنے کو مشہور ہوئے — پھر جب جھوٹ پھیل گیا

اور قریب تھا کہ حق اور باطل مل جاوے تب بہت سے لوگ اُمت سے
کھڑے ہوئے اور غایت درجہ کوشش کی اور حروف قرات کو جمع
کیا اور وجوہ اور روایتوں کو جانچا اور اُن میں سے صحیح و مشہور و شاذ
کو جدا جدا کر کے کتابیں علم قرآت میں تصنیف کیں اُن میں سے اول
تصنیف کرنے والے چھہ شخص تھے - اُسکے بعد اور بہت سے لوگ
انھیں کے دنوں میں اور اُنکے بعد کھڑے ہوئے جنھوں نے قرات
قرآن میں انواع انواع تالیفات کیں - اور امام قرآت کے بیشمار ہیں *

پس بھائیو خیال کرو کہ اگر اُسی نسخہ قرآن کو صحیح مانا جاوے تو بھی
کسی طور ممکن نہیں ہے کہ اُسی نسخہ کی نقل مطابق اصل اب مسلمانوں کے
پاس موجود ہے - کیونکہ جب روایات مختلف ہیں جیسا کہ میں بیان کرونگا -
پس کیونکر ممکن ہے کہ اُن بیس شخصوں ہی کی روایت درست ہوں جو بعد تابعین
کے گذرے کیونکہ اگر صحیح روایت ہر شخص کی تھی اور اصلی نسخہ کے مطابق
تو اُن میں باہم اختلاف کیوں تھا نہ صرف روایات میں بلکہ قرآت میں -
اور جب کہ احتمال غلطی کا ہے کہ اُن بیس قاریوں کی ایک ایک جگہہ کی روایت
مختلف فیہ میں سے صرف ایک ہی مطابق اصل نسخہ کے مانی جاوے
تو بھی ضرور احتمال بیجا ہے کہ کچھہ ضرور نہیں ہے کہ جو انھیں بیس شخصوں کو

روایت میں وہی صحیح تھیں اور اُنھیں کا اجتہاد خالی از غلطی تھا۔ پھر اُن تیرا میں
میں سے صرف سات مشہور ہوئے جنکی قرأتوں کا نام پایا جاتا ہی باقی تیرہ
شخصوں کی روایت کا پتا نہیں۔ تو ہرگز کوئی شخص درست نہ جانیگا کہ اگر
یہہ مشہور ہوگئے تو اِنھیں کی روایت اور قرأت ٹھیک ہیں اور وہ تیرہ غلطی پر
تھے۔ بلکہ ضرور بہت سی ایسی قرأت ہونگی جو اُنکی بھی صحیح ہونگی اور سات کی بھی غلطی
ہونگی ⁂

پھر اُن سات مشہور راویوں کی روایتیں قرأتیں بھی منتشر ہوئیں تو جو
اُنکے روایتیں اُن دو دو قاریوں سے نے بیان کیں چاہیئے اکثر صحیح ہوں
مگر بہت جگہہ غلطی کھانے کا بھی احتمال قوی بلکہ ضروری ہی کیونکہ مدا صحیح و غلط
یا مشہور و شاذ وغیرہ دریافت کرنیکا صرف زبانی تھا۔ پھر ملاحظہ کیجیے کہ اُسکے
پیچھے روایتوں کا اختلاف جدا جدا اور قرأتوں کی کثرت یہاں تک ہوئی
کہ لکھا ہی کہ قریب تھا کہ حق اور باطل ملتبس اور یک صورت ہو جاوے تب
بہت سے لوگوں سے نے روایات جمع کرنا اور حق و باطل پہچاننا شروع کیا
اور قرأتوں کی قسمیں جدا جدا بیان کیں — بھلا کیونکر یقین ہو سکتا ہی کہ جو تحقیقات
اِنھوں سے نے کی اور زبانی روایتوں میں سے دریافت کر کے لکھا وہ سب
درست تھا۔ اور جو اُنھوں سے نے غلط اور باطل روایتیں جانکر ترک کردیں

اور اُنکو چھوڑ دیا وہ فی الواقع سب کی سب موضوع اور جھوٹی ہی روایتیں تھیں
اور جن روایتوں کو اُنھوں نے معتبر ٹھہرایا وہی معتبر تھیں اور پھر یہہ بھی
کہ جو اُنھیں چھہ شخصوں نے دریافت کیا ہی راست ہی اور باقی نادرست
ہیں ٭

پس اگر اِن سب وجوہات اور حالات کو خیال کیا جاوے تو ہرگز شک
نہیں رفع ہو سکتا ہی کہ بعد انقلابات کثیر کے اور مدت مدید تک زبانی روایات
کے اوپر مدار رہنے کے نتیجے — انکا قرآن بجنسہ و بعینہ وہی ہی جو محمد
نے لکھا تھا — اور باقی دوسری روایتیں اور قراتیں جو بیشمار لوگ جدا
جدا طور پر بیان کرتے اور پڑھتے تھے وہ سب بالکل غلط تھیں —
کسی طور اطمینان نہیں ہو سکتا ہی — مگر اب صرف سات ہی قرات اُن سات
قاریوں کی طرف سے منسوب لکھی جاتی ہیں — باقی کا نشان بھی نہیں ٭
مگر اب انھیں ساتوں قراتوں کے اختلافات کو ملاحظہ فرماویں کہ وہ
کتنے ہیں — قریب سوا دو ہزار کے ٭

پھر یہہ سوا دو ہزار اختلافات صرف قرات یعنے پڑھنے ہی کے نہیں
ہیں کہ جنکا تعلق اختلافِ معنی سے نہو جیسا کہ ایک جبرئل پڑھتا اور دوسرا
جبرئیل پڑھتا ہی یا ایک قرات میں یَبسُطُ ہی اور دوسری میں یَبصُطُ — بلکہ ا

اختلاف بھی کثرت سے ہیں جنسے معانی الفاظ اور مطالب جملوں میں بڑا فرق ہوتا ھی ÷

چنانچہ ایک میں مذکر ھی دوسرے میں مؤنث - ایک میں واحد ھی دوسرے میں جمع - اسیطور ایک میں صیغۂ غائب دوسرے میں حاضر یا متکلم - ایک میں معروف ھی دوسرے میں مجہول - ایک میں لازمی ھی دوسرے میں متعدی اسیطور اختلافِ ابواب کا بھی بہت ھی جنکے مختلف ہونے سے بہت فرق معانی میں پڑتا ھی - پھر ایک میں اسم فاعل ھی دوسرے میں اسم مفعول - پھر ایک میں ایک لفظ ھی اور دوسرے میں دوسرا لفظ جنکے معنی بہت مختلف ہیں - پھر اختلاف اعراب اواخر کلمات کے ہیں جنکے باعث بہت بھاری فرق مطلب میں ہوجاتا ھی کہ ایک میں ایک کلمہ فاعل ھی دوسرے میں مفعول پھر ایک میں مفعول ھی اور دوسرے میں بحالتِ جر - وغیرہ ÷

پس ان اختلاف روایات کے بموجب بہت سے اختلاف معانی الفاظ اور مطالب جملوں میں واقع ہیں - بلکہ بہت جگہہ اخبار میں فرق پڑتا ھی اور کہیں احکام شرعی اور فرائض میں اختلاف ہوتا ھی - جس کسی کو دیکھنا ہو مفصل حال اسکا کتب قرأت اور تفاسیر کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ھی - یہاں بخوف طوالت اسی مختصر بیان پر اکتفا کیا گیا ÷

اہل اسلام لیسے اختلافات کثیر کو بھی جو صرف انھیں سات روایات کے بموجب دیکھئے کہ نہ صرف پڑھنے کا اختلاف ھی بلکہ معانی الفاظ و مطالب جملے بلکہ احکام شرعیہ میں بھی بہت سا فرق اور تبدیل و تغییر کرتے بلکہ کئی جگہہ کمی و بیشی کلمات کی بھی ھی جنکے باعث بھی معنی و مطلب کلام کے مختلف ہوتے ہیں اختلاف قرأت کہتے یعنی پڑھنے کا فرق بتلاتے ہیں ــ اور ظاہر ھی کہ اگر ایک روایت صحیح ھی تو دوسری بلا شبہہ غلط ھی ــ کوئی مصنف اپنی کتاب میں مختلف لفظ مختلف المعانی و متغیر المطلب و متضاد الاحکام نہیں کہتا ھی ــ اور اِسکے سوا کہیں سے ثابت نہیں کہ عثمان نے اپنے قرآن میں سات طور کی مختلف قرأتیں لکھی تھیں یا مختلف لفظ اور لغت درج کیئے تھے +

یہہ لوگ جس طور اِس اختلاف نسخوں کو اختلاف قرأت نام رکھتے اسی طور یہہ بھی کہتے کہ قرآن سات قرأت میں نازل ہوا ھی اور ایسا بھی بعض صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ساتوں قرأت یہی ہیں جو لکھی جاتی ہیں اور تمسک کیواسطے ایک حدیث پیش کرتے کہ محمد صاحب نے کہا ھی (ان القرآن اُنزل علیٰ سبعۃ احرف) یعنی قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ھی ــ پس کہتے ہیں کہ سات حروف یہی سات قرأت مذکور ہیں +

لیکن اول تو احادیث کا اعتبار بہت دشوار ھی دو سو ڈیڑھ سو برس کے

تیچھے لوگوں سے سنی سنائی باتیں جنمیں سے پانچ اپنی دانست میں معتبر
جان کر لکھی ہیں اور کچھ یقینی بات نہیں کہ جو اُن لوگوں نے صحیح سمجھا وہی معتبر
ہو جب جنمیں حدیث موضوع اور جھوٹی مشہور تھیں یا لوگ روایت کرتے تھے
تو ایسی حالت میں جتنی اُنھوں نے معتبر جانیں اُنپر اعتبار کیونکر ہو سکتا ہی۔
کہ اتنی مدت مدید کے بعد ایک بات ہی صداقت کی تحقیقات کامل ہونا دشوار
ہی پس ان انبار کتب کا صحیح فی الواقع ہونا صرف پانچ چھہ شخصوں کی کوشش
سے امر محال ہی۔ اور پھر اگر صحیح بھی فرض کرو تو ناممکن ہی کہ صدہا
حدیثیں صحاح کی باہمدگر مخالف اور متباین ہیں جو تکذیب یکدگر
کرتی ہیں ❊

بیان اسکا بہت طویل ہی اس واسطے اسیقدر پر اکتفا کرکے یہہ
عرض کرتا ہوں کہ اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہہ حدیث محمد صاحب نے کہی تو
اس سے یہہ بات مان لینی کہ مراد یہی اختلاف روایات کے بموجب مختلف
قرآت وغیرہ ہیں وہی مراد ہیں کسی طور ممکن نہیں ❊

اس واسطے کہ اس عبارت کے معنی کہ (قرآن سات حرفوں پر نازل
ہوا ہی) اول تو اِسمیں اختلاف ہی اور عبارت مشتبہ ہی کون یقیناً کہہ سکتا
ہی کہ سات حرف سے کیا مراد ہی۔ بعضے کہتے ہیں کہ مراد اس سے

اختلاف لغات متحد المعنی ہی کہ جدا جدا قوم استعمال میں لاسکتے تھے جیسے
ہلم و تعال و اقبل کہ سب ہم معنی ہیں (حدیقہ) ابتدائے اسلام میں اختیار تھا کہ جدا
جدا لغات مذکورہ میں پڑھیں (ایضاً) اور بعضے کچھ اور تاویل کرتے ہین —
امام جعفر سے روایت ہی کہ جب اُنسے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات
حرفوں پر نازل ہوا ہی جواب دیا کہ جھوٹ بولتے ہیں خدا کے دشمن ہمارا قرآن
صرف ایک حرف پر نازل ہوا ہی (ایضاً) اور امام باقر کہتے ہین کہ قرآن ایک ہی
ہی اور ایک کی جانب سے نازل ہوا ہی مگر اختلاف راویوں کی طرف
سے ہی — (ایضاً)

پھر اکثر لوگوں معتبر کا قول ہی کہ سات حرفوں سے ہرگز مراد سات قرأت
نہین ہی — پھر ایک شخص لکھتا ہی کہ ایک قوم نے گمان کیا ہی کہ مراد سات
حرف سے سات قرأت موجودۂ حال ہی مگر یہہ بات خلاف اجماع اہل علم کے
ہی اور یہہ گمان نہیں کیا ہی مگر بعض جاہلوں نے (اتقان) پھر ایک اور کہتا ہی کہ جنہنے
ایسا گمان کیا بڑی غلطی کی ہی — (ایضاً)

علی سے روایت ہی کہ سات حرف سے مراد سات قسمیں مطالب کی
یعنی امر — زجر — ترغیب — ترہیب — مثل — جدل — قصص مراد ہی (حدیقہ)
ابن مسعود سے روایت ہی کہ سات حرف سے مراد زجر — امر — حلال

حرام — محکم — متشابہ — امثال ہی (ایضاً) امام جعفر کہتے ہیں کہ حرف سے مراد بطون قرآن ہیں اور تاویلات کہ ایک ایک آیت کے سات سات معنی ہیں +

بعض مفسرین قدیم نے اس حدیث کے پندرہ طور پر معنی لکھے ہین کہ سات حرف سے مراد بعضے یہہ جانتے اور بعضے یہہ سمجھتے ہیں اور بعضوں نے چالیس معنی تک بیان کیئے ہیں کہ یا یہہ معنی ہیں یا یہہ جسکو دیکھنا ہو تفسیر اتقان مین دیکھہ لے +

الغرض سات حرفوں سے سات قرأت مراد لینا یقینی بات نہیں ہی اور اکثر قول ہیں جنسے معلوم ہوتا ہی کہ ہرگز یہہ مراد نہیں ہی بلکہ بہت طرح کی قباحت اس معنی لگانے سے لازم آتی ہی +

ولو فرض سات حرفوں سے سات قرأت بھی ہوں تو بالکل ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ وہ سات قرأت جنکو محمد صاحب نے ذکر کیا یہی سات قرأت ہیں جو اب موجود ہیں کیونکہ ایک جھوٹی اور منکر روایت بھی نہیں جسکا سلسلہ پورا لکھا ہو کہ یہہ سات قرأت فلانے سلسلۂ روایت سے محمد صاحب تک پہنچتا ہی — بلکہ کبھی کسی نے ایسا دعوی بھی نہیں کیا ہی +

پھر کون سی دلیل ہی جس سے کوئی وہم بھی کرے کہ یہہ سات قرأت

موجودہ حال وہی ہیں جنکا ذکر اس حدیث میں ہی — پھر جو حال راویوں اور قاریوں
کا ابتدا میں ہمنے لکھا ہی وہ متفق علیہ ہی کہ کتب مستند و معتبرہ میں ایسا ہی
لکھا ہی — پس جیسا کہ وہ بیان صحیح ہی تو پھر نادان بھی جان سکتا ہی کہ یہہ اختلاف
قرأت کس طور پیدا ہوئے ہیں ؛

(حدیقہ سلطانی)

چنانچہ ایک مشہور مجتہد شیعوں کا سید محمد باقر رشتی لکھتا ہی کہ قاریوں کی
سند محمد صاحب تک متصل ہونا ثابت نہیں ہی بلکہ ظاہر یہہ ہی کہ اختلاف ان
راویوں کے خود انکی طرف سے تھے کہ یہہ لوگ اہل زبان تھے اپنی سمجھ
کے موافق ایک ایک قرأت اپنے واسطے مقرر کر لیتے تھے اور اگر انکی سند
محمد صاحب تک متصل ہوتی تو اختلاف دور ہو جاتا ایک قاری دوسرے قاری
کی صحت پر کیوں اعتراض کرتا ؛

بہرحال اسمیں کسیطرح کا شک نہیں کہ قرآن کے اعراب و حروف و الفاظ
میں سوا دو ہزار اختلاف اب موجود ہیں جن میں سے بہت سے ایسے
بھی ہیں جنکے باعث معانی الفاظ جدا جدا ہوتے اور مطلب اور احکام بھی
مختلف اور متبائن ہمدگر ہو جاتے ہیں اور یہہ اختلاف صرف اسی باعث سے
ہوئے کہ قرآن جابجا جاری ہوا اور اس جہت سے حافظوں اور قاریوں
کے پڑھنے یعنی قرأت میں اور قرآن کے نسخوں میں فرق پڑ گیا ایک نے

ایک صحیح جانا اور دوسرے کو غیر صحیح اور دوسرے نے اپنے کو صحیح سمجھا اور دوسرے کو نادرست۔ مگر واسطے عزت و حرمت کے ان لفظوں کو صحیح و غلط تو نہ کہا۔ صرف اختلاف قرأت کہا حالانکہ ایک روایت کا ماننے والا دوسرے پر رد و قدح کرتا ھی +

اسکے سواے اُن روایات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو اہل تشیع پیش کرتے ہین ۔ مراد میری اس مقام پر اُن روایات سے نہیں ھی جو وہ خود جمع و ترتیب قرآن مین کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بہت سی طویل و قصیر سورتین کی سورتین عثمان نے بسبب عداوت اپنے نسخہ مین نہیں لکھیں۔ بلکہ مدعا میرا اُن اختلاف سے ھی جو اس صحیفہ عثمانی مین وہ لوگ رکھتے ہین اور صاف صاف لکھتے ہین کہ تغیر اور نقصان اس قرآن مین بھی واقع ہوا ھی جو اب اہل سنت کے پاس ھی اور وہ تغیر اور نقصان چار قسم کا ھی۔ (حدیقہ سلطانی)

اول یہہ کہ تبدیل ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے جیسا کہ (کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ) لکھا ھی اور اصل مین (کُنتُم خَیرَ ائمۃٍ) مگر بعد کو دشمنان اہل بیت نے بدل دیا ھی۔ دوم یہہ کہ قرآن دونوں طرح نازل ہوا مگر بعضے شخصوں نے فاسد غرضوں کے باعث ایک کو منع کرکے دوسری قرأت مین منحصر رکھا ھی سوم یہہ کہ آیت مین کچھہ کمی کردی ھی جیسا کہ اصل مین یہہ تھا (یَا اَیُّھَا الرَّسُول

بلّغ ما اُنزل الیک فی علیٍّ) مگر دشمنوں نے علی کا لفظ ساقط
کردیا ہے۔ چہارم یہہ کہ منجملہ سات حرفوں کے کہ قرآن اُنپر نازل ہوا دونوں
قسمیں تھیں مگر چونکہ زیادتی اُنکے واسطے مضر تھی اِسواسطے اُسکو موقوف کردیا فقط
الغرض ای بھائیو خلاصہ کلام اس مقام پر یہہ ہی کہ اگر اُن سب اختلافات
اعراب وحروف وکلمات اور تبدیل وتغیر اور کمی وبیشی الفاظ کو کوئی ملاحظہ
کرے اور کہے کہ اب قرآن محرف ہی کہ ایک قاری کچھ پڑھتا ہی اور دوسرا
کچھہ بتلاتا ہی اور بہت سے قاری تھے کہ جنکی روایتوں اور قراٴتوں کا نام
ونشان بھی نہیں ملتا ہی اور بقول شیعوں کے مخالفوں نے قصداً وعمداً
تبدیل اور کمی بیشی بھی کردی ہی تو اُس حالت میں تحریف ہوگئی اور اِس جہت
سے اعتماد نہیں ہوتا ہی کہ یہہ قرآن وہی ہی جو عثمان نے لکھا تھا بلکہ
بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہی بلکہ سب کا سب نامعتبر ونامعتمد ہی
یا جیسی تعریف کہ علماے محمدی نے تحریف کی بیان کی ہی چنانچہ سابق
ازین مذکور ہوئی کہ تحریف کہتے ہیں بات کے بدل ڈالنے کو الخ
تو اُسکے بموجب قرآن محرف ہی اور اب قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی
اِسواسطے کہ اُسمیں تحریف معنوی بھی ہوئی ہی اور محققین اہل اسلام وامامان
ملت ومجتہدان مذہب کی روایات سے بخوبی تمام ثابت ہی کہ اس قرآن میں

بہت سے مقاموں پر بعض لفظ دوسرے لفظ سے بدل گیا ھی اور بعض الفاظ بڑھائے گئے ہیں اور بعضے اوٹ لٹ گئے ہیں — تو کیا کوئی اسبات کو راست جانیگا اور قرآن کو محرّف اور نامعتبر و نامعتمد سمجھیگا — ہرگز نہیں ⁘

بلکہ یہ ظاہر ھی کہ جس حالت میں اصل نسخہ عثمانی موجود نہ تھا کہ جس سے مقابلہ کرکے صحیح و غلط میں امتیاز کر لیتے اور یقیناً بتلا سکتے کہ یہ لفظ اصل میں لکھا گیا وغیرہ اور روایتوں اور قرأتوں اور نسخوں میں اختلاف صریح پایا گیا پس علما نے تحقیقات کی اور جیسا اُنکو دریافت ہوا اور جہان تک اُنکی عقل میں آیا اور راست کو ناراست سے تمیز کر سکے کیا اور ایسا ہی بیان کیا ھی — اور اب جسقدر قرأتیں پائی جاتی ہین اور جو جو اختلاف ہیں جزئیات اور خفیف باتوں میں ہیں باقی تمام اصول ایمانیہ و ارکان اسلام و تعلیمات و اخبار وغیرہ جملہ مطالب و مقاصد سب روایتوں اور قرأتوں کے بموجب یکساں ہیں کچھہ اختلاف نہیں ھی — اس جہت سے قرآن محرف نہیں ھی اور نہ اسکو کہہ سکتے ہیں کہ اب قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں ھی — بلکہ جیسا نسخہ عثمان نے ترتیب و جمع کرکے لکھا تھا اب موجود ھی — البتہ اگر قرآن کے نسخون یا اُسکی روایتوں میں اور قرأتوں میں ایسے بھاری فرق ہوتے کہ اُسکے مطالب

ومقاصد مذکورہ باہم گر مخالف ومباین یا کم وبیش ہوتے تو ضرور تحریف ثابت ہوتی ✦

پس ایسا ہی حال کتاب مقدس کا بھی سمجھو کہ اگر علماے اہل اسلام کتب تاویلات وتفاسیر آیات متشابہات فرقہاے متفرقہ مسیحی یاعقاید واعمال و اقوال بعض بدعتیوں کو دیکھکر یا ترجموں کے لفظی اختلاف کو معاینہ کرکے کہیں کہ کتاب مقدس میں تحریف معنوی ہوئی ہے — جیسا بعض صاحبوں نے بڑی دھوم دھام ایسی باتوں میں مچائی کہ فلانا فرقہ ان آیتوں کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور یہہ مدعا سمجھتے ہیں اور فلاں فلاں فرقے انکے معنی مرادی اور باطنی بیان کرتے ہیں اور فلاں فلاں آیات کی تفسیر وتاویل میں یہودیوں اور عیسائیوں میں یا فلاں فلاں فرقہاے مسیحی میں اختلاف ہے یا فلانا ترجمہ علانے ترجمے سے متفق نہیں ہے ایک نے یہہ لفظ لکھا ہے اور دوسرا یہہ لفظ لکھتا ہے یا فلانا دو لفظ درج کرتا ہے وغیرہ — یا پرانے زمانہ میں چند لوگ بدعتی ایسے تھے جو ایسا عقیدہ رکھتے تھے یا کلام خلاف تعلیم کتاب مقدس کے کہتے تھے یا چند اشخاص ایسے بداعمال تھے وغیرہ — پس بھائیو کیا یہہ ہنسنے کی بات نہیں ہے کیا یہہ تعصب ونادانی نہیں ہے بھلا ان باتوں سے کہیں تحریف ثابت ہوتی ہے — یا ان سے کتاب مقدس کے اصل

نسخہ پر کچھہ نقص عائد ہوتا ہی یا ایسے امروں سے کتاب موصوف نامعتبر و غیر معتمد ٹھہر سکتی ہی مطلق نہیں و ہرگز نہیں ◆

بلکہ ملاحظہ فرمایئے کہ اُن صاحبوں نے صرف اتنی ہی باتوں پر اکتفا نکیا بلکہ آور بہیر دیکھیئے کہ دہریوں اور ملحدوں اور منکروں کے اقوال بہی درج کیئے کہ وہ فلاں فلاں مضامین اور مطالب کو ایسا سمجھتے اور فلاں فلاں آیات سے یہہ معانی بتلا کر اسی طرح ٹھٹھا کرتے اور ایسے اباطیل کلمات کہتے ہیں کہ معجزے کے جزو ایسی باتوں میں بھر دیئے ہیں بھلا کوئی اِن صاحبوں سے پوچھے کہ دہریوں ملحدوں بے ایمانوں کو کتاب مقدس سے کیا نسبت اور اونکے اقوال کا کتاب موصوف کے ساتھہ کیا تعلق اور اگر وہ لوگ مطالب و تعلیمات کتاب پاک کو اچھا نہیں جانتے تو اس سے کیا غرض — اور اگر وہ اِسکے مضامین کو پسند نہیں کرتے اور خدا کے کلام پر ہنستے ہیں تو اِس سے تحریف کا کیا ثبوت ◆

علیٰ ہذا القیاس اگر علماے موصوف نے حالات تصحیح کتاب مقدس و مقابلہ نسخجات کثیر کتاب موصوف پڑہ کر ظاہر کیا کہ بوقت مقابلہ اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کا اختلاف پایا گیا تھا کہ بعض نسخہ میں یہہ لفظ تھا اور اکثر میں یا بعض میں یہہ کلمہ وغیرہ یا کمی بیشی بہی بعض الفاظ کی بعض مقاموں پر پائی گئی — تو اس سے بہی ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ کتاب مقدس میں تحریف

واقع ہوئی ہی اور یہہ کہ وہ قابل اعتماد و اعتقاد کے نہین ہی جس حالت مین کہ تمام مطالب و مقاصد و اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین و جملہ تعلیمات و ہدایات وغیرہ سب کے یکسان اور موافق و مطابق ہمگر ہیں +

بلکہ ای بھائیو آپ پر واضح ہووے اور بخوبی ظاہر کہ اگر ہم اُن روایات او حالات سے قطع نظر کریں جو دربارہ جمع و ترتیب قرآن وارد ہیں اور اہل تسنن کی معتبر حدیثون اور اہل تشیع کی مستند کتابوں سے ثابت و متحقق ہوتا ہی کہ کئی بہت بڑی بڑی سورتین اور چند چھوٹی سورتین اور بہت سی آیات عثمان کے نسخہ میں درج نہیں ہوئیں خواہ لاعلمی سے یا عداوت اور دشمنی کے باعث وغیرہ +

بلکہ صرف اُسی نسخہ کو صحیح قرآن مان لیں تا ہم اتنا اطمینان نہیں ہوتا ہی کہ بالفعل جو قرآن مروج ہی وہ اقرب الی الصحت اُس صحیفۂ عثمانی سے ہی جسقدر کہ نسخہ کتاب مقدس موجودہ حال کی نسبت اطمینان ہوتا ہی اصل مصنفین کے نسخہ کے ساتھ قرآن موجودہ حال کی صحت صحیفۂ عثمانی کے ساتھ مطلق ایسی نہین جیسی کتاب مقدس موجودہ حال کی صحت اصل نسخہ مؤلفین سے ہی +

کیونکہ اوّل تو یہہ کہ کتاب مقدس کا اول حصہ یعنی عہد عتیق گیارہ سو برس متواتر انبیاے بنی اسرائیل کے ہاتھہ مین مسلسل محفوظ رہا من بعد پہلی صدی مین خداوند یسوع مسیح نے اُسکی شہادت دی اور تصدیق کی اور اُسپر بار بار

حوالہ دیا۔ پھر سو برس تک زمانہ حواریین کا رہا جو رسول خدا تھے انھوں نے بھی تصدیق اُسکی کی اور اسیطور عہد جدید بھی سو برس کے قریب خود حواریوں کے ہاتھہ مین رہا اور اُن کے وقت مین بھی جاری و مساوی ہوا اور اُنکے بعد بھی اُنکے شاگردون اور دینداروں میں مستعمل رہا اور کوئی اختلاف اوائل تین صدی تک مسموع نہیں ہوا +

مگر جب صحیفہ عثمانی مرتب ہو چکا خود صحابیوں ہی میں اختلاف شروع ہوا اور جدا جدا طور پر پڑھتے تھے بلکہ اسقدر بالفعل اختلاف نہیں جتنے اُسوقت تھے۔ پھر تابعیوں کا حال بھی ویسا ہی تھا کہ جو جسکا مقلد اور مطیع تھا اُس طرح پڑھتا تھا۔ پھر بعد گذر جانے زمانہ تابعین کے جو حال اختلاف ہی وہ اوپر گذر چکا +

دوم یہہ کہ کتاب مقدس کے نسخوں کا مقابلہ مدت مدید کے بعد بھی جب کیا گیا یعنی جبکہ سترہ سو برس عہد عتیق کے مروج اور ملک بملک و شہر بشہر جاری ہوئی گذرے تھے اور عہد عتیق کو تو بہت ہی زمانہ ہو چکا تھا یعنی کہ توریت کو قریب سوا تین ہزار برس کے ہو چکے تھے مگر باوجود اسقدر دراز عرصہ اور کثرت نقول کے جب قدیمی اور حال کے نسخجات قریب و بعید کے جمع کر کے مقابلہ کیا تاہم اتنے کم اور ناگوار اختلاف اعراب و نقاط و حروف و الفاظ دیکھے گئے +

مگر قرآن کا تعارض روایات اور اختلاف مذکورۂ بالا دو سو ہی برس کے عرصے

ہیں اس کثرت سے ہوگیا کہ جنہیں سے آئے یہ صرف سات قرآتین موجود ہیں انہیں میں اسقدر
اختلافات دیکھے جاتے ہیں پس جب مشتے نمونہ از خروارے کا یہہ حال ہی
تو کل کا حال قابل خیال کرنیکے ہی کہ کتنا ہوگا +

سوم کتاب مقدس کے نسخوں کے اختلاف ایسے ناگراں اور غیر مضر ہیں
کہ اگر تمام الفاظ وغیرہ مختلف فیہ کو ترک کردو تو کوئی مضمون یا مطلب یا تعلیم و نصیحت
یا امر و نہی وغیرہ کم نہین ہوتے ہیں اور اگر سبکو رہنے دو تو ان امورات میں سے
کچھہ بیشی نہیں ہوتی ہی +

مگر قرآن کی یہی سات قرآتین ایسی مختلف ہیں جنکے باعث اخبار و احکام میں
بھی فرق پڑتا ہی کہ اگر ایک راست اور واجب الاتباع ہی تو دوسرا ناراست اور
واجب الترک ہی +

چنانچہ وضو میں پانوں کا دھونا یا مسح کرنا وغیرہ +

چہارم یہہ کہ کتاب مقدس کے مصححین نے ہزاروں نسخہ لکھے ہوئے
زمانہ قدیم اور حال کے اطراف و جوانب قریب و بعید سے فراہم کرکے مقابلہ کیا
اور پھر بخوبی تمام محنت شاقہ اپنے اوپر گوارا کرکے خاطر خواہ اطمینان بخش تصحیح کی
کہ وہ اختلاف اکثر قریب کل کے رفع بھی ہو گئے اور صحت قرار واقعی ہوگئی صرف
چند معدود مقام مشتبہ رہگئے اور وہ بھی ایسے ہیں کہ اُنکے باعث

نہ کوئی تعلیم نہ حکم نہ نصیحت کم ہوئی ہی نہ زیادہ ہوئی ہی نہ تغیر نہ تبدیل ہوئی ہی +
مگر قرآن کی روایات اور اختلافات صرف زبانی ستھے جو وقت وقت اور
جگہہ جگہہ کے لوگوں میں پھیل پڑے پس جسنے تحقیقات کی اُسنے زبانی باتوں
سے کی اپنے وقت کی جاری اور زبانی باتوں میں سے اور خاص اپنی جگہہ یا
دو چار مقاموں پر چل پھر کر ۔ اور آخر کو صحیح نہ معلوم ہوا کہ کونسی بات صحیح ہی
اور کونسی غلط +
پنجم یہہ کہ کتاب مقدس کے مصححین نے مدۃ العمر کمال محنت و عرق ریزی
کر کے نسخجات کثیرہ مذکورہ مقابلہ کیا اور اختلافات کے چھانٹنے میں یہانتک
احتیاط کی کہ اعراب و نقاط کی بھی اگر کسی میں غلطی پائی تو اُسکو بھی بقید نسخہ لکھہ دی
تاکہ ہر شخص جو اُسکو دیکھے اُس مقابلہ اور تصحیح کو دیکھہ سکے اور سب اختلافوں
کو جو نہایت خفیف اعراب تک کے ستھے شمار کیا اور بتلا دیا اور نتیجہ جو اُس مقابلہ
اور تصحیح کا تھا مُن و عَن لکھہ دیا +
مگر قرآن کے قاریوں نے جو روایتیں پائیں اور جو اختلاف دریافت کیے
اور اُن میں سے جو معتبر پائے اور جو غیر معتبر اور خلاف جدا جدا نہ بیان کیے اور نہ ظاہر کیے کہ کیسی
جھوٹی روایتیں اور قرائتیں تھیں اور کسی باعث سے اُنکا کذب معلوم ہوا اور کونسی صحیح روایت یا قرأت ہی اور
کس وجہ سے دریافت ہوا ۔ بلکہ یہانتک کہ صحیح روایتوں کو بھی قلمبند نکیا صرف زبانی بعض قرأتوں کو

درست جانکر پڑھا اور تعلیم دیا اور پھر کئی بار ایسا ہی ہوا اور جب ایک عہد گذرا دوسرے میں اختلاف ہوتا رہا اور نزاع رفع نہوا - اِسی طور حال بار بار ہوتا رہا کہ آخر کو یہہ نوبت پہنچی کہ جھوٹ اور سچ مخلوط اور ہم شکل ہو جاوے - تب کتابیں لکھی گئیں +

پس اِس حالت میں نہ یہہ معلوم ہو سکتا ہی نہ اطمینان حاصل ہو سکتا ہی کہ پہلے جو اُن بیس شخصوں سے دریافت کیا تھا فلاں فلاں وجہ سے درست تھا اور اُن میں سے اُن مشہور ساتوں کی تحقیقات اِن وجوہات سے زیادہ صحیح تھی اور پھر جب جھوٹ چھپ گیا تھا اُس وقت میں جو علما نے حق و باطل جدا کیا اِن دلائل سے قابل اطمینان ہی - اِس سے در گذر یہہ بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے کیا کیا دریافت کیا تھا اور کسکو کون درست جانتا تھا - اب تو صرف وہی ہی جو اُن ساتوں کی طرف منسوب ہی اور بس +

پس آی عزیزو جس حالت میں کہ اہل اسلام قرآن کو باوجود اِن سب امور قادح مذکورۂ بالا کے اب درست اور صحیح نسخہ عثمانی یقین کرتے ہیں اور فی الواقع با عقلا جامعین اور کل سے محرف نہیں اور غیر معتبر و غیر معتمد نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا - تو پھر کتاب مقدس کی صحت اور اصلیت میں باوجود امور مفیدہ و معتبر مسطورہ کے بطریق اولی کتاب اصلی و معتبر و معتمد ماننا اور جاننا واجب ہی +

بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ علماے محمدی موصوف نے صرف تعصب کی راہ سے

تحریف کی ایسی غلطی معنی بتلائے اور ان جزئی اور چھوٹے تغیر یا تبدیل اعراب
و نقاط و حروف الفاظ کو دکھا کر کتاب کو غیر معتبر و نامعتمد ظاہر کیا ٭

حالانکہ اس سے بدرجہا بڑھکر قرآن مین تبدیل و تغیر و کمی و بیشی مذکور بکثرت
موجود کہ جسے وہاں جا کر اختلاف قرأت کہتے ہیں یعنی پڑھنے کا اختلاف اس
جگہہ ہرگز لفظ تحریف نہین فرماتے ہیں اور اس اختلاف کے باعث قرآن
کو غیر معتبر و ناقابل اعتماد نہیں ٹھہراتے ہیں بلکہ اسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں
اور قرآن کو یہانتک صحیح اور اصلی جانتے ہیں کہ اسکی صحت اور اصلیت کو بھی باوجود
ان اختلاف کثیرہ کے معجزہ بیان کرتے ہین ٭

ہر چند طول ہوتا ہی مگر براے تمثیل ایک دو کا اور بھی قابل غور ہی کہ اہل تسنن
بعد قرآن کے بخاری کو اصح الکتاب یعنی سب سے صحیح جانتے ہین اور اسپر
عمل کرنا واجب جانتے ہیں کہ اجماع امت اسپر ہی ٭

مگر ملاحظہ فرمائیے کہ مین اسکی تصدیق نہین کرتا ہوں کہ جو بخاری نے
حدیثیں جمیع کیں وہ سب صحیح ہیں یا نہیں ــ مگر صرف یہہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہہ
کتاب جو بخاری نے لکھی اہل تسنن سب کے سب اسکو بعد قرآن صحیح تر جانتے
اور مانتے ہین جا بجا اسکا درس ہوتا اور تعلیم ہوتی ہی ــ ایک شخص بھی نہیں کہ
اس کتاب کو محرف یا غیر معتبر کہتا ہو بلکہ نہایت صحیح اور مستند جانتے ہیں اور

جابجا اسناد اسکی رکھتے ہیں ــ اور متواتر ملتے ہیں ــ پس اسی کا حال دریافت فرمایئے کہ مولوی احمد علی صاحب نے اسکو دہلی میں سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں چھپوایا اور بنظر تصحیح قریب بیس نسخوں یا شرحوں کے مقابلہ کر کے چھاپا ہے ــ مگر آپ صاحب دیکھیں کہ باوجودیکہ انھوں نے مقابلہ نسخجات مذکورہ میں اعراب نقاط و حروف کی غلطیاں جو کثیر الوقوع ہیں کہ کاتب زیادہ تر ان باتوں میں سہو و نسیان کرتے ہیں خیال نہیں کیا ہے اور نہ انکا ذکر کیا ہے بلکہ ایک نسخہ کو متن میں درج کیا ہے اور باقی نسخوں کے الفاظ اور جملوں مختلف کو حاشیہ پر ظاہر کیا ہے ــ پس آپ بخوبی ملاحظہ کریں کہ کسقدر الفاظ بلکہ جملے کے جملے اور عبارتوں میں اختلاف ہے اور کتنے لفظ اور کتنے جملے بجائے لفظ اور جملوں کے بدلے گئے اور بڑھائے گئے ہیں کہ جنکے باعث بہت سی تعلیم نصیحت و احکامات کثیر میں بھی فرق پڑ جاتا ہے قریب سترہ ہزار غلطی کے ہے اور تقدیم و تاخیر تو اسقدر ہے کہ صفحے کے صفحے علی ہذا القیاس خلاف احادیث و عبارات بلکہ ابواب تک کی نوبت ہے جو چاہے اس نسخہ کو قلمی نسخے سے ملا کر دیکھ لے ــ کہ کسقدر فرق ہے ؛

پس اگر اعراب نقاط و حروف کو بھی شمار کیا جاتا تو کتنی غلطی گنی جاتیں اور پھر اگر بجائے اسقدر قلیل نسخوں کے پرانے اور نئے قریب اور دور ملکوں سے ہزار بارہ سو جلد فراہم کر کے مقابلہ کیا جاتا تو فرمایئے سترہ لاکھ غلطی سے کم ہوتی ؛

پھر کتاب ابو داؤد کی بہت معتبر ہی ھی یہانتک کہا گیا ھی کہ علم دین کی کوئی
کتاب اسکی مثل نہیں ھی اور کافۃ النّاس اور طبقات فقہائی اسکو قبول کیا ھی وغیرہ
اور اہل تسنّن اُسکو ہی بہت صحیح اور واجب العمل جانتے ہیں۔ اُسکی روایت
کئی شخص کرتے ہیں یعنی ابو بکر اور ابو سعید اور ابو علی اور ابو عیسیٰ۔ مگر جو کتاب
مذکور کہ بروایت ابو سعید ھی اُسمیں سے کتاب الفتن و الملاحم ۴ صفحہ کلان ساقط
ہیں و قریب نصف کتاب اللباس ندارد ھی اور اسیطور کتاب الوضوء و کتاب الصلوٰۃ
و کتاب النکاح سے بھی کم ھی +
اور اسیطور باقی تین شخصوں نے جو کتاب لکھی اُنکے نسخے بھی اگرچہ اسقدر
ناقص نہیں مگر باہم مختلف و بیش و کم ہیں +
مگر علماے اہل اسلام اسکو بھی تحریف نہیں کہتے اور نہ ایسی کتاب کو محرف
اور غیر معتبر ٹھہراتے ہیں۔ بکمال افسوس ھی +
الغرض ای بھائیو۔ نہ اختلاف تاویلات و تفاسیر آیات سے نہ اختلاف الفاظ
تراجم یا غلطی مترجموں سے تحریف کتاب مقدس کی ثابت ہوتی ھی نہ اختلاف
عقائد و اباطیل بعض بدعتوں سے نہ ملحدوں و منکروں و بے ایمانوں کے
اقوال منکر اور اعتراضات سے کتاب موصوف محرف ہو سکتی ھی اور نہ اختلاف
اعراب و نقاط و حروف الفاظ نسخجات کثیرہ کے مقابلہ سے کتاب موصوف کی

اصلیت اور معتبری اور صحت میں فرق پڑتا ہے اور غیر معتمد ہو سکتی ہے +
البتہ اگر کوئی صاحب ثابت کریں کہ جماعت عامہ مسیحیوں میں یہہ کل کتاب
مروج نہ تھی یا بعض صحیفے اسکے موجود نہ تھے یا اسمیں کچھہ اور ہی مضمون اور
مطلب اور اصول ایمانیہ یا ارکان دین یا تعلیمات و ہدایات وغیرہ تھیں اُس وقت
اسکی تحریف متیقن ہو سکتی ہے ۔ اور قرآن کی مخالفت کا سبب جب دریافت
ہو سکتا ہے کہ معلوم ہو کہ سابق ازین جو کتاب مقدس مسیحیوں میں مروج تھی اُسمیں
تثلیث کی تعلیم نہ تھی یا الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کا ذکر نہ تھا ۔ یا گنہگاروں
کی نجات بایمان خداوند مسیح منحصر نہ بتلائی تھی ۔ یا اخلاق و رسمی شریعت کا
ذکر اس طور نہ تھا جیسا اب ہے ۔ وغیرہ +

مگر جبکہ علماے اہل اسلام ان میں سے ایک بات کا ثبوت بھی نہیں دیتے
اور ایک امر کی دلائل بھی پیش نہیں کرتے بلکہ بعض خفیف اور نہایت چھوٹی باتیں
پیش کرتے ہیں جنکا ذکر اوپر گذرا جنکو بجنسہ وبعینہ بلکہ اُنسے بدرجہا بڑھکر قرآن میں
روا رکھتے ہیں اور مضر صحت اور قادح اصلیت نہیں جانتے صرف اس قدر
ہے کہ جس امر کو قرآن میں مانتے اُسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور اُسکو حکمت
الہی تصور کرتے تھے توسعةً عَلَی العِبَادِ اور اسی امر کو بلکہ اس سے بھی خفیف کو
کتاب مقدس کی نسبت تحریف بتلاتے اور اُسے غیر معتمد اور نامعتبر و ناقابل اعتقاد

ظاہر کرتے ہیں — پس یہہ محض لفظی بحث و تکرار ہوئی اور جدا جدا نام ٹھہرا لینے کا فرق ہوا اور ماہیت دونوں کی ایک ہے ✠

تو اِس حالت میں کیا محل تحقیقات ہے اور کیا حاجت زیادہ قیل و قال کی ہے کہ جب اپنا دعوی ہی بدل دیا اور تحریف کے معنی ہی متغیر کر دیئے تو ثبوت اُسکا کیا ہوگا اگر اِس موضوعی معنی کی تحریف ظاہر کی تو اِس سے اصل مدعا یعنی کہ نامعتبری و غیر معتمدی کتاب مقدس کی یا بوجہ مخالفت قرآن یا کتاب مقدس کیونکر ثابت ہو سکتی ہے ✠

مگر تاہم احقر بپاس خاطر احباب کے بقدر ضرورت عرض کرتا ہے تاکہ آپ صاحبوں پر بتفصیل ظاہر ہو جاوے کہ ہرگز کتاب مقدس کی نامعتبری نہیں اور کسی طور ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں اور کسی وجہ اور تاویل بعید سے بھی قرآن و حدیث من جانب اللہ متصور نہیں ہو سکتے ہیں درحالیکہ وہ خود اُسکی تصدیق کرتے اور خود ہی اُسکے مخالف اور مبائن ہیں ✠

پس واضح ہو کہ کوئی دعوی بلا دلیل و ثبوت مسموع نہیں ہو سکتا ہے اور بعض دعوی کرنے ہی سے ثبوت نہیں ہو جاتا ہے تحکم اور زبردستی سے کہنا کہ یہہ بات یوں ہی ہے اور بات ہے اور اِسکا ثابت کرنا اور بات ہے ✠

لہذا اگر اہل اسلام دعوی تحریف کتاب مقدس پیش کرتے ہیں اور یہی

اس تنقیح مطلب ۲ دعوی تحریف

مخالفت مطالب قرآن کا کتاب موصوف کے ساتھ بتلاتے ہیں تو نہایت ضرور ہی کہ امورات تنقیح طلب مفصلۂ ذیل کا ثبوت کامل دیں +

اوّل یہہ کہ کتاب مقدس کب محرف ہوئی آیا محمد صاحب سے پہلے ہی ہو چکی تھی یا اُس وقت یا اُسکے بعد +

دوم یہہ کہ کن لوگوں نے تحریف کر دی +

سوم یہہ کہ کس غرض اور مطلب سے تحریف کی +

چہارم یہہ کہ تمام نسخجات کتاب مقدس کے باوجودیکہ اطراف جہان واکناف عالم میں ملک بملک مختلف فرقوں اور متفرق زمانوں میں بیشمار لوگوں کے پاس موجود اور جاری و مشہور و معروف تھی کیونکر بدل گئی اور اُن میں تحریف واقع ہو گئی +

پنجم یہہ کہ کون کون سے مضمون اور مطلب کتاب موصوف کے بدلے گئے +

پس اس تحقیقات کے واسطے نہایت مناسب ہی بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہی کہ اوّل قرآن و حدیث ہی کو مطالعہ کر کے جستجو و تلاش کرے کہ وہ دونوں کیا گواہی دیتے ہیں +

پس اے بھائیو اس باب میں چھہ امر قابل عرض ہیں سو ذیل میں درج ہوتے ہیں کہ آپ بغور ملاحظہ فرماویں اور بخوبی آپ کو معلوم ہو کہ حتی الوسع ہر امر میں بلا رو

در رعایت حق الامر مذکور ہوتا ہے — پہلا امر یہہ کہ حاجت بیان نہیں ہے کہ قرآن
میں کتاب مقدس تمام و کمال کی اور پھر جدا جدا اُسکے بعض صحیفوں کی تصدیق
کامل کی ہے کہ وہ کلام اللہ اور الہامی ہے — چنانچہ بیسیوں جگہہ قرآن کی تعریف
میں بیان ہوا ہے کہ وہ (مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ) یعنی قرآن سچا بتانے والا
اور تصدیق کنندہ کتاب مقدس کا ہے جو اُس سے پہلے نازل ہوئی —

پھر محمد صاحب کی تعریف میں مذکور ہوا اور اُنکی بڑی علامت نبوت کی یہہ بیان
کی ہے کہ (ثُمَّ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ) یعنی پھر تمہارے
پاس ایسا رسول یعنی محمد آیا جو اے اہل کتاب تمہارے پاس والی کتاب کی
تصدیق کرتا ہے — پھر کتاب مقدس کو یہہ لقب دیئے ہیں (کِتَابُ اللّٰہِ) یعنی خدا کا
کلام (اَلْفُرْقَانُ) یعنی حق و باطل کی جدا کرنے والی ؛

اور جس جگہہ اوسکا ذکر قرآن میں آیا ہے نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھہ آیا ہے
چنانچہ توریت کے باب میں ہے کہ وہ (اِمَامًا وَّرَحْمَةً) یعنی پیشوا اور رحمت الہی
ہے (اَلْکِتَابُ الْمُنِیْرُ) یعنی کتاب روشن ؛

پھر انبیائے کرام کی تعریف میں ہے کہ وہ معجزات باہرات کے ساتھہ آئے اور نیز
(وَبِالْکِتَابِ الْمُنِیْرِ) یعنی ساتھہ کتاب منور کنندہ کے ؛

پھر کتاب مقدس کی تعریف کی ہے کہ وہ (ھُدًی وَّذِکْرٰی لِاُولِی

الالباب) یعني وه رہنمائي ھي اور یاد دہنده صاحبانِ عقل کو ـــ اور وه
(نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ) یعني وه نور اور وه ہدایت ھي انسانون کے واسطے
(تَمَامًا عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً
لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ) یعني وه کتاب کامل اور پوري ھي اور ہر
بات میں جو سب سے عمده اور افضل ھي اور اُس میں ہر چیز کي تفصیل ھي
اور اُس میں ہدایتِ الٰہي اور رحمت خدا ھي تاکه لوگ اپنے پروردگار کے ملاقي
ہونے پر ایمان لاویں ـــ اور وه (بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ) یعني وه کتاب آدمیوں کے لیئے بصیرت ھي اور
ہدایت اور رحمت که شاید لوگ نصیحت مان لیویں ✣
پھر کہا ھي که (وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ)
یعني خداے تعالی اسنے توریت اور انجیل کو پہلے نازل کیا آدمیوں کي
ہدایت کے واسطے اور قرآن اُتارا تحقیق جو لوگ خدا کي آیتوں کا انکار
کرتے ہیں اُنکے واسطے بڑا عذاب ھي ✣
پھر خاص انجیل کے باب میں لکھا ھي که (وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ
هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمَوْعِظَةً

لِلْمُتَّقِيْنَ) يعني اُسكو ہمنے انجيل بخشي جس ميں ہدايت اور نور ہي تصديق كرتي ہوئي اپني پہلي كي كتاب توريت كي اور جو ہدايت اور وعظ ہي متقيوں كے واسطے ✚

الغرض تمام قرآن ميں جابجا كتاب مقدس كي تعريف و توصيف بكثرت و شدت تمام بيان كي ہي اور صاف صاف شہادت دي اور اور تصديق كي ہي كہ وہ كلام الہي ہي اور اُسكو ہدايت خلائق اور تعليم راہ خدا اور دين كي بابت سب سے عمدہ اور افضل اور احسن امروں ميں اكمل و اتم و مفصل و مشرح بتلايا ہي ✚

✚ پس اِس سے زيادہ اور كونسي تعريف و توصيف ہي جو كيجاوے

دوسرا امر يہہ ہي كہ قرآن تمام و كمال كتاب مقدس كا اتباع اور اُسكے جملہ احكام كي تعميل كرنا تمام اہل كتاب يعني يہود اور نصارى پر فرض بتلاتا ہي نہايت تاكيد و تہديد و تشديد كے ساتھہ اور محمديوں پر اُس سب پر ايمان لانا فرض كرتا ہي اور اُنكے دين و ايمان كا جزو لازمي حتمي مقرر كرتا ہي كہ جو اُسكا منكر ہي وہ بے ايمان اور خدا كے عذاب ابدي كا مستحق اور سزاوار ہي چنانچہ سورہ مومن ميں ہي (اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتَابِ وَبِمَا اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُوْنَ

فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ) يعني جنهوں نے جھٹلایا اِس کتاب کو اور اُسکو جو ہمنے بھیجی اپنے رسولوں کے ساتھہ سو آخر جان لینگے جب اُنکی گردنوں میں طوق ہونگے اور زنجیریں جنسے کھینچے جاوینگے دوزخ میں پھر جلائے جاوینگے آگ میں ✣

یہہ خوفناک سزا نہ صرف قرآن کے منکروں کے واسطے بتلائی بلکہ اُنکے واسطے بھی جو اُن پاک صحیفوں کو جھٹلاویں جو اگلے رسولوں کے ساتھہ عطا ہوئے ✣

پھر سورۂ اعراف میں ہے (وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ) یعني اور جو لوگ پکڑے ہوئے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز ہم نیکی کرنے والوں کا اجر برباد نہ کرینگے ✣

پھر سورۂ نسا میں ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا) یعني اي ایمان والو ایمان لاؤ خدا پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُسنے نازل کی اپنے رسول پر (یعني قرآن پر) اور اُس کتاب پر جو اُسنے اوتاری پہلے (یعني کتاب مقدس پر) اور جو کوئی منکر ہوا خدا سے اور اُسکے فرشتوں سے اور اُسکی کتابوں سے اور اُسکے رسولوں سے اور روز آخرت سے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی میں پڑا

اِس آیت میں خاص الخاص مسلمانوں کو حکم ناطق هی که نه صرف قرآن پر ایمان
لاؤ بلکه کتاب مقدس پر بهي ایمان لاؤ چنانچه بیضاوي میں لکها هی (ودوموا علیه
وآمنوا بقلوبکم کما آمنتم بلسانکم وآمنوا ایمانا عاما یعم الکتب
والرسل فان الایمان بالبعض کلا ایمان) یعني مداومت کرو اُسپر اور
ایمان لاؤ اپنے دلوں سے جیسا تم ایمان لائے زبان سے اور ایمان
لاؤ عام که عام هو کتابوں اور رسولوں کو اِس واسطے که بعض پر ایمان لانا ایسا
هی جیسا که ایمان هي نهیں ــ تفسیر مظهري میں هی (فان الایمان بکل واحد
منها ملازم للاخر فالکفر بواحد منها بعد من الله وضل سوء السبیل)
یعني اِس واسطے که ایمان هر ایک پر اِن میں سے ملازم دوسرے کا هی لهذا
اِن میں سے ایک کا بهي منکر هونا خدا سے دور هونا اور سیدهي راه سے
گمراهي هی ــ اِسیطور دوسري تفسیروں میں بهي هی ⁂
پس مسلمانوں کو اِسکا لحاظ واجب هی که اِس باب میں کیا حکم اُنکو ملا هی
بعض مفسرین نے یهه بهي لکها هی که اِسکا خطاب اهل کتاب و ریا منافقین
کي طرف هی مگر مفسر مظهري وغیره نے اُن اقوال کو لکهکر تحریر کیا هی که
وه سب اقوال واهیات هیں ضرور بلاشبهه یهه خطاب مسلمانوں کے حق
میں هی ــ بهرحال اِس آیت میں صاف صاف مذکور هی که کتاب مقدس

تمام وکمال پر ایمان لانا فرض ہی ایک صحیفہ کا بھی انکار کرنا
بے ایمانی ہی ❊

پھر جو شخص بعض کتاب کو ماننے اور بعض کو نہ مانے اوسکو نہایت
شدید سزا کا حکم دیا ہی چنانچہ سورہ بقر میں ہی (اَفَتُؤْمِنُوْنَ
بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ
مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى
اَشَدِّ الْعَذَابِ) یعنی کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور
دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو — کیا سزا ہی اسکی جو ایسا تم میں سے کرے
— مگر یہہ کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہونگے

اسی طور مسلمانوں کو کتاب مقدس تمام وکمال پر ایمان لانے کی تاکید
جا بجا کی ہی اور جو اوسپر ایمان لاویں اونکے واسطے بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی
اور جو ایک حصہ کو بھی نہ مانیں اونکے واسطے بھاری سزا کی خبر دی ہی

پھر محمد صاحب کو خود حکم ہی — سورہ شوریٰ (قُلْ اٰمَنْتُ بِمَا
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ) یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ میں ایمان لایا اوسپر جو خدا نے کتاب نازل کی ❊

پھر محمد صاحب کو حکم ہی کہ کتاب مقدس کی ہدایت کی پیروی کریں —
سورہ انعام (اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

فَاِنْ یَّکْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ) یعنی یہہ وہ لوگ تھے جنکو ہمنے کتاب اور شریعت اور نبوت دی — پھر اگر ان باتوں کو یہہ لوگ نہ مانیں تو ہمنے اُنپر مقرر کیے ہیں وہ شخص جو اُنسے منکر نہیں وے وہ لوگ ہیں جنکو خدا نے ہدایت دی سو تو اُنکی ہدایت کی پیروی کر ❊

پس ان آیات میں صاف صاف حکم ہی کہ خود محمد صاحب کو کتاب مقدس پر ایمان لانا اور اُسکی ہدایت کی پیروی فرض ہی ❊

پھر یہود و نصاریٰ کو قرآن میں حکم دیا ہی کہ نہ صرف قرآن کو مانیں بلکہ توریت و انجیل کی تبعیت اور اُسکے احکام کی تعمیل کریں اور اس بات میں تاکید و تہدید کی ہی ❊

چنانچہ سورہ مائدہ میں ہی (وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ) یعنی اگر اہل کتاب ایمان لاویں اور خدا سے ڈریں تو ہم اُنکی بُرائیاں اُتاریں اور اُنکو نعمت کے باغوں میں داخل کریں اور اگر وہ عمل کریں توریت اور انجیل پر اور جو نازل ہوا اُنکو اُنکے رب کی

طرف سے تو کھا دیں اپنے اوپر سے اور پاؤں کے تلے سے مفسرین
نے اقاموا کے معنی لکھے ہیں (اقاموا احکامہما وحدودہما) یعنی
قایم کریں انکے احکام اور حدود — اور بیضاوی میں ہی (اقاموا التوریۃ
والانجیل باذاعۃ ما فیہما والقیام باحکامہما) یعنی اقامت توریت
و انجیل سے مراد اشاعت اسکی جو اسمیں ہی اور قایم ہونا انکے حکموں پر +
پھر اسی سورہ میں ہی (قُلْ یَا اَہْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا
التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ) یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ
ای اہل کتاب تم کسی چیز پر قایم نہیں ہو جب تک عمل نکرو توریت اور انجیل پر اور
اسپر جو تمکو اترا تمہارے رب سے +

جملہ مفسرین تُقِیْمُوا کے معنی تعملوا لکھتے ہیں یعنی عمل کرو +

پس یہہ آیت صاف صاف حکم دیتی ہی کہ اہل کتاب نہ صرف قرآن کی
تبعیت کریں بلکہ توریت اور انجیل کے حکموں پر بھی مستحکم ہوں + قطعی اور
حتمی حکم دیتی ہی کہ یہود و نصاری کی سلامتی اس بات میں ہی کہ علاوہ قرآن
کے کتاب مقدس کے احکامات و ہدایات کو ملحوظ رکھکر تعمیل کرین نہیں تو
بالکل نکمے ہیں اور انکا دین و ایمان بیکار ہی +

تیسرے عرض یہہ کہ ہر چند آیات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہی کہ کتاب

مقدّس جسکي نسبت قرآن جابجا حکم دیتا هي که اُسپر تمام مسلمانُن کو ایمان لانا فرض
هي اور جو اُسکو جھٹلاوین اُنکو سخت سزاے ابدي هوگي اور اُسکے ایک
حصه پر ایمان نه لاوین بلکه تمام و کمال کتاب پر — اور جسپر خود محمد صاحب کو
ایمان لانا اور اُسکي هدایت کي پیروي فرض ٹھهرائي اور جسکے احکامات اور
هدایات کي پیروي اور تعمیل بتاکید و تهدید تمام یهود و نصارٰی پر واجب
بتلائي که اگر اُسکے مطابق عمل نکرین تو اُنکا دین و ایمان لاحاصل اور بیکار
هي پس ضرور وه کتاب اُس وقت مروّج اور موجود بھي تھي وگرنه ایسے احکام
نهوسکتے که غیر موجود اور غیر مروج شي کي نسبت ایسے حکم نهین هوسکتے هین —
لیکن اِسکے سواے قرآن مین بهت جگهه ایسے بیانات اور آیات صاف
و صریح مذکور هین جنسے بخوبي تمام معلوم هوتا هي که کتاب مقدس جسکے وه القاب
اور تعریفات مذکورهٔ بالا قرآن بیان کرتا هي اور جسکي وه شهادت کامل دیتا
اور بار بار اُسکي تصدیق کرتا هي وه کتاب اُس وقت موجود هي نه تھي بلکه اُسکے
نسخجات بکثرت تمام هر کهین یهود و نصارٰی کے پاس موجود اور اُن مین
مروّج اور جاري تھے — چنانچه کتاب موصوف کي نسبت لکھا (مَعَهُمْ)
یعني جو اُن اہل کتاب کے ساتھه هي — اور (مَا عِنْدَهُمْ) جو اُنکے
پاس هي؛

پھر لکھا ھی (فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَؤُنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ) يعني اي محمد تو پوچھہ اُن لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب مقدس جو تجھہ سے پہلے نازل ہوئی +

پھر کہا ھی (دَرَسُوْا مَا فِيْهِ) يعني اہل کتاب پڑھتے ہیں جو اُسمیں ھی پھر کہا ھی (يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ) يعني وہ کہ سُنتے ہیں خدا کا کلام پھر مذکور ھی (وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ) يعني وہ پڑھا کرتے ہیں کتاب موصوف +

پھر مسطور ھی (وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ) يعني اَور کس طرح تجکو اي محمد اپنا حاکم بنادینگے حالانکہ اُنکے پاس توریت ھی جسمیں خدا کا حکم ھی وغیرہ +

غرض نہایت واضح ولائح ھی کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ مین جابجا موجود اور رائج اور مشہور تھی کہ ہرکہیں بسہولت مل سکتی تھی اور سب اُسکو جانتے پہچانتے تھے — جسپر حوالہ بآسانی ہوتا تھا یہانتک کہ تصفیہ مقدمات اور مسائل متنازعہ کا اُسپر مقرر ہوا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا +اور پھر اِسی سے اوسکی کمال شہرت اور عام ہونا بخوبی روشن ھی کہ اُسکا نام الکتاب ٹھہرایا گیا يعني کتاب معلوم اور اِس نے سے بھی کہ یہود و نصاری کا نام بسبب

کثرت کتاب موصوف سے اہل کتاب پڑگیا یعنی کتاب والے

پھر یہہ بھی بسا صحیح ہو کہ محمد صاحب کے وقت اکیس سو برس تو حضرت موسی کو گذرے تھے جنکی کتاب توریت اور اُنکے پیچھے کے انبیاے کرام کے صحیفے یہودیوں میں جاری تھے اور چھہ سو برس سے عیسائی مذہب جاری تھا روم و شام و مصر و حبش و ایران و عرب و اطالیہ و ہسپانیہ وغیرہ ملکوں میں بکثرت تمام پس اُسکے مقلدوں کے پاس توریت و صحف انبیاے بنی اسرائیل کے سواے انجیل وغیرہ جملہ کتاب مقدس موجود تھی

پس یہہ بھی معلوم ہو کہ کتاب مقدس نہ صرف مکہ و مدینہ میں اس کثرت و شہرت کے ساتھہ جابجا رائج و جاری و مشہور و معروف تھی بلکہ عربستان کے اطراف و جوانب کے تمام ملکوں اور شہروں اور دیہات میں بھی بڑی بہتایت سے مکہ و مدینہ و دنیا کے کسی گوشہ یا تہخانہ میں نہ تھا کہ ذرہ بھی غلط فہمی کا اندیشہ ہو سکتا ہو کہ جب توریت و انجیل وغیرہ صحف کتاب مقدس کا قرآن میں جابجا اس کثرت اور شہرت کے ساتھہ ذکر ہو اور اُسکے اوپر حوالہ ہو اور اُسکی تبعیت و تعمیل احکام کا یہود و نصاریٰ کو حکم ہو تو سواے اُس کتاب کے جسکو اُسوقت کے تمام یہود و نصاریٰ عموماً مانتے ہوں اور کسی دوسری کتاب کا اشارہ یا کنایہ ہرگز کسی کے خیال میں نہیں آتا تھا

بلکہ قرآن میں ایسی ہی کتاب کا ذکر ہی جو عموماً ہر کہیں مروج و مستعمل و مشہور و معروف تھی اور روزمرہ اُسوقت کے برتاو میں تھی جسپر بآسانی و بسہولت تمام رجوع ہو سکتا اور حصر و حوالہ کر سکتے تھے +

خصوصاً یہہ بات اس امر سے زیادہ روشن ہو سکتی ہی کہ عرب کے جوانب و اطراف سے جوق جوق یہودی اور عیسائی عکاظ و مجنّہ و ذو المجاز وغیرہ میلوں میں سال بسال آتے اور اسکے سوا خود مکہ کے سوداگر ہر سال کئی مرتبہ شام و حبش وغیرہ اطراف و جوانب کو جایا کرتے تھے جہاں کہ مذہب مسیحی اچھی طرح سے جاری تھا اور یہودیوں کا مذہب بھی معلوم تھا +

پھر خود محمد صاحب دو مرتبہ ملک شام میں گئے اور وہاں کے بہت سے عیسائیوں سے ملاقات کی اور اُنکے حالات سے واقف ہوئے +

پھر اسکے سوا سو مسلمان سے زیادہ نجاشی پادشاہِ حبش کے دربار تک پہنچے جہاں کہ پادشاہ اور رعایا عیسائی تھی - اور بہت سے اسقف اور علماے دین وہاں موجود تھے جنکے حال اور مذہب سے کماہی اطلاع مسلمانوں اور محمد صاحب کو حاصل ہوئی +

پھر اسکے سوا محمد صاحب نے نجاشی پادشاہ حبش اور رئیس بصرے اور قیصرِ روم وغیرہ عیسائی پادشاہوں سے مراسلت کی اور قیصر روم کو

بلاشک اسي خطاب اہل کتاب سے ملقب کیا وغیرہ ۔ جیسا کہ کتب سیر
اور احادیث سے یہہ سب حالات بخوبي تمام واضح ہوتے ہیں ✣

پس محمدؐ صاحب عرب اور اسکے سواے اطراف و جوانب کے یہود
ونصاریٰ کے حالات اور مذہب سے واقف اور اُن سے ہر طرح کا
تعارف اور شناسائي رکھتے تھے ✣

لہذا قرآن میں جہاں جہاں کتاب مقدس کا ذکر ہوا اور کہا گیا ہے
عموماً کہ یہود ونصاریٰ پڑھتے ہیں اور وہ اُنکے پاس ہے اور اُنکے ساتھ
ہے اور اُسپر اُنکو عمل کرنا فرض ہے اور مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ہے
وغیرہ جیسا اوپر مذکور ہوا پس ضرور بالضرور وہي کتاب ہے اور
اُسي کا ذکر ہوا جو عربستان اور اسکے اطراف وجوانب کے ملکوں اور
شہروں میں عموماً جاري و رائج تھي اور ہر کہیں مشہور و معروف تھي ✣

چہارم یہہ کہ کتاب مقدس جیسا محمدؐ صاحب کے ہمعصر اہل کتاب
میں ملک بملک بکثرت تمام موجود و جاري و رائج و مشہور و معروف ہونا
تصدیق ہوتا ہے بموجب شہادت قرآن و احادیث پس اُسي کتاب کي بابت
نسبت قرآن و حدیث سے پوري گواہي ملتي ہے کہ وہ اُسوقت تک
صحیح و سالم بحالت اصلي تھي بلکہ یہہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن اُسکے واسطے

محافظ اور پاسبان مقرر ہی کہ جو اُسکو بدل جانے اور متغیر ہونے سے
محفوظ رکھتا ہی۔ جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا +

قرآن و حدیث میں ایک جگہہ بھی نہیں ہی کہ جسمیں ادنی اشارہ یا
کنایہ بھی ہو کہ جس سے کتاب موصوف کا محرف ہونے یا بدل جانیکا
دعوی مترشح ہووے +

ہان البتہ جب یہودیان و مسیحیان مدینہ نے محمد صاحب کو نبی نمانا
اور بحث و گفتگو کرنے لگے اور اپنی وجوہات کی تائید و تاکید کے واسطے
کتاب مقدس کی آیات و اخبار کو پیش کرنے لگے (جیسا کہ قرآن و
حدیث سے ظاہر ہی) تو اُس وقت محمد صاحب نے اُنکو راست گو
اور سچا نہ مانا بلکہ اُنھیں الزام دیا کہ وہ جان بوجھکر اپنی شرارت کے مارے
کتاب مقدس کے معنی اُلٹے لگاتے ہیں یا یہہ کہ اپنی غفلت اور نادانی
سے اُسکا مدعا نہیں سمجھتے ہیں +

مگر کیسی ہی اشد الزام قرآن کے اہل کتاب کی نسبت کیون نہ دیکھیے
مگر اُس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ گویا قرآن کا یہہ دعوی ہی کہ کتاب
مقدس محرف ہوگئی اب بالفعل یا زمانہ سابق سے محرف ہو چکی ہی یا بدل
گئی یا یہہ کہ اب وہ قابل اعتماد نہیں ہی۔ بلکہ خلاف اسکے جس طور قرآن

سے اُسکا کلام اللہ ہونا ثابت کیا گیا ہی اسی طور اُسکی اصلیت و کاملیت اور صحت کا اُس سے یقین پیدا ہوتا ہی ✤

آپ صاحب ملاحظہ فرماویں کہ سب سے بڑے الزام جو یہودیان مدینہ کو قرآن میں دیے ہیں جنکا تعلق کتاب موصوفسے ہی اسی قدر ہیں جو ذیل میں مرقوم ہیں ✤

(۱) سورہ جمعہ (مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) یعنی مثل اُن لوگوں کے جنپر لادی گئی توریت پھر نہ اُٹھایا اُنھوں نے اسکو مانند اُس گدھے کے ہی جسپر کتابیں لادی گئی ہیں بُری ہی مثل اُن لوگوں کی جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ہی ✤

تفسیر مدارک وغیرہ میں مرقوم ہی کہ اس جگہہ یہودیوں کو گدھے کے ساتھہ تشبیہ دی ہی کہ جس طور وہ کتابوں سے لدا ہوا اُسکے مضامین عمدہ سے ناواقف ہوتا ہی اسیطرح یہودی بھی باوجودیکہ توریت کو پڑھتے ہیں اور اُسکے مضامین کو حفظ کرتے ہیں مگر نہ اُسپر عمل کرتے ہیں اور نہ اُسکی آیات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ✤

الغرض خلاصہ الزام کا یہہ ھی کہ یہودیوں کے پاس کلام الہی اصلی تو موجود ھی مگر اپنی نادانی سے یا شرارت سے اوسکے معنی ٹھیک نہیں لگاتے ہیں یا عمل نہین کرتے ہیں÷

(۲) سورہ مائدہ (یَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ) یعنے ای کتاب والو تحقیق کہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہی بیان کرتا ھی تمکو جو تم کتاب مقدس میں سے چھپاتے تھے اور در گذر کرتا ھی بہت چیز÷

اسمیں اسبات کا الزام دیا ھی کہ بعض باتیں کتاب والے کتاب مقدس سے چھپاتے تھے جنکو محمد صاحب ظاہر کرنے آئے ہیں اور بعضی باتوں سے در گذر بھی کرتے ہیں÷

(۳) سورہ آل عمران (وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا) یعنے اور جب خدا نے اقرار لیا اُن لوگوں سے جنکو کتاب دی گیی تھی کہ اُسکو بیان کریں بنی آدم سے اور نہ چھپاویں پس اُنھوں نے پھینک دیا (اقرار) اپنی پیٹھ پیچھے اور بیچ ڈالا اُسے تھوڑے مول پر÷

یعنے خدا نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ جب نبی آخر الزمان پیدا ہوں تو اُنکی شہادت بیان کریں مگر اُنھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ اسکو تھوڑے مول پر یعنی دنیا کے مارے بیان نہ کیا +

اسمیں یہودیوں کو یہہ الزام دیا ھی کہ وہ اخبار نبی آخر الزمان کو ظاہر نہیں کرتے ہیں کتاب مقدس سے بلکہ دنیا کے لالچ سے اُسکو چھپاتے ہیں ــ پس یہہ یہودیوں پر الزام ھی نہ کتاب کا کوئی نقص ھی جیسے کہ اگر کوئی مسلمان جان بوجھکر دنیاوی غرض کے مارے کسی خاص معاملے یا مسئلہ کی متعلق آیت قرآن سے پیش نہ کرے بلکہ چھپاوے ــ تو اِس باعث سے قرآن محرف نہیں ہو سکتا ھی +

(۳۸) سورہ مذکور (وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) یعنی اُن میں سے ایک فریق ھی کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کو تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں سے ھی حالانکہ وہ کتاب سے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ خدا کی طرف سے ھی حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ھی اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں +

اسمیں مذکور ھی کہ بعض یہودیانِ مدینہ بعض عبارت کو زبان مروڑ کر ایسا

پڑھتے ہیں کہ مسلمان لوگ دھوکھا کھا کر اسکو سمجھیں کہ کتاب مقدس ہیں سے پڑھتے ہیں حالانکہ وہ عبارت کتاب موصوف کی نہیں ہی اور وہ لوگ ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ یہہ منجانب اللہ ہی حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ پس اسکو بھی تحریف کتاب سے کچھہ تعلق نہیں ہی جیسا کہ اگر کوئی مسلمان یا چند کسی عبارت عربی کو کتب فقہ وغیرہ سے تجوید و قرأت مثل قرآن کے پڑھے چنانچہ چند قصے اس قسم کے مذکور بھی ہیں یا اُسکو پڑہ کر نادانوں پر ظاہر کرے کہ یہہ عبارت آیات قرآن ہیں تو ایسا کرنے سے تحریف قرآن نہیں ہو سکتی ہی اور نہ قرآن غیر معتبر ٹھہر سکتا ہی۔ اور اگر کوئی ایسا الزام چند شخصوں کو دیوے کہ تم ایسا کرتے ہو تو اس سے ہرگز یہہ نہیں سمجھہ سکتے ہیں کہ اب قرآن محرف ہو گیا اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گیا بلکہ اگر فی الواقع اُن لوگوں سے ایسی شرارت اور بے ایمانی کی بات کی اُنکا قصور ثابت ہو گا ❊

(۵) سورۂ انعام (قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا) یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ کسنے نازل کی وہ کتاب جو موسی لایا اُسے اور ہدایت لوگوں کے واسطے تم اُسے کاغذ کے تختوں پر اُتارتے ہو اور دکھاتے ہو اور بہت کو چھپاتے ہو ❊

اِسمیں انکی یہودیوں کو اسبات کا الزام دیا ہی کہ وہ توریت کو جدا جدا کاغذ کے تختوں پر دکھلاتے ہیں اور اکثر کو چھپاتے ہیں +

(۶) سورہ نسار (مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِہِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ وَلَوْ اَنَّہُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَکَانَ خَیْرًا لَّہُمْ وَاَقْوَمَ) یعنی یہودیوں میں سے بعضے پھیرتے ہیں لفظ کو اسکی جگہہ سے اور کہتے ہیں سمعنا وعصینا (ہمنے سنا اور عدو حکمی کی) اور اسمع غیر مسمع (سن ای بہرے) اور راعنا (ہمکو دیکھہ) مڑوڑکر اپنی زبان کو اور ملامت دیکر دین کو اور اگر وہ کہتے سمعنا واطعنا (ہمنے سنا اور مانا اور انظرنا (ہمپر نظر کر) تو بہتر ہوتا اُنکے واسطے اور زیادہ درست +

اِسمیں مذکور ہی کہ یہودی لوگ تحریف کلمات اور لیّ السنہ کرتے ہیں اور دونوں کے معنی بھی صاف بتلادیے کہ بظاہر تو اطعنا (ہمنے مانا) کہتے ہیں — اور ہونٹوں میں زبان مڑوڑ کر عصینا (ہمنے عدو حکمی کی) کہتے ہیں — اسیطور بظاہر راعنا (ہمکو دیکھہ) کہتے ہیں اور تحریف ولیّ لسان کرکے راعینا (ہمارے چرواہے) کہتے ہیں — الغرض ایسے الفاظ بولتے ہیں جو بظاہر اچھے اور باطن میں گستاخانہ کلام کرتے ہیں — چنانچہ

جملہ مفسرین نے لکھا ھی کہ بعض یہودیان مدینہ بظاہر الفاظ اطاعت بولتے تھے
مگر باطن میں محمد صاحب کی تحقیر و تشنیع کرتے تھے ۔ پس یہی تحریف اور لیّ
السنہ ہوئی ۔ اور جلال الدین تحریف کے معنی لیًّا بالسنتہم لکھا ھی یعنی زبان
مروڑکر بولنا تو تحریف اور لیّ السنہ کے ایک ہی معنی ہوئے ۔ یہی مراد لفظ
تحریف سے ھی تمام قرآن میں مذکور ھی ✣

(۷) سورہ مائدہ (فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ
قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ) یعنی پس اُنکے عہد توڑنے کے
سبب سے ہمنے اُن (یہود) کو لعنت کی اور اُنکے دل سخت کر دیئے وے
بدل لیتے ہیں کلموں کو اُنکی جگہہ سے ✣

(۸) سورہ ایضاً (وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ
لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ
إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا) یعنی یہودیوں
میں سے بعضے جاسوسی کرتے ہیں دوسری جماعت کیواسطے جو ابتک
(اے محمد) نہیں آئے بے اسلوب کرتے ہیں بات کو اُسکے ٹھکانے سے
کہتے ہیں کہ اگر تمکو یہہ بات دی جاوے تو لو اور اگر نہ دی جاوے تو بچتے رہو ✣
ان دونوں مقاموں میں یہودیوں کو اس بات کا الزام دیا ھی کہ وہ

جاسوسی کر کے لوگوں کو جھوٹ کی طرف مائل کرتے ہیں اور کلام کو
اپنے ٹھکانے سے بے اسلوب کر کے بیان کرتے ہیں مراد اس سے
یہہ کہ یا تو وہ کسی جملہ کو اُسکے موقع سے جدا کر کے اسطرح پڑھتے ہیں کہ اُسکے
معنی بدل جاویں یا اُسے کسی دوسرے جملہ کے ساتھہ اس طور ملا کر بیان
کرتے ہیں کہ اُسکے اصلی معنی بگڑ جاویں اور دوسرے یہودیوں سے کہتے
ہیں جو ابھی محمد صاحب کے پاس نہیں آئے تھے کہ تم اُنکے پاس جاؤ
اگر تم اُنکی تعلیم اور تلقین میں بھی یہی بات پاؤ تو قبول کرو ورنہ حذر کرو ÷

تفسیر مدارک میں ہی (یحرفون عن مواضعہ یفسرونہا علی غیر ما
انزل) یعنی تحریف کرتے ہیں وہ اُنکے مقاموں سے تفسیر کرتے ہیں
اُسکے خلاف اُسکے کہ اُتارا گیا ۔ یعنی تحریف سے مراد یہہ ہی کہ یہودی لوگ
مراد اصلی نہیں بیان کرتے اُسکے خلاف تاویلات کرتے ہیں چنانچہ دوسرے
مفسروں نے لکھا ہی کہ (تحریفہم بسوء التاویل) یعنی تحریف سے مراد
بد تاویل ہی ÷

تفسیروں میں شان نزول (۸) میں لکھا ہی کہ خیبر کے کسی شریف نے
زنا کیا اور مرد و عورت دونوں محصن تھے جسکی سزا توریت میں سنگسار کرنا
ہی مگر لوگوں نے اسکو مکروہ جانا بسبب اُن دونوں کے شرف کے اسلیئے

اُنھون نے ایک گروہ یہودیان مدینہ کے پاس بھیجا کہ محمد صاحب سے پوچھین اور اُن لوگوں سے کہا کہ اگر وہ دُرّہ لگانے یا تجبیہ کا حکم دیں تو قبول کرلینا اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دین تو نہ ماننا مگر محمد صاحب نے سنگسار کرنیکا حکم دیا اِسلیئے اُنھون نے انکار کیا تب یہہ آیت اُتری مدعا یہہ کہ یہودی توریت مین جو حکم ہی اُسکی تاویل اور تفسیر خلاف کرتے ہین اور مطلب اصلی کو متغیر کرتے ہین ✠

تفسیر معالم التنزیل مین اس حال کو بیان کرکے لکھا ہی کہ یہہ شان نزول اصح ہی۔ مگر ایک اور بھی ماجرا لکھا ہی کہ بعض روایات مین اسکا شان نزول یہہ ہی کہ یہودی محمد صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ ایک مرد اور عورت نے زنا کیا۔ محمد صاحب نے پوچھا کہ توریت مین کیا لکھا ہی درباب رجم۔ اُنھون نے کہا کہ ہم اُسکو فضیحت کریں اور دُرّے ماریں۔ عبداللہ ابن سلام نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو توریت میں تو رجم یعنی سنگسار کرنیکا حکم ہی۔ پھر توریت منگائی گئی اور کھولا تو ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھہ دیا اور جو اُسکے آگے اور پیچھے تھی۔ عبداللہ ابن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اُٹھا تو اُسمیں آیت رجم نکلی وغیرہ ✠

الغرض کوئی قصہ ہو اور کسی تفسیر کو دیکھو مراد اسقدر ہی ان دو نزول

مقاموں پر کہ یہودی از راہ شرارت یا تو احکام توریت کو چھپاتے ہیں ایک جگہہ کی عبارت دوسری جگہہ جوڑتے ہیں یا یہہ کہ اُسکی تفسیر ٹھیک نہیں کرتے ہیں بلکہ خلاف تاویل بیان کرتے ہیں +

(۹) سورۂ بقر (اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ)

یعنی ای مسلمانو کیا تم چاہتے ہو کہ یہود ایمان لاویں حالانکہ انکا ایک فرقہ تھا کہ خدا کا کلام سنتے اور پھر اُسکو بدل ڈالتے تھے جانکر اور یہہ بات کو جانتے ہیں

تفسیر معالم التنزیل و مظہری وغیرہ میں ابن عباس سے روایت کی ہی کہ مدعا یہہ ہی کہ یہودیوں کے بزرگوں میں سے ستر شخص تھے جنکو حضرت موسی اُنکے پہاڑ پر لے گئے تھے جنھوں نے خدا کی باتیں سُنیں ۔ اُن میں سے جو صادق تھے اُنھوں نے کہا کہ ہمنے سُنا اور مانا اور بعضے بولے کہ ہمنے سُنا کہ اگر ہو سکے کرو اگر نہو سکے تو مت کرو یہیں یہی اُنکی تحریف تھی +

پس اس آیت میں مسلمانوں کو فہمایش ہی کہ یہہ مدینہ کے یہودی ایمان نلاوینگے اِنکے بزرگ تو ایسے تھے +

یہہ سب بڑے بڑے مقام ہیں جو قرآن میں بدعوی تحریف اصطلاحی متعلق سمجھے جاتے ہیں ۔ مگر بخوبی تمام واضح ہوتا ہی کہ ان سب مقاموں

میں سمجھ سکے اور کوئی بات نہیں ھی کہ بعض یہودیان مدینہ مطالب عمدہ اور اصلی
مدعاے کتاب مقدس سے بے بہرہ ہیں نہیں سمجھتے یا کلام الہی کے معنی اُلٹے
لگاتے ہیں اور غفلت و شرارت سے تاویل و تفسیر خلاف بیان کرتے ہیں
یا متفرق آیات پیش کرتے ہیں ۔ اور جس آیت کا جہاں ربط ھی اُنھیں
دبا رکھتے ہیں اور دوسری کسی آیت کے ساتھہ لگاتے ہیں تا کہ مراد اصلی او
حکم کتاب بدل جاوے اور مدعا متغیر ہو جاوے یا یہہ کہ ذو معنی کلمات بولتے
ہیں کہ جو بظاہر کلام شایستہ ہوتا ھی مگر بباطن گستاخانہ اور بے ادبانہ گفتگو ہوتی
ہی ۔ یا یہہ کہ قول انسانی مثل فقہ یا اخبار یا روایات یا تفاسیر علما کو اس طور
زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کہ مسلمان سمجھیں کہ کلام اللہ ھی یا یہہ کہ وہ کلام بشر کو
کلام خدا بتلاتے ہیں ۔ یا یہہ کہ جو آیات اور پیشین گوئیاں کہ محمد صاحب کے
حق میں مسطور ہیں چھپا رکھتے ہیں اور پیش نہیں کرتے ہیں ؛

پس ایسے الزام دینے سے کوئی سمجھدار اور منصف مزاج شخص ہرگز نہ سمجھیگا
اور مطلق اسکو شبہہ بھی نگذریگا کہ گویا قرآن کا دعوی ھی کہ کتاب مقدس محرف
ہوگئی اور قابل اعتماد نہیں ۔ بلکہ کبھی اس بات کو باور نہ کریگا کہ قرآن میں آیات
مذکورہ کے درج ہونیکا یہہ مطلب ھی یا اسنے یہہ نتیجہ نکلتا ھی یا اسنے یہہ بات مترشح
ھی کہ گویا بعض یہودیان مدینہ نے اپنی کتاب میں تحریف کرلی ہی ۔ اسمیں سے

بعض صحف یا بعض ابواب یا فصول یا سطر دو سطر یا حرف چھیل ڈالے ہیں یا کاٹ ڈالے یا مٹا دي یا کچھہ بڑھا دیا یا تغیر کتاب میں کر ڈالا یا محمد صاحب کي پیشین گوئي یا تعریف دور کردي ــ ہرگز ہرگز نہیں ❊

پھر اس سے بھي ہم درگذر کر کے عرض کرتے ہیں کہ فرض کرو کہ گویا قرآن میں مذکور ھی کہ بعض فرقہ یہودیانِ مدینہ نے ایسا ہي کرلیا ھی اور اپني کتاب بدل ڈالي تو کیا تمام یہودیوں نے ایسا ہي کرلیا سبنے ایمان چھوڑ دیا کیا اُنھوں نے بھي جنکو قرآن ہي میں علم الہي میں راسخ بیان کیا ھی جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا اور جنکو کہا ھی کہ خدا نے امام اور ہادي مقرر کیا ھی جو خداے تعالی کي مرضي کے مطابق ہدایت کرتے ہیں ــ تو کیا قرآن بتلاتا ھی کہ اُن لوگوں نے بھي کتاب مقدس بدل ڈالي اور متغیر کر ڈالي ❊

یہہ بات ایک نادان بھي سچ نہ مانیگا کہ قرآن کے مصنف کا ایسا خلاف مدعا ھی ❊

اب میں اس سے بھي قطع نظر کر کے لکھتا ہوں کہ اس تہمت اور الزام کو جہانتک چاہو بڑھاؤ اور جسقدر کھینچ کہا جائے کھینچکر اُلٹے معني لگاؤ مگر یہہ سب یہودیان مدینہ کي نسبت ھی تمام قرآن میں ایک آیت بھي نہیں ھی جس سے اشارہ یا کنایہ بھي نکالنا ممکن ہو کہ مدینہ کے نصارا ہي نے تحریف یا تصحیف کي ❊

البتہ اُنکے باب میں یہہ لکھا ہی۔ سورہ مائدہ (وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا) یعنی جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اُنسے ہمنے وعدہ لیا پھر بھول گئے ایک حصّہ اُس نصیحت کا جو اُنکو کیگیی تھی ؀

تفسیر معالم التنزیل میں ہی (اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فی التوحید والنبوۃ) یعنی ہمنے اُنسے وعدہ لیا تھا توحید اور نبوّت میں ؀

تفسیر مدارک میں ہی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ وهو الایمان باللہ والرسل) یعنی ہمنے وعدہ لیا تھا خدا اور رسولوں پر ایمان لانے کا ؀

پس نصاری کو یہی الزام دیا کہ جو نصیحت اُنکو کیگیی تھی اور جو وعدہ اُنسے لیا گیا تھا اُسکا ایک حصّہ بھول گئے۔ لہذا اگر فرض کرو کہ تمام یہودیان مدینہ نے محمد صاحب کی دشمنی سے اپنی کتابوں کو محرّف کر دیا اور اُنکی کتابیں قابل اعتماد نہیں ہیں۔ تو ہرگز قرآن کا یہہ دعوی مطلق نہیں ہی کہ نصاراے مدینہ نے بھی ایسا ہی کرلیا اور وہ بھی یہودیوں کے ساتھی بن گئے۔ یہہ بات بالکل خلاف قرآن ہی ؀

اب فرض محال کرلو کہ تمام یہودی اور عیسائیان مدینہ نے ایسا ایکا کرلیا اور اسقدر بے ایمانی پر بیٹھے کمر باندھ لی کہ باہم اتفاق کرکے اپنی کتابوں کو خراب کرڈالا اور محمد صاحب کی تعریف یا پیشین گوییاں اور دوسرے مطالب بھی

بدل ڈالے تو یہہ دعوی تو ہرگز سارے قرآن میں نہیں ہی اور ادنی ذکر بھی نہیں

ہی کہ تمام جہان کے یہود و نصاری نے اپنی کتاب الہی اور کلام اللہ کو محرف کر ڈالا

اور اسکے مطالب اور مقاصد بدل ڈالے — جابجا ملک ملک اور شہر شہر اور

گانو گانو کے لاکھوں آدمیوں نے بیشمار کتاب محرف کر ڈالی جو نہ ایک زبان میں

تھیں بلکہ مختلف زبانوں اور متفرق حرف میں ✤

ایسے خلاف دعوی اور ناممکن بات اور غیر مذکور امر اور خلاف منشاے قرآن

کو کون ہی جو سچ جانیگا ✤

پنجم بلکہ جو شخص تمام قرآن کو سیدھے دل اور حق پسند نظر اور راستی کی راہ سے

مطالعہ کریگا وہ بلا شک و شبہہ یقین کریگا کہ اسمین اول سے آخر تک کتاب مقدس

کو کلام اللہ بتلایا اور تصدیق کیا ہی اور بہت سی آیات سے بخوبی تمام روشن ہوتا

ہی کہ کتاب موصوف بحالت اصلی محمد صاحب کے زمانہ میں موجود تھی — البتہ قرآن

میں ایسا لکھا ہی کہ محمد صاحب کے وقت مدینہ کے یہودی انکی دشمنی سے آیات

کتاب موصوف ٹھیک نہیں بتاتے تھے اور تفسیر و تاویل خلاف کرتے تھے

اور آیتوں کو جدا جدا پیش کرتے اور بعض کو چھپاتے تھے اور بعض کو دوسری جگہ ملاکر

ظاہر کرتے تاکہ انکے اصلی مدعا بدل جاویں ✤

اور اگر قائل قرآن کا یہہ دعوی ہوتا کہ جہان بھر کی سب کتاب مقدس محرف

وہ آیات جن سے یقین ہوتا ہی کہ قرآن اپنے وقت کی مروج کتاب مقدس کو بلا تحریف و تبدیل اصل اور صحیح بتلاتا ہی ۱

هي يا بدل گئي هي يا سياق سے خراب و خسته هي يا آپ سب يهود و نصاري جو ليتے هيں وغيره تو پهر وهي كهنے والا اسي كتاب محرّف اور متغير اور مبدّل اور بے اعتبار اور بے اعتماد كو امام و رحمت و كتاب المبين و كتاب المنير و هدايت و جامع كمالات اور دين ميں نوري كيونكر بيان كرتا ✣

اور پهر ايسي نكمي كتاب کے اوپر ايمان لانا مسلمانوں پر فرض كيونكر ٹههراتا — آپهي صاحب اپنے دلوں ميں انصاف كريں كه اگر قائل قرآن كو ذره بهي شبهه هوتا كه كتاب مقدس مين تحريف تغير هي تو كيونكر ممكن تها كه وه محمد صاحب كو حكم كرتا كه تم اسپر ايمان لاؤ اور اسكي پيروي كرو اور پهر اهل كتاب كو قطعي حكم ديوے كه اگر تم اسپر مستحكم اور دل سے پيروي نه كرو تو تمهاري دينداري باطل هي ✣

براے مزيد تشريح و تفصيل چند آيات قرآني اور بهي لكهتا هوں جن سے يقين كلي هوتا هي كه بموجب تصديق قرآن كتاب مقدس تمام و كمال بحالت اصلي بلا تحريف و تضييع و تغير و تبديل محمد صاحب کے زمانه مين يهود و نصاري کے پاس موجود و رائج و مشهور و معروف تهي بلكه آينده بهي اسميں تحريف هونا ناممكن و محال هي ✣

(۱) سوره سجده (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ) يعني بالتحقيق همنے دي موسى كو كتاب

پس تو (اي محمد) شبهه مين مت پڑ اُسکے ملنے مين اور همنے بنايا اُسے هدايت واسطے بني اسرائيل کے اور بنائے اُن میں سے امام جو هدايت کرتے هين بموجب همارے حکموں کے جبکه وه مستحکم رهے اور يقين کرتے رهے هماري آيتوں پر ÷

کتاب موسي توريت هي - اِسمين محمد صاحب کو حکم هي که اُسکے ملنے يعني قبول کرنے ميں شک نه لاؤ يا يهه که بموجب قول بعض مفسرين کے قرآن کے ملنے مين شک نه کرو يا موسي کے ملنے مين شبهه نه کرو - بهرحال کوئي معني لو مگر اس سے صاف ظاهر هي که توريت بني اسرائيل مين متواتر چلي آئي هي اور خداے تعالی نے اُنکو ايسے امام و پيشوا بخشے هين جو توريت کے حکموں کے موافق هدايت کرتے هين - لهذا اس سے ثابت هوتا هي که توريت غير محرف صحيح و اصلي و کامل اُس وقت تک تهي کيونکه اگر محرّف اور جهوٹي جاري هوتي تو اُسکے ماننے والے اور تعليم دينے والے خدا کے امام سے ملقب نهوتے بلکه مضل اور گمراه کهلاتے ÷

(۲) سوره سبا (وَيَرَى الَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ) يعنے اور ديکهتے هين وه جنکو علم ديا گيا هي که جو کچهه تيرے پاس تيرے رب سے نازل هوا هي سو حق هي ÷

مفسرین نے اوتوالعلم کے معنی لکھے ہیں مومنوا اهل الکتاب یعنی مومنان اہل کتاب ـــ علم سے مراد علم دین ہی +

پس جنکو علم الٰہی دیا گیا ہی وہ مومنان اہل کتاب ہوئے ـــ مگر علم الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا ہی جبتک کتاب اصلی وحقیقی خدا کی نہووے کیونکہ جو محرّف اور بگڑی ہوئی کتاب ہو اُسکے ماننے والے ایماندار علم الٰہی کے نہیں ہوسکتے ہیں جنکے قول کی سند عند اللہ معتبر ہووے +

(۳) سورہ مومن (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ) یعنی بالتحقیق ہمنے دی موسیٰ کو ہدایت اور وراثت میں دی بنی اسرائیل کو کتاب جو راہ دکھلانے والی اور یاد دلانے والی ہی سمجھ والوں کو +

پس اس آیت میں صاف صاف گواہی دی ہی کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں متواتر پشت در پشت کتاب مقدس کو وراثت میں دی ہی اور وہ کتاب اس صفت کے ساتھہ موصوف ہی کہ ہدایت ہی اور صاحبان عقل کو یاد دلانے والی ہی چنانچہ تفسیر مدارک میں ہی (وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ أي التوراة والإنجيل والزبور لأن الكتاب جنس ـــ أي تركنا الكتاب من بعده إلى هذا هدى وذكرى

اِرْشَادًا اَوْ تَذْكِرَةً) یعنی اور وراثت میں دی ہمنے کتاب کو یعنی
توریت اور انجیل اور زبور کو اسواسطے کہ کتاب جنس ہی یعنی ہمنے چھوڑ
دیا ہی کتاب کو کہ اُنکی ہدایت کرنیوالی اور یاد دلانیوالی ❊

اور بعض مفسرین کتاب سے مراد صرف توریت لکھتے ہین بہر حال
اس آیت کو ملاحظہ کرکے کسی کے دل میں شک باقی نہیں رہ سکتا ہی کہ
بالیقین کتاب مقدس یا صرف توریت علی اختلاف التفاسیر محمد صاحب کے
زمانہ تک متواتر و متوالی بنی اسرائیل کے پاس بحالت اصلی موجود تھی ❊

(۴) سورہ یونس (فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ) یعنی اگر تو شک میں ہی
اُس سے جو اُتارا ہمنے تیری طرف تو تو پوچھ اُنسے جو پڑھتے ہیں کتاب
تجھسے پہلے والی ❊

اِسکی تفسیر مدارک میں اس طور مرقوم ہی (لما قدم ذکر بنی اسرائیل
وهم قراء الکتاب ووصفهم بان العلم قد جاءهم لان امر رسول الله
مکتوب فی التوراة والانجیل وهم یعرفونه کما یعرفون ابناءهم
اراد ان یؤکد علمهم لصحة القرآن ولصحة نبوة محمد و یبالغ فی
ذلک فقال فان وقع لک شک فرضا وتقدیرا وسئل من

حالیجتہ شبہۃ ان یسارع الی حلہا بالرجوع الی قوانین الدین وادلتہ او بمباحثۃ العلماء فسأل اہل الکتب فانہم من الاحاطہ بصحۃ ما انزل الیک بحیث یصلحون لمراجعۃ مثلک فضلا عن غیرک فالمراد وصف الاحبار بالرسوخ فی العلم بصحۃ ما انزل الی رسول اللہ لا وصف رسول اللہ بالشک فیہ) یعنی جبکہ پہلے ہو چکا ذکر بنی اسرائیل کا کہ وہ کتاب مقدس کے پڑھنے والے ہیں اور انکی تعریف کی گیئی کہ انکو علم حاصل ہو چکا ہی اسواسطے کہ معاملہ رسول خدا کا توریت اور انجیل میں لکھا ہوا ہی اور اہل کتاب محمد صاحب کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو تواب یہہ قصد کیا کہ اسبات کو موکد کرے کہ وہ قرآن کو صحیح جانتے ہیں اور محمد صاحب کی نبوت کو حق جانتے ہیں اور اس امر کو بڑھاوے اسلیے کہا کہ اگر تجکو بالفرض والتقدیر شک ہی اور کسی نے سوال کیا ہی جسکے دل میں یہہ شبہہ چبھا ہی کہ اسکے کھولنے پر مبادرت کرے دین کے قاعدوں اور اُسکی دلیلوں کی طرف متوجہ ہو کر یا عالموں سے مباحثہ کرنے پر پس تو پوچھہ کتاب والوں سے کیونکہ وہ بباعث اسکے کہ جو تجپر اترا ہی اُسکی صحت پر ایسے محیط ہیں کہ تیری مانند لیاقت اسکی رکھتے ہیں کہ انکی طرف وہ مسائل رجوع کرے پڑہ کر تیرے سوا ــ پس مراد اس بات میں تعریف احبار کی ہی کہ وہ کامل طور پر جانتے ہیں کہ جو محمد صاحب پر نازل ہوا ہی صحیح ہی

بلکہ اسمیں کی تعریف ہی محمد صاحب کے شک کی ۔ الغرض بموجب
اس آیت کے دریافت ہوتا ہی کہ جو کتاب مقدس خدا نے عنایت کی تھی
وہ بحالت اصلی اور صحیح تھی کہ محمد صاحب کے وقت کے اہل کتاب اُسسے
کامل طور پر قرآن کو جانتے تھے کہ من جانب اللہ ہی ۔ پس اگر کتاب محرف
فرض کیجاوے کہ گویا وہ اُس وقت محرف تھی تو ہرگز اُسپر حوالہ نہوتا اور کس طور
اُسکے پڑھنے والوں پر حوالہ ہوتا کہ اُنسے پوچھو ؛

(۵) سورۂ اعراف (وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ)
یعنی اور موسیٰ کے قوم میں ایک فرقہ ہی جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اُسی پر انصاف کرتے ہیں ؛
پس اس آیت سے بھی صاف ظاہر ہی کہ قرآن بتلاتا ہی کہ یہودیوں میں سے بعضے
ایسے ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اُسی پر انصاف کرتے ہیں لہذا ضرور بالضرور
اُنکے پاس کتاب صحیح اور اصلی موجود تھی ورنہ محرف اور غیر معتمد کتاب پر عمل
کرنیوالوں کی ایسی تعریف ناممکن تھی ؛

(۶) سورۂ بنی اسرائیل (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي
إِسْرَائِيلَ) یعنی اور بالتحقیق ہمنے موسیٰ کو نو صاف نشانیاں دیں پس تو (ای محمد) بنی
اسرائیل سے پوچھ ؛

اگر کتاب مقدس قابل اعتماد و اعتقاد نہوتی تو اُسپر حوالہ نہوتا ۔ کہ تو بنی اسرائیل سے پوچھ

(۷) سورہ آل عمران (قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) یعنی (اے محمد) تو کہہ کہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر تم سچے ہو
یہودیان مدینہ سے دربارہ حلت و حرمت بعض قسم کے گوشت کے مباحثہ ہوا تو مقدمہ کا فیصلہ توریت پر ٹھہرا کر جو اسمیں ہے وہی درست ہے
پس اگر توریت محرف اور غیر معتمد سمجھی جاتی تو معاملہ کا فیصلہ اسپر مقرر کیا جاتا بلکہ اصلی اور بلا تحریف و تغییر یقین کی گئی کہ قرآن نے اسپر فیصلہ مقرر کیا ✦

(۸) سورہ مذکور (لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ) یعنی اہل کتاب میں سب برابر نہیں ہیں ایک فرقہ ہے سیدھا کہ پڑھتے ہیں خدا کی آیتوں کو رات کے وقت اور جھکتے ہیں سجدہ میں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر اور حکم کرتے ہیں نیک بات کا اور منع کرتے ہیں برے کو اور دوڑتے ہیں نیک کاموں میں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں
تفسیروں میں بہت اختلاف روایات ہے کہ وہ فرقہ کونسا تھا جسکے باب

میں یہہ آیت ہی۔ مگر ہمکو اُس سے کچھہ کام نہیں ہی + اس آیت سے یہہ حال بخوبی تمام واضح ہی کہ اہل کتاب میں سے ایک فرقہ ایسا بھی تھا جو ٹھیک خداے تعالی کی مرضی پر چلتا تھا اور احکام و شرائع الہی کو بجا لاتا تھا اور رات کو خداے تعالی کے کلام کو پڑھا کرتے تھے +

پس ظاہر ہی کہ وہ جب ایسے تھے تو ہرگز کتاب محرف اور نامعتبر کے ماننے والے نہ تھے بلکہ ضرور بالضرور اصلی اور حقیقی کتاب مقدس کے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنیوالے تھے +

(۹) سورہ نساء (لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ) یعنی لیکن ان (اہل الکتاب) میں جو محکم ہیں علم میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں جو اترا تجھپر اور جو اترا تجھسے پہلے +

معالم التنزیل میں ہی (الراسخون المبالغون فی العلم) یعنی راسخون سے مراد علم میں پورے +

تفسیر حسینی میں ہی (لاکن راسخان در علم یعنی آنانکه علم شریعت بیوند و باخلاص در عمل آرند از بنی اسرائیل +

پس اس سے بھی ثابت ہی کہ محمد صاحب کے زمانہ میں کتاب مقدس

صحیح اور اصلي بھي کیونکہ علم دین میں کامل و راسخ ہونا بغیر اُسکے ناممکن ھی ❊

(۱۰) سورہ مائدہ میں بعد اس بیان کے کہ اللہ تعالی نے توریت اور انجیل کو نازل کیا ھی اور وہ ایسي تعریف و توصیف اور کمال کے ساتھ ہیں پھر لکھا ھی کہ (وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ) یعني اور تجھپر ہمنے نازل کي ھی کتاب حق (قرآن) جو تصدیق کرتي ھی اُسکي جو پہلے ھی اور اُسکي محافظ ھی ❊

پس اس آیت کے بموجب قرآن محافظ کتاب مقدس کا ھی چنانچہ بیضاوي میں مهیمنا علیه کے معنی رقیبا علی سائر الکتب یحفظه عن التغیر ویشهد لها بالصحة والثبات لکھے ہیں ـ یعنی قرآن محافظ کتاب مقدس کا ھی جو اُسکو بدلنے سے محفوظ رکھتا ھی اور گواہي دیتا ھی اُسکي صحت اور ثبات پر ❊

بھلا صاحبو ملاحظہ فرمایئے کہ وہ کتاب جسکي حفاظت کے واسطے قرآن اپنا اُترنا بتلاتا ھی اور جسکي صحت اور اصلیت کي گواہي دیتا ھی پس اس سے زیادہ اور کونسي دلیل کامل درکار ھی جس سے معلوم ہو کہ قرآن کا قائل بالیقین جانتا تھا کہ کتاب مقدس صحیح و سالم بحالت اصلي موجود ھی بلکہ قرآن اُسکا محافظ ھی ❊

جو شخص قرآن کو کلام اللہ مانتا ہی اُسپر فرض ہی کہ جانے کہ کتاب مقدس
محمد صاحب کے زمانے میں صحیح اور اصلی تھی اور تا روز حشر ویسی ہی رہیگی
کہ قرآن اُسکا محافظ ہی ٭

کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ جب تک قرآن کو حق جانتا ہی کتاب مقدس
کی اصلیت میں کلام کرے کہ اُسکی تحریف اور بے اعتمادی کا دعوی کرے
کیونکہ یہہ بالکل خلاف شہادت و تصدیق و تعلیمات متکاثرہ قرآن کے ہی ٭

الغرض بھائیو جسقدر قرآن کو پڑھو اور اُسکی تعلیمات اور ہدایات کو اِس
خاص معاملے میں ملاحظہ کروگے بلاشبہہ آپکو واضح ہوگا کہ قرآن جس طور
کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ہی اور اُسکی نہایت اعلی اوصاف بیان کرتا
ہی اور جابجا اُسکی تصدیق من جانب اللہ ہونے کی کرتا ہی اُسی طور اُسکی اصلیت
اور صحت اور ثبات اور معتبری کی شہادت کامل دیتا ہی ٭ البتہ بعض یہودیان
کو چند طرح کے الزام مذکورہ بالا دیتا ہی کہ وہ اپنی نادانی و جہالت یا تعصب
و شرارت سے اُسکے مطالب مقاصد اصلی چھپاتے ہیں یا غلط تفسیر کرتے
ہیں یا آیت کو اپنے موقع سے جدا کرکے دوسری جگہہ بٹھا دیتے ہیں —
مگر اُنکے ایسا کرنے سے کتاب محرّف اور غیر معتمد نہیں ہوسکتی ہی اور نہ ہرگز
قرآن کی کسی جگہہ سے مترشح ہوتا ہی کہ گویا کتاب موصوف میں تحریف ہوئی یا کہ

وہ قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی — زیادہ تر تفصیل ان باتونکی جس کسی کو دیکھنا ہو لازم ہی کہ شہادت قرآنی کو مطالعہ کرے کہ اُسکا خلاصہ مطلب اس جگہہ مذکور ہوا ہی ⁂

ششم ہرچند حاجت نہیں ہی کہ جس حالت میں قرآن کی صاف صاف گواہی دربارۂ اصلیت و صحت کتابِ مقدس موجود ہی پھر حدیثوں کا ذکر کیا جاوے لیکن بغرض تائید و ایضاح کلام ایک مختصر بیان لکھا جاتا ہی

بعض علماے محمدی نے ذکر کیا ہی کتب تردید میں اور بوقت مناظرہ بھی بیان کیا کہ جس طور ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتابِ مقدس کلام الٰہی ہی اسیطور ہم ایمان لاتے ہیں کہ اُسمیں تحریف ہوئی ہی اور اپنے اِس عقیدے کے ثبوت میں یہہ حدیث پیش کی ہی کہ (لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْکِتَابِ وَلَا تُکَذِّبُوْهُمْ) یعنی کہ محمد صاحب نے فرمایا ہی کہ اہل کتاب کے قول کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب ⁂

مگر عاقل و دانا سمجھ لیگا کہ منشا اِس حکم کا کیا ہی — وہی جو اوپر مذکور ہوا اور جیسا کہ قرآن کی آیات بینات سے واضح ہی کہ محمد صاحب کو اہل کتاب کے اقوال و افعال پر بھروسا نہ تھا بلکہ اُن میں سے بعض فرقہ یہود کو الزام دیا ہی کہ وہ کتابِ مقدس کی آیات کے مطلب اور مقصد اور مضامین

غلط بیان کرتے ہیں اور تاویلات و تفسیر ٹھیک بیان نہیں کرتے ہیں اسی طور شرائع و احکام میں بھی خطا کرتے ہیں خواہ ازراہ جہالت اور خواہ شرارت و عداوت سے +

بہر حال اسی منشا سے یہہ حدیث ہی کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم اہل کتاب کے اقوال کو نہ سچ جانو کیونکہ احتمال ہی کہ کتاب کے خلاف کہتے ہوں اور نہ جھوٹا جانو کیونکہ احتمال ہی کہ مطابق ہدایت کتاب کہتے ہوں۔ مگر اس سے ہرگز یہہ مدعا نہیں نکلتا ہی کہ گویا محمد صاحب نے کہا کہ کتاب مقدس محرف یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی۔ یہہ محض غلط فہمی ان صاحبوں کی ہی کہ غلاف معنی جانتے ہیں +

اسی طور واضح ہو کہ ایک حدیث بھی نہیں ہی جسمیں کہا ہو کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں یا یہہ مدعا تضمنًا والتزامًا یا تاویل بعیدہ سے بھی نکلتا ہو بلکہ کئی حدیثیں ہیں جنسے ٹھیک وہی بات ثابت ہوتی تھی جو قرآن سے۔ یعنی کہ کتاب مقدس بحالت اصلی صحیح اور قابل اعتماد ہی +

مشکوۃ میں ابن ماجہ و ترمذی و احمد سے منقول ہی بروایت زیاد بن لبید اور دارمی میں بروایت ابو امامہ (قال ذکر النبي شيئا فقال ذاك

عند اوان ذهاب العلم فقلت یا رسول اللہ وکیف یذهب العلم ونحن نقرء القرآن ونقرئه ابناءنا ویقرئه ابناءنا ابناءهم الی یوم القیامة فقال ثکلتک امک زیاد ان کنت لاراک من افقه رجل بالمدینة اولیس هذه الیهود والنصاریٰ یقرؤن التوراة والانجیل لا یعلمون بشیء مما فیه) یعنی راوی کہتا ہی کہ نبی صاحب نے کسی چیز کا ذکر کیا کہ یہہ بات علم جاتے رہنے کے وقت ہوگی میں نے کہا ای رسول خدا کس طرح علم جاتا رہیگا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہین اور اُسکو اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی قیامت کے دن تک ــ محمد صاحب نے کہا کہ تجھے موت آوے زیاد میں تو تجھے مدینہ کے بڑے فقیہوں سے جانتا تھا کیا یہہ یہود اور نصاریٰ نہیں ہیں کہ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہین اور اُن میں کی ایک بات بھی عمل میں نہیں لاتے ہیں +

پھر ایک مقام تو ایسا ہی کہ اگر محمد صاحب کو ادنیٰ شک بھی کتاب مقدس کی تحریف و تبدیل کا ہوتا تو اس مقام پر اُسکا اظہار خواہ مخواہ کر دیتے اور بالضرور کہتے کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابل اعتماد نہیں ہی +

مشکوٰۃ میں دارمی سے منقول ہی (عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ بنسخة من التوراة فقال یا رسول اللہ فسکت

فیجعل یقرء ویتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ماتری بالوجہ رسول اللہ فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربًّا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًّا فقال رسول اللہ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی) یعنی جابر سے روایت ہی کہ عمر بن الخطاب محمد صاحب کے پاس توریت کا ایک نسخہ لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہہ توریت کا ایک نسخہ ہی محمد صاحب خاموش ہوئے عمر پڑھنے لگے اور محمد صاحب کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ تجھے رونے والیان روئیں تو رسول خدا کا چہرہ نہیں دیکھتا ہی۔ عمر نے محمد صاحب کا چہرہ دیکھا اور کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا کے غضب سے اور اُسکے رسول کے غضب سے ہم راضی ہیں کہ خدا ہمارا رب ہی اور اسلام ہمارا دین ہی اور محمد ہمارے نبی ہیں۔ محمد صاحب نے فرمایا کہ اُسکی قسم ہی جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہی کہ اگر تمپر موسی ظاہر ہوں تو اُسکے تم پیرو ہو جاؤ اور مجھے چھوڑ دو اور سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ اور اگر وہ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری پیروی کرتا۔ یہہ حدیث قابل غور ہی کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہی مگر چونکہ وہ بات خارج از بحث

هی اسواسطے اس مقام پر صرف اِسیقدر عرض کرنا واجب هی کہ اگر محمد صاحب کو توریت کی نسبت ذرہ بھی غلطی یا تحریف و تبدیل کا شبہہ بلکہ وہم بھی ہوتا تو ضرور اس جگہہ خواہ مخواہ اسکو ظاہر کرتے کہ اس کتاب پر اعتماد نہیں هی یا قابل اعتماد نہیں هی یا اسکی تحریف کا شبہہ هی یا اسکی صحت میں کلام هی لیکن انکو ادنی شک اس بات کا نہ تھا بلکہ ٹھیک جانا کہ صحیح اور اصل هی جو موسیٰ نے لکھا کہ نسخۂ توریت کو دیکھکر خاص موسیٰ پر ایراد کلام کیا۔

الغرض ای بھائیو چاہیے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھو خواہ احادیث کو دیکھو کہیں اس بے سر و پا دعوے کو نپاؤ گے ایک ادنی اشارہ یا کنایہ نہ دیکھو گے کہ گویا کتاب مقدس محرف هی یا اسمیں تغیر و تبدیل واقع ہوئی هی یا وہ قابل اعتماد و لائق اعتقاد نہیں ہیں بلکہ اُنسے صاف صاف ظاہر ہوتا هی اور کامل شہادت ملتی ہیں بکثرت تمام کہ کتاب مقدس صحیح اور اصلی اور معتبر هی +

بلکہ ای صاحبو آپ کو بخوبی واضح ہووے کہ علاوہ شہادت قرآن کے حدیث سے یہہ بات بھی ظاہر ہوتی هی کہ بعد زمانہ محمد صاحب کے صحابیوں اور تابعیوں تک کہ وہی زمانہ خیر القرون میں شمار کیا جاتا هی دو سو برس کے قریب تک کے لوگوں کو یہہ خیال فاسد نہ تھا بلکہ بہت سے اقوال اور

تحریرات سے معلوم ہوتا ہی کہ سنہ [illegible] ہجری تک کے لوگ کتاب مقدس
کو صحیح اور اصلی جانتے اور مانتے تھے کسیکے دل میں شک و شبہہ تحریف
و تبدیل نہ تھا *

چنانچہ مروی ہی کہ کئی بار کسی کسی لوٹ میں نسخجات کتاب مقدس کے
موجود تھے بعض صحابہ وہاں موجود تھے انھوں نے مسلمانوں کو کتاب
مقدس کے نسخجات فروخت کرنے سے منع کیا کہ جس طور قرآن کی بیع
درست نہیں یہہ بھی کلام اللہ ہی اسکا بھی فروخت کرنا روا نہیں اس واسطے
حکم دیا کہ ان کتابوں کو اہل کتاب کو بلا قیمت بطور ہدیہ دیدو چنانچہ دیدی
گئیں — پس اس سے بھی ظاہر کہ اگر وہ صحابی کتاب کو محرف اور غیر معتمد
اور غلط جانتے تو اہل کتاب کو ہرگز نہ دیتے کہ بالکل ناجائز تھا *

ایسی طور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صحیح بخاری جسکو اہل تسنن بعد قرآن کے
صحیح ترین کتاب جانتے اور مانتے ہیں اور جسکے اوپر عمل کرنا واجب مانتے
ہیں — کتاب مذکور دوسری صدی ہجری کے بعد تالیف ہوئی ہی اسمیں
بکتاب الرد لکھا ہی بتفسیر یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ جو قرآن میں مذکور ہی یحرفون
یزیلون ولیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یحرفونہ
یتاولونہ علی غیر تاویلہ مدعا یہہ کہ قرآن میں وارد ہی کہ بعض یہودیان

تحریف کرتے ہیں اُسکے معنی لغت میں یہہ ہیں کہ زائل اور دور کرنے ہیں حالانکہ کوئی شخص خدا کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک لفظ بھی زائل نہیں کر سکتا ہی مگر مراد یہہ ہی کہ وہ لوگ تاویل کرتے ہیں خلاف تاویل اصلی و حقیقی کے ✤

اور ملاحظہ کیجیے کہ ابو حنیفہ جنکو اہل سنن امام اعظم کہتے ہیں اس باب میں کہ آیا کتاب مقدس کے احکام قرآن سے منسوخ ہوگئے یا نہیں یہہ لکھتے ہیں (کل حکم من الاحکام السابقة اذا وجد نسخه فی القرآن او فی الاخبار او فی اجماع الامة او یوجد ما یدل و یقتضی من القیاس الجلی بالمنصوص یوجب نسخه و ما سوی ذلك فیبقی مشروعا) یعنی ہر ایک حکم اگلے حکموں میں کا اگر اسکا ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماع امت میں پایا جاوے یا یہہ کہ از منصوص قیاس جلی مقتضی اور دال اُسکے نسخ پر ہو تو وجب ہی اُس اگلے حکم کا نسخ اور جو اسکے سوا ہی وہ مشروع رہیگا ✤

پس اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہی کہ ابو حنیفہ کو وہم بھی نہ تھا تحریف و تبدیل کتاب مقدس کا نہیں تو اُسکے احکام غیر منسوخ شدہ پر عمل کرنے کو مشروع نہ ٹھہراتے ✤

الغرض ایسی بہا بموجب شہادت و بیانات قرآن و احادیث ثابت
ہی کہ بالیقین کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں صحیح اور اصلی موجود
اور رایج تھی اور عموماً اہل کتاب میں جاری اور سب لوگوں میں مشہور و
معروف تھی ۔ اور اُسکے تبدیل و تحریف و تغیر کا نہ محمد صاحب کو کبھی شبہہ
ہوا اور نہ کسی صحابی نے شک کیا مگر معلوم نہیں ہوتا ہی کہ ان علماے محمدی
نے یہہ ایمان اپنا کہاں سے پیدا کیا ہی کہ اپنے رسالوں میں اور کتابوں
میں خلاف شہادت قرآن و حدیث اور صحابیوں اور تابعیوں کے
باوجود دعوی اسلام جابجا لکھتے ہیں کہ (جس طرح ہم ایمان لاتے ہیں کہ
کتاب مقدس کلام الہی ہی اُسیطرح ہم ایمان لاتے ہیں کہ اُس میں تحریف
ہوئی ہی) *

البتہ اگر ان صاحبوں کو دلائل یقینیہ سے ثابت ہوا تہا یا کوئی بات
شبہہ کی بھی معلوم ہوئی تہ کتاب مقدس بعد زمانہ محمد صاحب کے تحریف
ہوئی اور بدلی گئی تو اُسکو ظاہر کرتے اور اُن وجوہات یقین یا شبہہ و شک
کو پیش کرتے لیکن جب ان صاحبوں نے ایک بات بھی ایسی نہ پائی
کہ ادنی شبہہ پڑ سکے یا ذرہ سا وہم بھی ہو سکے بلکہ بالیقین ثابت ہی
کہ جو کتاب موصوف زمانہ محمدی میں رایج اور جاری اور ہر کہیں اہل کتاب

سے کے پاس موجود و مشہور و معروف تھی ویسی ہی ہو بہو اب کے یہودیوں اور
مسیحیوں کے پاس موجود ہی بلکہ بعینہ و بجنسہ اُس زمانہ سے بھی پہلے کے
لکھے نسخے موجود ہیں — جائے کلام اور گفتگو کا مقام نہیں — اس لحاظ سے
خلاف شہادتِ قرآن و برعکس گواہی حدیث کے ایسا کہا کہ کتاب موصوف
محمد صاحب کے زمانہ سے پہلے ہی محرف تھیں اور بعد کو بھی تحریف ہوئی
— اور پھر تحریف کو یہانتک وسعت دی کہ اختلافات نسخہ یعنی نقاط و اعراب
و حروف و الفاظ کی کمی بیشی یا ایک کا بجائے دوسرے کے ہونا وغیرہ
جس سے کچھ تغیر و تبدیل یا کمی بیشی مقاصد و مطالبِ کتاب میں واقع نہیں
ہوتی ہی حسب گزارش مذکورۂ بالا یہی تحریف کتاب ٹھہرائی بلکہ اس سے
بھی بڑھ کر یہہ کیا کہ کتاب تو لکھتے ہیں بدعوے اثبات تحریف اور پیش کرتے
ہیں کہ توریت یا فلانے نبی کی کتاب الہامی نہیں یا فلانی کتاب کے مضمون
اچھے نہیں یا فلانے نے صحیفہ کی نسبت وقت تصنیف میں بعضوں نے یہہ
شک کیا ہی یا دہریوں کے یہہ اعتراضات ہیں نسبت فلاں فلاں آیات کے
یا فلانا شخص اٹکل سے یوں کہتا ہی وقت تالیف میں فلان کتاب کے یا
بعضے شخص فلانے نبی یا حواریوں کی نبوت اور رسالت میں یہہ کلام کرتا
ہی یا انہی آیتوں میں باہم اختلاف ہی وغیرہ ٭

مگر ظاہر ھی کہ ایسی باتوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی ھی نہ قرآن مطابق
وموافق کتاب مقدس کے ہوسکتا ھی نہ ان بیانوں کو کچھ بھی تعلق دعوی
تحریف سے ھی — غرض انکی ان سب باتوں سے محض یہہ ھی کہ لوگوں کے
دلوں پر ایسی ایسی باتوں سے شک وشبہہ کتاب مقدس کی حقیت اور
من جانب اللہ ہونے کی نسبت ڈالیں اور انکو متردد کریں ÷ تاکہ خام طبع
لوگ ایسے ایسے حالات سنکر خاموش ہو رہیں — مگر یہ ظاہر ھی کہ اگر بالفرض
والتقدیر کتاب مقدس منجانب اللہ نہیں اور انبیاے بنی اسرائیل سچے نبی
نہیں یا حواری صاحب الہام نہ تھے تو اس سے تحریف ثابت نہیں ہوسکتی
ھی — بلکہ اس سے خود قرآن کا بھی باطل ہونا ظاہر ھی کہ جو اُن سب کو
منجانب اللہ اور حق بتلاتا ھی ÷

یہہ نیازمند بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اُن سب عمدہ اعتراضوں کو
حتی الوسع جمع کرکے ذیل میں لکھتا ھی اور بقدر ماوجب جواب بھی عرض کرتا ھی
تاکہ آپ صاحبوں پر بخوبی ظاہر ہو جاوے کہ ان اعتراضات سے تحریف
ثابت ہوتی ھی نہ امور تنقیح طلب کا جواب شافی ملتا ھی ÷

پہلا اعتراض یہہ کہ توریت کے اول صحیفہ یعنی کتاب پیدایش کو بعض
اقوال کے بموجب حضرت موسی نے اُس وقت لکھا کہ جب تک انکو نبوت

نہوئی تھی تو الہامی کہاں سے ہوئی + اسیطور کتاب تقضات اور راعوث کی نسبت بعضے کہتے ہیں کہ الہامی نہیں ہیں - اور کتاب حضرت ایوب کا حال بھی ایسا ہی ہی کہ معلوم نہیں کہ حضرت ایوب کون تھے اور کس ملک میں اور کس وقت تھے + اسیطور زبور کی نسبت بعضے لوگ کہتے ہیں کہ الہامی نہیں ہیں - کتاب جامعہ کی نسبت بعضے یہودی الہامی تصور نہین کرتے تھے - اور کتاب نشید الانشاد کو بعضے لوگون نے اچھا نہیں کہا اسکے مضامین کو خراب بتلایا ہی اور کہا ہی کہ کتاب مقدس سے نکال ڈالنے کے لائق ہی - کتاب دانیال کو کسی کسی نے کلام بشر تصور کیا ہی اور الہامی نہیں جانا +

صاحبو انصاف فرماؤ کہ اس بیان اور اعتراض کو کیا مناسبت تحریف سے ہی - اوّل تو مسلمانون کو ایسے اعتراض کرنا ہی ناجائز ہی انکو ان توہمات سے کیا تعلق اور ایسے اعتراضات پیش کرنے کا کیا منصب ہم انکو اسیقدر جواب دینگے کہ آپ اگر قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ صاف صاف گواہی دیتا ہی کہ توریت و زبور و جملہ صحف انبیاے کرام جو اہل کتاب کے پاس ہیں اور جنکو وہ پڑھتے ہیں وہ سبکے سب کلام اللہ ہیں - اب اہل اسلام چاہے اسکو الہامی جانیں یا نہ جانیں +

اور جبتک کوئی شخص قرآن کو حق مانتا اور دعویٰ اسلام کرتا ھے تب تک کتاب مقدس کی نسبت کوئی کلام خلاف تصدیق وشہادت قرآن مسموع نہیں ہوسکتا ھے ‌٭

اسکے علاوہ کسی کتاب کا الہامی ہونا نہونا یا اسکا مضمون عمدہ ہونا یا نہونا اور بات ھے اور تحریف دوسری بات ھے ـ یعنی بالفرض کتاب مقدس خدا کا کلام نہیں تو اس سے تحریف ثابت نہیں ہوجاتی ھے ـ اگر کوئی شخص کہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں یا اسکے مطالب ومضامین اچھے نہیں تو اس سے قرآن محرف نہیں ٹھہر سکتا ھے ‌٭

ہاں البتہ اگر اہل اسلام یہہ بات ثابت کریں کہ جس کتاب کی قرآن نے تصدیق کی ھے اُس میں کتاب پیدایش وزبور وغیرہ نہ تھیں اور اب ہیں تو تحریف ثابت ہوسکتی ھے ـ وگرنہ ایسے اعتراضات کرنا محض بیجا ہیں ‌٭

(۲) یہہ کہ کتاب مقدس کے اول حصہ یعنے عہد عتیق کے بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام کے تعیّن میں اختلاف ھے ـ اور بالتعیین معلوم نہیں ہوتا ھے کہ اُن صحیفوں کے مصنف کون تھے اور وقت تصنیف میں بھی اختلاف ھے بعضے ایک وقت قرار دیتے ہیں اور بعضے دوسرا وقت خیال وگمان کرتے ہیں ‌٭

اِس اعتراض کا حال بھی مثل اعتراض اول کے ھی کہ اس امر سے اور تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ھی۔ اسکا جواب اہل اسلام کو صرف اسقدر کافی ھی کہ قرآن اُن تمام و کمال کتاب مقدس کی تصدیق کرتا ھی اور اُنکو کلام اللہ اور حق بتلاتا ھی جو محمد صاحب کے ہمعصر یہود اور نصاری کے پاس موجود تھے جا بجا مشہور اور معروف اور مروج اگر اُس کتاب کے صحیفوں کے مصنفون کے نام بالیقین نہ جانو یا تعیینِ زمانِ تصنیف نہو سکے تو کیا مضائقہ۔ اور اِس سے تحریف سے کچھ علاقہ نہیں۔ ہاں البتہ اگر یہہ ثابت ہووے کہ یہہ صحیفے اُس وقت مجموعے میں شامل نتھے یا محمد صاحب کے زمانہ کے بعد تصنیف و تالیف کیئے تو تحریف ثابت ہوگی ❊

اِسکے علاوہ واضح ہو کہ جملہ صحف عہد عتیق ابتدا سے الہامی اور منجانب اللہ مانے جاتے ہیں حضرت موسیٰ سے گیارہ سو برس تک متواتر انبیاے کرام کے ہاتھ میں رہے اور بعد ازاں یہہ سب مجموعہ صحف تمام یہودیوں میں جاری اور مشہور و معروف اور مروج رہا اور پھر خداوند مسیح نے ایسی کی تصدیق فرمائی اُسکو کلام اللہ بتلایا اور جا بجا اُن کتابوں پر حوالہ دیا بلکہ اُن میں کی آیات کثیر اور مضامین و مطالب کو پیش کیا اور بطور اقتباس خلاصہ مضامین صحف عہد عتیق میں مندرج کیا۔ اور اُس زمانہ سے اب تک متواتر

تمام جماعت ایمانداران مسیحي اور یهودیوں میں بجنسه و بعینه موجود اور
جاري هی ÷

پس جمله صحف عهدِ عتیق بغرض هدایت و ارشاد و تعلیم و تلقین و خبا
خداے تعالی کے طرف سے بالهامه تعالی مرحمت هوئے ـ مصنف
یعني انبیاے کرام صرف بیان کرنے والے اور محرر حکم الٰہی تھے ـ
پس اگر بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام بالیقین دریافت نهوئے
یا وقتِ تصنیف بعض صحف میں اختلاف تعئین ہوا تو کیا قباحت لازم آتي
هی ـ جس حالت میں که بدلائل یقینیه و براہین قطعیه ثابت هی که خداوند
مسیح اور اُسکے سب حواري بلاشبهه صادق اور راستگو تھے انکا فرموده
تمام اُن اٹکلوں اور اندازوں کے اقوال مختلفه سے اعلی و افضل اور یقیني
هیں ـ اور پھر یهه بھي که اکثر علما کا اتفاق نسبت مصنفین صحف موصوف و
تعئین زمان بھي موجود هی گو بعض کو اختلاف هی ÷

الغرض اس سے نه کچھه تعلق تحریف سے هی اور نه اس لاعلمي سے
کسي طرح کي قباحت نفس کتاب کي حقیقت پر عائد هوتي هی ـ اور نه اهل اسلام
کو ایسے اعتراض کرنا بدعوي اسلام مناسب هی ÷

(۳) یهه که انجیل متي کي نسبت اختلاف هی که اُسنے اپني کتاب عبراني میں

لکھي یا یوناني میں اور اکثر قول علما کے ہیں جن سے دریافت ہوتا ھي کہ متي نے انجیل عبراني میں لکھي تھي اب وہ نسخہ جہان بھر میں نہیں ھي اسکا ترجمہ یوناني ھي مگر ترجمہ کي نسبت اختلاف ھي کہ اُسنے خود کیا یا اُسوقت کسي اَور نے کیا؛ لیکن اِس امر کو بھي تحریف سے کچھہ علاقہ نہیں۔ کیونکہ جو کتاب محمد صاحب بلکہ خود حواریوں کے زمانہ میں تمام جماعتِ مسیحیوں میں رائج تھي وہ یوناني تھي پس وہي کتاب بشمول صحف دیگر شہادت قرآني سے تصدیق کي گئي ھي۔ ابتدا سے حال پر معترض ہونا اہل اسلام کو بپابندیِ اسلام لازم نہیں۔ اگر قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ اُسي کتاب کي تصدیق کرتا ھي جو زمانہ محمدي میں جابجا مسیحیوں میں جاري تھي اور وہ بالاتفاق یوناني نسخہ تھا؛

علاوہ اسکے اکثر قول معتبر اور مستند ہیں کہ متي نے خود ہي اپني کتاب عبراني کا زبان یوناني میں ترجمہ کیا تھا وہي ترجمہ جملہ مسیحي جماعتوں میں رائج ہوا اُسي کي نقلیں اب تک موجود ہیں؛

اور اگر بالفرض کسي ایماندار نے کیا تو وہ صحیح اور درست ھي کہ تعلیمات و ہدایات و مطالب و مضامین مطابق و موافق جملہ کتاب مقدس کے ہیں اور اسکے علاوہ ابتدا سے تمام جماعاتِ عامہ مسیحیوں میں مقبول اور مروّج ہوئي اور تمام ایمانداروں نے اُسکو تسلیم کیا اور مانا؛

(۴) یہہ کہ پُرانے زمانے میں کاغذ نہ تھا اس وجہ سے دو ہزار برس تک نسخجات عہدِ عتیق اور سات سو برس تک نسخجات عہدِ جدید کس قلت کے ساتھہ ہونگے کہ تختیوں پر کھود کر یا بعض درختوں کے پتوں پر یا چمڑے پر لکھا کرتے تھے پھر آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم کے کاغذ کی ایجاد ہوئی لہذا کس قدر ملحدوں اور منکروں اور بے ایمانوں کو جعل اور تحریف کی گنجایش ہوگی *

مگر ظاہر ہی کہ ایسی باتوں سے ثبوتِ تحریف نہیں ہو سکتا ہی۔ ان معترض صاحبوں کے محض وہم و خیال ہیں۔ اول تو محمدیوں کو قبل زمانہ محمدی کے حالاتِ مذکورۂ بالا میں گفتگو کرنا اور خلاف شہادتِ قرآن اعتراض پیش کرنا لاحاصل ہی۔ علاوہ برآن بھلا ایسے توہمات دور از کار سے کہیں تحریف ثابت ہو سکتی ہی یا کتاب مقدس کی اصلیت میں کوئی شبہہ پڑ سکتا ہی ہرگز نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں لاکھوں ایماندار لوگ جابجا موجود تھے جو کتابِ مقدس کو اپنا دین و ایمان کا سرچشمہ جانتے اور اُسکو کلام اللہ مانتے تھے اور اُسکی تلاوت فرض سمجھتے تھے پس کیسی ہی محنت و مشقت کیوں نتھی اور اس قدر تحریر و کاغذ کی آسانی اُسوقت نہ تھی جیسے فی زمانناہی مگر تاہم بیشمار نسخجات موجود تھے اور تمام جماعاتِ ایماندار

مین پڑھی جاتی اور جا بجا ملک بملک اُسکی منادی اور وعظ و تعلیم ہوتی تھی — پس اِس حالت مین کسی ملحد اور منکر کا زہرہ نہ تھا اور نہ کسی بے ایمان کو مجال تھی کہ کتاب مقدس کو محرّف کر سکے ؛

(۵) یہہ کہ بخت نصر کے وقت یہود پر بڑی خرابی پڑی ہیکل ڈھائی گئی اور یہود مقتول ہوئے اور مقید ہوئے سب نسخے پرانی کتابوں کے برباد ہو گئے بحدیکہ اگر حضرت عزرا نبی پیدا نہوتے اور نسخہ توریت نہ لکھتے تو کلام الٰہی مطلق کا کسی کے پاس صحیح نہ نکلتا ؛

مگر یہہ اعتراض بھی مثل توہمات مذکورہ بالا کے ہی — ایسی گفتگو مین اہل اسلام کو لازم نہین اور نہ ان باتون سے صحت عہد عتیق کی تحریف پر شبہہ پڑ سکتا ہی — بموجب تصدیق و شہادت قرآن صحف عہد عتیق جو زمانہ محمدی مین یہود و نصاریٰ مین رائج و مشہور تھے بالاتفاق کلام اللہ تھے پس اگر فرض کیا جاوے کہ زمانہ بخت نصر مین کتاب مقدس جہان سے مفقود ہو گئی تھی تو جوابدہی اسکی خود اہل اسلام پر بھی واجب ہی ؛

علاوہ اسکے واضح ہو کہ یہہ سچ بات ہی کہ بخت نصر نے یہودیوں کو بہت ستایا اور اُن کو قتل بھی کیا اور بہتیروں کو قید کر کے بابل مین لے گیا اور اُس حالت مین نسخجات قدیمہ بھی برباد ہوئے مگر یہہ بات کون ثابت کر سکتا ہے

کہ تمام کتابیں یعنی تمام نسخجات یہود سے برباد ہوگئے اور کسی کے پاس
کتاب خدا باقی نرہی تھی۔ پھر اُسکے سوا جب حضرت عزا کی نبوت اور
انکی کتابت کا اقرار ہے پس بالاتفاق نبی تبلیغ رسالت و اظہار کلام الٰہی میں
معصوم ہے لہذا وہ نسخہ جو حضرت عزا نے لکھا صحیح نقل مطابق اصل کے تھا
۔ اِسکے سوائے خداوند مسیح کی کامل شہادت عہد عتیق کے جملہ صحف کی
منجانب اللہ اور صحت و اصلیت کے واسطے کافی و وافی ہے اور بس ؁
(۶) یہہ کہ انٹوکس بادشاہ کے جور و ظلم اور شہنشاہانِ فرنگستان کے
آفات کے باعث کہ وہ سب بت پرست اور غایت درجے کے جانی دشمن
مسیحیوں کے تھے مدتہائے مدید تک عیسائیوں کو قتل متواتر کرتے
رہے اور اشد عذاب و عقوبت اُن لوگوں پر کرتے تھے اُنکا یہہ بھی
حکم تھا کہ مسیحیوں کی کتابیں جہاں تک پاؤ نیست و نابود کردو ۔
پس جہاں مدتوں تک آفتیں او مصیبتیں ایمانداروں پر رہیں اور متواتر
قتل جاری رہے ہوں اور ڈھونڈھ ڈھونڈھکر کتابیں جلائی گئی ہوں
اس وقت کس قدر قلت کتابِ مقدس کی ہوگی اور اُسمیں جعل
و تحریف ممکن ہوگا ؛

مگر یہہ بھی ایک وہم معترضوں کا ہے ۔ بخوبی معلوم ہوتا ہے کتب تواریخ

سے کہ اُس بلا و مصیبت اور سخت امتحان میں ایمانداروں نے جس طرح اپنا
ایمان سلامت رکھا اور اپنے دین پر مستحکم رہے اِسی طرح انھوں نے اپنی
دینی کتابیں محفوظ و مصئون رکھیں ٭
خدا کے اُن سچے بندوں نے اپنی جانوں کا دینا اختیار کیا اور اُسکے عوض
میں اُن کتابوں کو لیا یا تو ایمان داروں کے حوالہ کیا یا تہ خانوں اور محفوظ مقاموں
میں چھپا دیا چنانچہ بعد گذر جانے اُس زمانہ پُر آشوب کے کتاب مقدس اور
اُسکے سوا دوسری دینی کتابوں کے نسخجات کثیر صدہا مقاموں سے برآمد ہوئے
۔ اور اِسکے سوا نہ تمام مسیحی روے زمین سے نیست و نابود ہو گیے اور نہ تمام
کتابیں برباد ہو گئیں بلکہ لاکھوں دیندار باقی اور موجود رہے اور بیشمار کتابیں اُس
بلا سے محفوظ و مصئون اُنکے ساتھ رہیں ۔ اور وہ سب بجنسہ و بعینہ ویسی ہی
ہیں جو اب جاری ہیں ٭
(۷) یہہ کہ حواریوں کے وقت سے پندرہ سو برس تک مسیحی کلیسیوں
میں مجموعہ عہد عتیق کا ترجمہ یونانی مستعمل تھا اور عبرانی کی طرف جمہور سلف التفات
نہ رکھتے تھے ۔ بلحاظِ حوادثِ مذکورہ عبرانی نسخجات کس قلت کے ساتھ ہو نگے
اور وہ بھی جسقدر ہوں یہودیوں کے پاس ہونگے اور عیسائی گرجوں میں
بھی شاید بطور تبرک کہیں کہیں ہوں اور یہود تو شرارت میں ضرب المثل ہیں پس

انکو اپنی شرارت سے یہہ بات اور غنیمت تھی کہ جو چاہیں بنالیں پس کیا عجب کہ یہودنے مجموعۂ عہد عتیق میں تحریف کی ہووے ÷

یہہ بھی ایک وہم ہی مثل توہمات بالا کے ۔ اسواسطے اگر فرض بھی کرلیں خلاف واقع کہ پندرہ سو برس تک جملہ مسیحی حواریوں سے لیکر بندرہویں صدی تک زبانِ عبرانی سے ناواقف تھے اور محض ترجمۂ یونانی اُن میں رائج تھا اور بطور تبرک کہیں کہیں عبادتخانوں میں عبرانی اصل موجود تھی پس جب زبان عبرانی سے واقفیتِ تام حاصل ہوئی اور ہزاروں عبرانی دان عیسائی گذرے اُنھوں نے جب اُن عبرانی نسخوں کو جو اُنکے بیچ تھے اُن عبرانی نسخوں سے جو یہودیوں کے پاس ہی ملایا اور اُس ترجمہ یونانی بلکہ دوسرے زبانوں کے ترجموں سے ملایا تو بالاتفاق لکھا کہ سبکے سب مطابق و موافق اور یکساں ہیں جیسا آگے مرقوم ہوگا ÷

(۸) یہہ کہ ملاحظہ زبور و کتاب نحمیاہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ زمانہ سلف میں بھی طریق تصنیف کا ایسا ہی تھا جیسا اب ہی کہ مطالعہ کنندہ کتاب معلوم کرلیتا تھا کہ مصنف اپنا حال لکھتا ہی ۔ مگر توریت میں کوئی ایسی آیت نہیں ہی جس سے معلوم ہووے کہ حضرت موسی خود اپنا حال لکھتے ہیں بلکہ جہاں ذکر موسیٰ آیا ہی بصیغہ غائب بیان کیا ہی ایک جگہہ بھی صیغہ متکلم نہیں ہی ۔

لهذا اُسکے پڑھنے سے صاف واضح ہوتا ھی کہ اِس کتاب کا لکھنے والا سواے موسی کے کوئی اور شخص ھی÷

یہہ تقریر قابل غور ھی کہ محض اِس بات سے کہ متکلم کلام نے اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیاں کیا ھی اس سے دریافت ہوتا ھی کہ وہ کلام اُسکا نہیں ھی یا اس سے تحریف ثابت ہوتی ھی ۔ ایسی بات کو کون سچ مانیگا کہ ایک مصنّف اپنی تصنیفات میں اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے تو وہ کتاب اسکی تصنیف متصور نہو گی بلکہ معلوم ہوگا کہ کسی دوسرے کی ھی÷

یہہ عجیب وغریب بیان ھی نہ دیدھی نہ شنیدھی ۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اکثر شعرا اور صاحبانِ تصانیف کا دستور ھی کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب یا حاضر بیان کیا کرتے ہیں ۔ صدہا دیوان و دیگر تصانیف زمانہ سابق وحال کی موجود ہیں پس ایسا کرنے سے وہ کتاب یا وہ اقوال دوسرے لوگوں کے نہیں ہو جاتے ہیں اور کوئی نادان بھی نہیں سمجھتا ھی کہ یہہ کتاب کسی دوسرے شخص کی ھی÷

خصوصاً جب کوئی شخص اپنا حال اور اپنی سرگذشت درج کتاب کرے تو زیادہ مناسب ھی اور زیبا کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے علی الخصوص کتاب توریت جو محض بالہام وحکم الٰہی اور کلام خدا ھی اور حضرت موسیٰ صرف

صرف اُسکے نویسندہ اور کاتب ہیں پس اس حالت میں حضرت موسی ایک
منشی اور کاتب من جانب اللہ ہیں اس صورت میں اگر اُنھوں نے اپنے
تئیں بصیغۂ غائب ظاہر کیا تو کیا قباحت بلکہ بہت درست اور مناسب تھا
۔ اِس سے ہرگز کسی کو وہم نہیں ہوسکتا ھی کہ توریت موسی نے نہیں لکھی
اور نہ اِسبات کو کچھہ مناسبت دعوي تحریف سے ھی +

(۹) یہہ کہ مجموعۂ عہدِ جدید میں سے نامۂ عبرانیاں اور نامۂ یعقوب و نامۂ
یوحنا و نامۂ یہودا و کتاب مشاہدات یوحنا کی نسبت چوتھی صدي سے پہلے
کے لوگوں میں اختلاف تھا بعضے الہامي جانتے تھے اور اکثر اُنکو نہیں مانتے
تھے اور کلام الٰہي نہیں ملنتے تھے مگر اب وہ صحف الہامي میں شامل ہیں
مگر واضح ہو کہ ایسي باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہوتي ھی۔ اول تو
اہل اسلام کو یہي جواب کافي و شافي ھی کہ قرآن اُن تمام و کمال صحائف
کي تصدیق کرتا ھی جو زمانہ محمدي میں مروّج تھے پس اس سے کیا غرض کہ
اُس زمانہ سے دو سَو تین سَو برس پہلے کے لوگ کیا اختلاف کرتے
تھے ۔ جبتک ہم خود قرآن ہي کي شہادت اور تصدیق سے اُسکي
غیر حقیت و بطلان ظاہر کرتے ہیں تب تک اس امر کا بالکل موقع نہیں ھی
کہ اہل اسلام خلاف شہادت قرآن کلام کریں +

اِسکے سوا واضح ہو کہ صحف مذکورہ بالا کی نسبت بعض قدما کو نہ اکثر کو شبہہ
تھا کہ فی الحقیقت حواریوں ہی کے لکھے ہیں یا نہیں اور وجہ شبہہ کی یہہ
تھی کہ جب کوئی کتاب یا رسالہ بالہام الٰہی حواری لکھتے تھے اُسکی نقلیں تمام
جماعات مسیحی میں ہو جاتی تھیں اور جبتک اُن لوگوں کو یقین کلی نہو لیتا تھا کہ یہہ
حواریوں نے لکھا ہے اُسکو کتاب الٰہی کے ساتھ شامل نہ کرتے تھے پس
اِن صحیفوں کی نقلیں بعض جماعتوں کے پاس موجود نہ تھیں اور اُنکو یقین کُلّی نہوا تھا کہ
حواریوں سے لکھی گئی اس باعث سے بعض قُدما کو کچھہ شبہہ تھا مگر قدما میں
سے بھی حواری یا اُنکے شاگردوں کو شبہہ نہ تھا صرف بعض علماے مسیحی کو
جو اُنکے بعد ہوئے اُنکو کچھہ شبہہ تھا کہ آیا حواریوں کے لکھے ہیں یا نہیں۔
لیکن جس وقت صحف مذکورہ جماعات عامہ مسیحی میں مشہور و معروف ہوئے
اور دینداروں نے مقبول مانا تب سبکو یقین ہوا کہ وہ فی الحقیقت حواریوں کے
ہیں اِسواسطے برضامندی کل جماعات کے کتاب مقدس کے ساتھ شامل کیے
گئے اور ابتک متواتر و متوالی ہیں ❊

(۱۰) یہہ کہ کتاب مقدس کے صحیفوں کا حال سوا تین سو برس تک
ایسا ہی کچھہ پریشان تھا چنانچہ مجموعہ عہد جدید کا اوپر لکھا گیا اِسی طور کتاب
جودت و توبیا و حکمت و باروخ و نامہ یرمیا کی نسبت گفتگو تھی آخر کو سنہ ۳۰۰ عیسوی

بحکم قسطنطین بادشاہ کے شہر نائس میں مجلس ہوئی اسمیں کتاب جودت
واجب التسلیم ہوئی — پھر بمقام سنہ ۳۶۳ع میں دوسری کونسل لوڈیسیا ہوئی اسمیں
سات کتاب اور واجب التسلیم مانی گئیں پھر ۳۹۷ع میں تیسری مجلس کارتھج
منعقد ہوئی اسمیں کتب مذکورہ اور ایک اور مانی گئیں یعنی جودت وزڈم
وتوبیا وباروق ومکابیز اور دونوں کتاب مقابیس اور کتاب مشاہدات یوحنا —
چنانچہ رومن کاتھلک فرقہ مسیحی آج تک انکو مانتا ہے مگر پروٹسٹنٹ ان میں سے
صرف مشاہدات کو مانتے ہیں اور باقی سات کتاب کو نہیں مانتے ہیں +
مگر اس سے بھی تحریف کتاب مقدس سے کچھ نسبت نہیں ہے اسواسطے
کہ ساتوں کتب مذکورہ بالا کبھی کتاب مقدس اصلی یعنی نسخہ عبرانی کے ساتھ
شامل نہیں ہوئیں اور نہ اب ہیں اور نہ عبرانی زبان میں ہیں — صرف ترجمہ
یونانی کے ساتھ شامل ہوئی تھیں اور نہ وہ الہامی ہیں نہ کسی نبی کی لکھی ہیں
بلکہ توریت کے تمام ہونے کے بعد بعض یہودی عالموں نے بطریق نصیحت
وتواریخ کے لکھی تھیں بزبان یونانی — پس وہ کلام الٰہی اور الہامی نہیں چنانچہ
ان کتابوں کے مطالب سے بھی ظاہر ہے — اسی سبب سے کتاب مقدس
کے ساتھ نہ سابق میں شامل تھیں اور نہ اب ترجموں کے ساتھ شامل
ہوتی ہیں — مگر چونکہ کتب مذکورہ بہت مفید اور تعلیم و نصیحت اور وعظ و پند کے

لائق وعمدہ ہیں اسواسطے وہ جماعت میں پڑھی جاتی ہیں اور اُنکے ذریعہ سے
بھی وعظ وپند کی جاتی ہی اور کتاب مشاہدات یوحنا کا حال اوپر مذکور
ہو چکا ہی ؛

جس کسیکو زیادہ تحقیقات اُسکی مطلوب ہو لازم ہی کہ اس خاص امر کے
باب میں جو کتب مفصل ہیں انکو مطالعہ کرے کہ اطمینان کلی ہوگا کہ محض
کتاب مقدس کی سب بلا بیشی و کمی اسیقدر ہی جتنی اب ہی اور وہ کتابیں
علمائے یہود نے لکھی تھیں الہامی نہیں مگر لایق تعلیم وتلقین و وعظ و
نصیحت کے ہیں اسیوجہ سے سابق میں بھی وہ جماعت مین پڑھی جاتی
تھیں اور اب بھی ؛

(۱۱) ترجمہ سامری اور یونانی جو زمانہ قدیم میں ہوئے ہیں اُن میں ایسا
اختلاف ہی کہ دلالت کرتا ہی کہ کتاب عہد عتیق میں بلا شبہہ تحریف ہوئی ہی
چنانچہ تعداد زمانہ آدم سے طوفان تک اختلاف ہی اور اسیطور حضرت آدم
و شیث وغیرہ انبیا اور بزرگوں کی عمروں میں اختلاف ہی — اسی نوع دونوں
ترجموں کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا ہی کہ بعض مقامات پر الفاظ و کلمات
اور کہیں آیت کی بھی کمی و بیشی اور تبدیل پائی جاتی ہی کہ ایک ترجمہ میں ایک
لفظ ہی اور دوسرے میں نہیں ہی یا بجائے اُسکے دوسرا لفظ ہی اور اسیطور کہیں

کہیں آیتوں کی کمی بیشی بھی ہی بنا بر آن اگر ایک صحیح ہی تو دوسرا غلط ہی اور یہی تحریف ہی*

مگر ہر فہمیدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ہی کہ جیسا احقر نے سابق ازیں عرض کیا کہ جس حالت میں اصل نسخہ یعنی نسخہ عبرانی جس زبان میں کتاب عہد عتیق انبیاے کرام نے لکھی صحیح موجود اور جاری اور مشہور و معروف ہی پس اگر اُسکے ترجموں میں اختلاف ہی اور متفق اللفظ یا متحد المعنی نہیں تو اُس سے تحریف کتاب اصلی کی نہیں ہو سکتی ہی۔ غایۃ الامر یہہ کہ اگر فرض بھی کرلیں کہ دونوں ترجمے سامری اور یونانی میں بڑے بھاری اختلاف ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہی کہ اگر ایک ترجمہ کو صحیح مانو تو دوسرا غلط ہی تو بھی تحریف کتاب مقدس نہیں ہو سکتی ہی اور خود کتاب اصلی غیر معتبر و نا معتمد نہیں ہو سکتی ہی انتہا یہہ کہ ایک ترجمہ غلط ٹھہریگا۔ نہ یہہ کہ اصل کتاب کو محرف ٹھہراویں جیسا کہ سابق ازیں عرض ہوا*

اِسکے علاوہ یہہ بھی واضح ہو کہ جن علماؤں نے دونوں ترجموں سامری اور یونانی مذکورہ کو بڑی ہوشیاری اور غور کے ساتھہ باہمدگر مقابلہ کیا ہی اور پھر اُن دونوں کو اصلی نسخہ عبرانی سے بھی ملایا انھوں نے صاف صاف شہادت دی ہی اور مقابلہ سے ظاہر کیا ہی کہ ہر چند ان ترجموں میں باہمدگر اختلاف ہیں اور اصل نسخہ عبرانی سے بھی فرق ان میں پایا جاتا ہی لیکن

سب اختلاف اتنے کم اور غیر مہم اور غیر گراں تر وائدات میں واقع ہیں کہ بادجود
اُنکے واضح ہی کہ کتاب مذکور اب بھی صحیح اور اصلی موجود ہی +

اِن ترجمات میں بھی ایسا اختلاف معنوی نہیں ہی جسکی باعث امور
دین یا تعلیمات وہدایات یا کسی بڑی بات میں فرق پڑے - ہاں بعض
الفاظ وکلمات کا فرق ہی ترجموں کے سبب اور سہو کاتبوں اور نقل کنندوں
سے ہوجاتی ہیں سو ہیں نہایت جزئی اور اخف امروں میں +

بلکہ کمال تعجب ہی اور نہایت حفاظت وصیانت کی دلیل ہی کہ باوجود اسقدر
عرصہ کثیر کے کہ ہزار برس سے زیادہ مدت تک دونوں ترجموں کی نقلیں بیشمار
ہوئیں اور اِس حالت میں سہو کاتبین سے زیادہ فرق پڑنا ممکن تھا سو ویسا
نہوا بلکہ باہمدگر دونوں ترجمے اور اصل عبرانی نسخہ سے ایسے موافق ومطابق
ہیں کہ جملہ اصول دینیہ وشرائع واحکام الٰہی ودیگر مطالب ومقاصد یکساں اور متحد
ہیں - صرف بعضی چیزوں مثل پہاڑوں یا دریا وغیرہ کے نام یا اعداد وغیرہ
جزئی اور خفیف باتوں میں تفاوت ہی +

الغرض اِس اختلاف خفیف ترجمات قدیم سامری ویونانی سے ہرگز کتاب
مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوتی ہی اور نہ اُسکے باعث کسی کے
دل میں شبہہ پڑسکتا ہی +

(۲) یہہ کہ کتاب عہد عتیق کے نسخجات عبرانی بھی باہم دگر مختلف ہیں اور اسیطور تمام نسخجات کتاب عہد جدید بھی یکساں نہیں ہیں بلکہ کمی و بیشی اور تبدیل الفاظ کی ہی اور بعض جگہہ آیتوں کی بھی۔ اور تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کی کمی بیشی یا تبدیل سے ہوجاتا ہی پس جس حالت میں خود علماے مسیحی کے اقرار سے ثابت ہی کہ ہزاروں جگہہ کمی و بیشی یا تبدیل الفاظ و کلمات اصل نسخجات میں واقع ہی تو پھر کس طرح ان کتابوں کو صحیح اور اصلی اور غیر محرف اور بلا تبدیل کہہ سکتے ہیں بلکہ بالیقین تحریف ثابت و محقق ہی ؛

اس اعتراض کو اکثر علماے محمدی نے پیش کیا ہی۔ مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ شخص جان لیگا کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی اور نہ اختلافات نسخہ سے خصوصاً جب امورات جزئیہ میں ہوں کوئی کتاب غیر معتبر ٹھہر سکتی ہی۔ جیسا کہ میں نے اسبات کو بقدر ضرورت بیان معنی تحریف میں ذکر کیا ہی ؛

واضح ہو کہ بہت سے علماے مسیحی نے محنت شاقہ کرکے بڑے احتیاط اور کمال عرق ریزی سے جسقدر نسخجات قدیم و جدید قریب اور دور سے فراہم ہوسکے جمع کرکے مقابلہ کیا چنانچہ حکیم کنیکٹ نے ۶۳۰ عہد عتیق کے نسخوں کا مقابلہ کیا۔ اور ڈی روسی عالم نے ۷۳۴ نسخوں کو باہم دگر ملایا اور اسیطور اور بھی کئی عالموں نے مقابلہ کیا اور بعد مقابلہ نتیجہ مقابلہ یہہ نکلا کہ اگرچہ عہد عتیق کے

عبرانی نسخجات میں کاتبوں اور نقل نویسوں کے سہو و نسیان وغیرہ سے غلطیاں
اعراب و نقاط و حروف و الفاظ کی اور بعض جگہ جملہ کی بھی پائی جاتی ہیں مگر باوجود انکے
کوئی سہو اور غلطی ایسی نہیں ہے جسکے باعث اصول ایمانیہ یا ارکان دین یا ہدایت و تعلیم
یا کسی اور عمدہ اور بڑی بات میں اختلاف یا تبدیل واقع ہوا اور نہ کوئی قصدی تبدیل
ثابت ہوئی ہے بلکہ عبرانی نسخہ عہد عتیق کا اصلی اور بلا تحریف و تبدیل ہمارے زمانہ
تک مروج و مشہور ہے ✣

پھر لکھا ہے کہ کوئی گمان نہ کرے کہ ان اختلافات نسخہ کے باعث کلام الہی میں
کچھ نقص واقع ہوا ہرگز نہیں بلکہ اسکی جملہ تعلیمات و ہدایات و مطالب و مقاصد اب
بھی وہیں ہیں جو ابتدا میں تھے ✣

علی ہذا القیاس حال کتاب عہد جدید ہے کہ میل و بنگل و ویت السطین و گریسباخ
وغیرہ نے ۳۵۵ نسخے اور شولز صاحب نے ۶۷۱۲ قدیمی نسخوں کا مقابلہ کیا اور
انکے سوا اور بھی کئی مقابلے ہوئے ہیں سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اگرچہ
ان نسخوں میں بوقت مقابلہ اختلاف اعراب و نقاط و حروف و الفاظ اور بعضی جگہ
آیتوں کی تقدیم و تاخیر بھی پائی گئی اور چند جگہ بعض جملہ کی کمی بیشی بھی دیکھی گئی
مگر پھر بھی تمام کتاب بحالت اصلی بلا تحریف و تبدیل ہے تمام نسخوں میں ایک ہی
مضمون اور مطلب اور مقصد ہیں اور سب کے سب جملہ تعلیمات و ہدایات و اصول

و فروع میں موافق و مطابق ہیں — یہہ اختلاف اکثر اوقات نقل نویسوں کی غفلت و نسیان اور سہو سے ہوئے اور کبھی مالک کتاب کی فرمایش سے ایسا ہوا کہ نقل نویس نے کوئی کلمہ یا زیادہ بطور تفسیر حاشیہ پر لکھا یا خود اپنی ہی مرضی سے ایسا کیا اور جسنے اُسکی نقل کی اُس حاشیہ کو سہواً یا قصداً متن میں داخل کر دیا

القصہ جیسا میں نے سابق ازیں بیان معنی تحریف میں بیان کیا ہی مدعا یہہ ہی کہ سب سے عمدہ اور بہتر طریقہ کسی کتاب کی تصحیح کا یہہ ہو کہ جسقدر اُسکے نسخے قدیم و جدید ملیں اُن سب کا مقابلہ عالم و فاضل اور زباندان اُسکے کریں اور جتنے نسخے زیادہ ہونگے اُسی قدر بسبب سہو و نسیان کاتبوں اختلافات شمار میں زیادہ ہونگے لیکن اُتنی ہی صحت زیادہ ہوگی — پس قدیم زمانہ میں جب فن چھاپہ کا نتھا نقل نویس جب کتاب مقدس لکھتے تھے تو جیسا اَور کتابوں میں ہوتا ہی اُسی طور کتاب مقدس کی نقل کرنے میں بھی اُن سے غلطی ہوتی تھی کیونکہ محال عادی ہی اور خلاف تجربہ کہ کسی کتاب کو کئی شخص نقل کریں اور کوئی غلطی نہ کرے — ہاں البتہ اس کتاب کی نقل میں زیادہ احتیاط تھی جیسا کہ معلوم ہوتا ہی — مگر یہہ بات نہیں ہو سکتی ہی کہ ہزار در ہزار نسخوں کا مقابلہ ہو اور سب کے سب نسخے حرف بحرف اور نقطہ بنقطہ موافق و مطابق ہوں ✣

پس جب مصححین کتاب مقدس نے مقابلہ کیا اور اُن نسخوں میں فرق اختلاف

مذکور ملاحظہ کیا تو اس سے تحریف ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہی بلکہ بلحاظ دیگر کتب کے مقام تعجب ہی کہ اگر اتنی بڑی کسی دوسری کتاب کے اسقدر نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اختلافات کثیر پائیے جاتے اور بڑے بڑے فرق و تفاوت دیکھے جاتے - مگر اس کتاب کے نسخوں کے مقابلہ میں باوجود کثرت نقول اور امتداد مدت مدید پھر بھی اتنے ہی اختلاف پائے گئے اور پھر ایسا اختلاف کوئی نیا پایا گیا جسکے باعث عمدہ مطالب و مقاصد میں فرق پڑتا یا ارکان دین اور اصول ایمان یا ہدایت و تعلیم یا دیگر مضامین عمدہ میں کمی بیشی یا تبدیل و تغییر ہونے کا شبہہ پڑتا - پس جملہ نسخجات قدیم و جدید متحد المضامین و متفق المطالب والمقاصد ہیں اور یہہ بھی ایک بڑی دلیل کتاب مقدس کی حفاظت و صیانت کی ہی ÷

اور واضح ہو کہ مصححین و محققین کی محنت اور کوشش سے وہ اختلافات رفع بھی ہو گئے ہیں اور تمام غلطیاں جو ایک نسخہ میں پائیں وہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ سے صحیح ہو گئیں صرف چند آیات معدود مشتبہ باقی ہیں جنکی جاب مرجح معلوم اور وہ بھی ایسی ہیں جنکے ہونے اور نہونے سے کسی طرح کا مطلب یا مضمون جزئی بھی کم و بیش نہیں ہو سکتا ہی -

الغرض ان اختلافات نسخوں کے اعتراض سے کسی طرح کتاب مقدس

محرف مقصور نهیں هوسکتي هی اور نه اس جهت سے وه غیر معتبر و غیر معتمد خیال کیجا سکتي هی ـ باقي یهه بات هي اور هی که تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کي کمي بیشي یا تبدیل سے هوجاتا هی ÷

علماے اهل اسلام جو اس اعتراض کو پیش کرتے هیں اُن سے تعجب هی یا تو اُن کو لازم هی که ثابت کریں که کتاب مقدس کے اختلافاتِ نسخه سے مطالب و مقاصدِ کتاب بدل گئے اور نهیں تو ایسا کلام کهنا نه چاهیئے که اب وه قابلِ اعتماد و لائقِ اعتقاد نهیں هی ÷

(۱۳) یهه که توریت تمام و کمال حضرت موسی کي تصنیف نهیں معلوم هوتي هی اسواسطے که اُس میں بهت سي عبارتیں ایسي پائي جاتي هیں جن سے دریافت هوتا هی که وه عبارتیں یقیناً حضرت موسی نے نهیں لکهیں جیسا که اُس کتاب کے آخري باب میں حالِ موت حضرت موسی کا لکها هی ـ پس اس سے تو صاف معلوم هوتا هی که یا تو تمام توریت حضرت موسی کي تصنیف نهیں هی یا وه عبارتیں دوسرے لوگوں نے بڑها دي هیں اور یهي تحریف هی ÷

مگر یهه بهي ایک ناواقفیت کا شبهه هی اسواسطے که بعد حضرت موسی کے حضرت عُزیر نے توریت کو لکها هی چنانچه کتاب مقدس سے واضح هوتا هی پس اُنهوں نے بعض عبارات بطور ایضاح و بیان مطالب اضافه کیں اور حضرت موسی کي موت کا

حال مظنون یہہ ہی کہ حضرت یوشع نے لکھا ہی ﴿ جیسی توریت کہ اب ہی مع اُن
عبارتوں مذکورہ کے تمام قدیمی نسخوں میں اور دوسری زبانوں کے قدیمی مجموعوں
میں موجود ہی اور سلف سے خلف تک یہودی اور عیسائی بیشمار لوگوں میں مروج
اور جاری رہی ہی اور گو اب اُن بعض عبارتوں کی نسبت یقینا نہیں کہہ سکتے ہیں
کہ کس نبی نے لکھیں لیکن قدیم سے توریت ایسی ہی ہی اور مجموعہ میں شامل ہی
ایسی سب باتوں کے واسطے خداوند یسوع مسیح کی شہادت کافی ہی کہ جو صحف انبیاے
کرام اُس زمانہ میں جاری اور مروج تھے اُن کو خداوند نے تسلیم کیا اور اُنکی تصدیق
کی اور اُنپر حوالہ دیا ﴿

اور محمدیوں کے واسطے اسیقدر کافی ہی کہ جو توریت زمانہ محمدی میں جاری
تھی وہ یہی ہی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی پس اگر مسلمانوں کو ان عبارتوں کی
نسبت کچھہ شبہہ ہی تو اُن قدیمی نسخوں کو ملاحظہ کریں جو قبل محمد صاحب کے
دو سَو تین سَو برس پہلے کے لکھے ہیں اور ابتک موجود ہیں کہ اُنمین عبارات
مذکورہ بجنسہ و بعینہ موجود ہیں یا نہیں ﴿

(۱۴) یہہ کہ سنہ ۵۳۳ء سے اکثر فرقوں پر پوپوں کی حکمرانی شروع ہوئی اور
سنہ ۵۸۳ء میں اُنکا تسلط بڑے زور شور سے ہو گیا اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے
بڑے بڑے عالموں نے اُن کو نکو شیطان ازراہ مذمت کہا ہی اور پادری صاحب مترجمہ

لاطینی کے حق میں جو دار ایمان مقلدان پوپ کا ہی یہہ لکھتے ہیں کہ کوئی ترجمہ مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہیں ہی اُسمین الحاق بھی ہوا ہی پس جب مدتہای مدید تک اُس خراب ترجمہ کی مزاولت رہی اور اس عرصہ مدید تک اُس میں الحاق ہوتے رہے تو تحریف مستحیل عقلاً نہیں ہی ✢

مگر واضح ہی کہ پوپ اور اُنکے مقلدون کی مذمت اور تحریف سے کچھہ مناسبت نہیں ہی جو لوگ خدا کے حکمون پر نہ چلیں اور خلاف کلام اللہ رسم و رواج آبائی کے پابند ہون اور بدعتوں کو مانیں وہ قصور اُن لوگون کا ہی مگر اس سے کلام الٰہی پر کوئی اعتراض نہیں ــ باقی رہا ترجمہ لاطینی پس جیسا مین نے اوپر عرض کیا کہ جس حالت میں اصل نسخہ مقدس کتاب کا یعنی نسخہ عبرانی عہد عتیق کا اور نسخہ یونانی عہد جدید کا صحیح موجود اور جاری ہی پس ترجمہ کی غلطی سے کتاب موصوف محرف نہیں ہوسکتی ہی ــ سقم ہی تو اُس ترجمہ میں ہی اور بس ✢

(۱۵) یہہ کہ بعض صاحبوں نے بعضے دہریوں اور ملحدوں اور منکروں کی کتابوں سے کتاب مقدس کے مضامین پر بہت سے اعتراض کیئے ہیں کہ فلان فلان مضامین نامناسب ہیں اور یہہ تعلیم اچھی نہیں ہی اور اس بیان پر فلانا منکر یہہ اعتراض کرتا ہی ــ اور فلانا دہریہ اپنی کتاب میں کلام الٰہی پر یوں ہنستا ہی اور فلانا ملحد اور منکر ایسے کلمات گستاخانہ کہتا ہی اور فلانا بے ایمان خود

خدا تعالی کو نہیں مانتا ہے اور فلانے نے زمانہ میں دہریوں کا فلانے فلانے ملک میں یہہ زور و شور تھا اسی طور جرنے کے جز سیاہ کیئے ہیں اور اُنکے ذیل میں یہہ بھی بیان کیا ہے کہ بعض روایات یا تعلیمات کتاب مقدس کی باہمدگر مخالف و مباین ہیں یا یہہ بیان خلاف واقع ہے وغیرہ ٭

لیکن اِن باتوں سے اور تحریف سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ایسی باتوں کا لکھنا ان صاحبوں کو محض ازراہ تعصب و خشم و غضب ہے کہ جب ثبوت تحریف سے عاجز ہوئے ایسی باتیں دہریوں اور ملحدوں کے اقوال سے لکھہ دیں تاکہ لوگوں کے دل میں کتاب مقدس اور دین حق کی طرف سے شبہہ پڑے اور یوں ہی تذبذب اور شک میں پڑجاویں۔ مگر اول تو ایسے کلام جیسے اُن صاحبوں نے باوجود اقرار اسلام کے کتاب اللہ اور دین حق اور انبیا و حواریوں وغیرہ کی نسبت لکھے ہیں ہرگز ہرگز کسی محمدی کو درست نہیں بلکہ بلا شبہہ ایسی باتیں کرنا اور لکھنا دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے چنانچہ جو چاہے اُن باتوں کو دیکھ لے کہ اہل اسلام کو زیبا نہیں بلکہ خلاف بات ہے کہ جب تک وہ اسلام کا دعوی کرتے ہیں تب تک اُن باتوں میں گفتگو کریں اور ایسے اعتراض پیش کریں جو جانبین کے نزدیک مسلم اور بلا اختلاف ہیں ٭

اسکے سوا اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جاوے کہ وہ سب اعتراض درست
ہیں اور تمام باتیں صحیح ہیں کہ کتاب مقدس کی تعلیم وہدایت وغیرہ درست
نہیں ہیں اور اُسکی روایتوں میں تعارض وتضاد حقیقی ہی تو اس سے یہہ معلوم
ہوگا کہ کتاب مقدس الہامی نہیں اور دین مسیحی حق نہیں ـ مگر اس سے کتاب
مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی ـ کیونکہ تحریف اُسی صورت میں ثابت
ہوسکتی ہی جب یہہ بات بدلائل یقینیہ ثابت ہو کہ ان کتابوں میں پہلے یہہ سب
مضمون نہ تھے اور وہ روایات نہ تھیں اور وہ تعلیمات وہدایات و اخبار وغیرہ
نہ تھے جنپر اعتراض کیا ہی یا جنکو دہریوں ملحدوں اور منکروں نے نامناسب
اور بُرا کہا ہی ۞

کسی کتاب پر لوگوں کا اعتراض کرنا اور اُسکے مضامین کو بُرا جاننا بلکہ بالفرض
اُسکے فی الواقع قابل اعتراض ولائق گرفت کے ہونا اور بات ہی اور تحریف
دوسری بات ہی ۞

مثلاً قرآن کے مطالب ومقاصد ومضامین پر لوگ اعتراض کرتے ہیں
اُسکے اصول ایمانیہ اور احکام اور قصص وغیرہ کو نامناسب اور خلاف واقع بیان
کرتے ہیں اور اُسکی آیات واخبار میں بھی اختلاف معنوی اور حقیقی ظاہر کرتے
ہیں لیکن اس سے قرآن کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہی بلکہ جو شُننیگا ہنسیگا

کہ جس قدر نسخے قرآن کے ہیں سب میں یہی مضمون اور مطالب ہیں پس یہی حال کتاب مقدس کا سمجھو ❊

الغرض مضمون اور مطالب کتاب مقدس پر اعتراض کرنے سے کسی نہج شبہہ تحریف نہیں پڑسکتا ہی۔ ہان جسوقت اہل اسلام کتاب موصوف کو اصلی اور صحیح ہونے کے معترف ہوں اور یہہ بات بھی بانصاف دل یقین کریں کہ قرآن کتاب موصوف کی گو بظاہر تصدیق کرتا ہی کہ اُسکو کلام اللہ بتلاتا ہی مگر بباطن اُسکے مخالف ومباین ومعارض بیان وتعلیم کرکے اسکی تکذیب کرتا ہی تو ایسا کرنے سے وہ خود تو فی الواقع وفی الحقیقت کلام الہی نہیں ہوسکتا ہی۔ تب اس بات کی تحقیقات اور دریافت کا موقع ہوگا کہ کتاب موصوف منجانب اللہ ہی یا نہیں۔ اور اُسکے مطالب ومقاصد ومضامین حق ودرست اور صحیح وراست اور واقعی ہیں یا نہیں اور دہریوں ملحدوں اور منکروں کے اعتراض بجا ہیں یا بیجا۔ مگر جب تک مسلمان قرآن کو من جانب اللہ اور محمد کو رسول اللہ مانتے ہیں تب تک اُنکو کتاب مقدس کے مضامین پر یا انبیاے کرام وغیرہ بزرگان دین مسلم الطرفین پر معترض ہونا نازیبا ونامناسب وخلاف داب مناظرہ ومباحثہ اور خلاف حق جوئی وخداترسی کے ہی ❊

(۱۶) یہہ کہ جسٹن نامی عالم مسیحی یہودیوں کو بعض آیات توریت کی نسبت الزام تحریف دیتا تھا کہ اُنھوں نے توریت کو بعد مسیح بدل ڈالا ھی اور علماے مسیحی نے اُسکے قول کو تسلیم کیا ھی۔ پس علماے مسیحی کے اقرار سے توریت کی تحریف ثابت ھی ✠

مگر واضح ہو کہ جسٹن نے یہہ بات غلطی سے کہی چنانچہ محققین علما نے اس امر کو بخوبی تمام ظاہر کیا ھی کہ اُسنے یہہ بات صرف اس باعث سے کہی تھی کہ وہ زبان عبرانی نہ جانتا تھا اِس جہت سے اصل عبرانی نسخہ سے ناواقف تھا صرف قدیم ترجمہ یونانی جسکو سپٹواجنٹ کہتے ہیں اُسکے پاس تھا اور ترجمہ مذکور بعض جگہہ غلط ھی اس جہت سے جیسا اُسنے دیکھا کہ نسخہ عبرانی جو یہودیوں کے پاس موجود تھا اُسکے پاس والے ترجمہ سے سب باتوں میں موافق نہیں بلکہ بعض جگہہ فرق ھی تو اُسنے گمان کیا کہ ان یہودیوں نے اپنا نسخہ عبرانی بدل ڈالا ھی پس یہہ قول جسٹن کا محض ناواقفیت زبانِ عبرانی سے تھا چنانچہ کئی علماے نامدار نے اسبات کو بدلائل ثابت کیا ھی کہ نسخہ عبرانی باوجود سہو و نسیان کاتبوں کے نہایت خفیف باتوں میں ہوئے ہیں اصلی اور قابل اعتماد ھی ✠

اور جسٹن کے قول کو بعض علما نے مانا تھا نہ یہہ کہ سبھی نے پس ایک شخص کا

گمان جو محض ناواقفیت زبان عبرانی کے سبب سے ہوا ور ہیروانس تحقیقات کامل
کے جو علماے کثیر نے کی ہی قابل التفات نہیں ہی جنھوں نے دونوں اصل
اور ترجمہ کو ملاحظہ کر کے براہین ثابت کر دیا ہی کہ بلاشبہہ نسخہ عبرانی صحیح درست
بلا تحریف و تبدیل ہی ✢

(۱۷) یہہ کہ حواریوں ہی کے زمانے میں بہت سے لوگ جھوٹی تعلیمات
کرنے تھے بجد یکہ حواری اور انجیل نویس بھی اپنی تحریرات میں اپنے شاگردوں
کو اسکی اطلاع کرنے لگے چنانچہ نامہاے حواریوں میں موجود ہی اور اُنکے بعد
اتنی کتابین انجیل اور اعمال الرسل اور نامے اور مشاہدات وغیرہ کے نام سے
جعلی اور جھوٹی کتابوں کا رواج ہوا کہ اُنکا حصر مشکل ہی ۔ ہارن صاحب تفسیر
میں لکھتے ہیں کہ اُن جھوٹی اور جعلی کتابوں میں سے بہت سی نیست و نابود
ہوگئیں اور بعضی ابتک موجود ہیں اُنکے تتبع سے اُن کتابوں کو جو اُسوقت موجود
تھیں فہرست لکھی ہی ۔ پس جس حالت میں اتنی بیشمار کتابیں جاری ہوں پس
کس طور معلوم ہو سکتا ہی کہ ان میں سے کونسی حق اور من جانب اللہ ہی اور کونسی
جھوٹی اور جعلی ہیں ✢

لیکن اُن صاحبوں کا ایسا حق و باطل کو یکساں بیان کرنا محض تعصب سے
ہی ورنہ ایسی باتوں سے کتاب مقدس پیہ تحریف کا شبہہ نہیں ہو سکتا ہی ۔ چاند

پر خاک نہیں پڑ سکتی ہی ✠ واضح ہو کہ جس طرح دین مسیحی باوجود کثرت رواج ادیان باطلہ کے سب میں معزز و ممتاز رہا ہی اور باوجودیکہ ابتدا سے آج تک بہت سے جھوٹے دین دنیا میں جاری رہے مگر دین مسیحی سب سے جدا اور علحدہ ہی اِسی طور جھوٹی اور جعلی کتابوں کے ہونے یا جھوٹے وعظوں کے ہونے سے کتاب مقدس عہد جدید بھی مشکوک و مشتبہ نہیں ہو سکتی ہی ✠

جس طور حواریوں نے دینداروں کو اُن جھوٹے وعظ و تعلیم کرنے والوں اور اُنکی باطل باتوں سے متنبہ کر دیا اِسی طور جمہور مسیحی اور تمام کلیسیاے عامہ مسیحی صرف اس کتاب کی ابتک بلا ناغہ تلاوت کرتے اور اِسکے بموجب عمل کرتے رہے ہیں ۔ اور یہی کتاب ہمیشہ سے تمام جماعات میں عموماً بوقت عبادتِ روزانہ و اعیاد وغیرہ عبادتخانوں میں متواتر پڑھی جاتی ہی اور یہی مدارِ ایمان و اعمال و ہدایت و دستور العمل تعلیم و تلقین جماعات عامہ مسیحیہ میں رہی ہی ✠

الغرض کتاب مقدس انجیل کے یہی پاک نوشتے یعنی یہی اناجیل اربعہ و اعمال الرسل و مکتوبات و مکاشفات جملہ جماعاتِ مسیحیہ میں عموماً مروج و متداول و مشہور و معروف ابتدا سے آج تک متواتر رہے ہیں یہانتک کہ ہر ایک ایماندار ان سے واقفیت رکھتا اور اُنکو بخوبی جانتا اور پہچانتا رہا ہی ۔ کیونکہ علاوہ علما

اور فضلاء کے جو انکو پڑھتے پڑھاتے وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین کرتے اور
جنکی تفاسیر و کتب و رسالجات و خطوط وغیرہ تصانیف ابتک بکثرت صفحہ روزگار
پر موجود ہیں — انکے سوا جو لوگ لکھنے پڑھنے سے عاری ہیں یا تھے
وہ بھی کتاب موصوف کو عبادتخانوں میں بوقت عبادت اپنی زبان میں ہم
سنتے اور وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین پاتے رہے ہیں جس سے انکو بھی کتاب
مقدس سے واقفیت و شناسائی حاصل ہوتی ہی +

پس کتاب موصوف دنیا میں عنقا صفت نہ تھی کہ جسکو کوئی نہ پہچانے اور
دوسری کسی کتاب کو مان لیوے دھوکا کھا کر یا کسیکو ادنی شک و شبہہ
کتاب مقدس پہ ہو سکے +

اور وہ جھوٹے اور جعلی نامے یا رسالے جو بعض بدعتی لوگوں نے لکھے
وہ کسی وقت جمہور مسیحیوں میں مقبول و مروج نہیں ہوئے اور نہ کسی جماعت مسیحی کو
انکے کذب کی نسبت کبھی شک و شبہہ ہوا بلکہ ہمیشہ دینداروں نے انکو مردود و
نامقبول جانا اور جھوٹا ظاہر کیا ہی — بلکہ خود تمھیں جھوٹے ناموں اور رسالوں میں
سے بعض کے سیاق تحریر سے بہ ظاہر ہی کہ انکے مصنفوں نے وہ حکایات جمع
کرکے لکھہ دی ہیں جو انکے وقتوں میں بعض لوگوں میں بطور قصہ اور زبانی روایات
کے مذکور تھیں — کچھہ دعوی الہامی ہونے کا نہیں کرتے ہیں — بلکہ ان سے

بھی صاف واضح ہی کہ بوقت تالیف و تصنیف اُن رسالوں کے بھی انجیل شریف مشہور و معروف تھی اور خود اُن رسالوں کے لکھنے والے بھی اُسکو معتبر و مستند اور کلام اللہ ظاہر کرتے ہیں کہ بعض مقام پر بعض حالات کو اپنے اپنے رسالوں میں درج کر کے لکھتے ہیں کہ یہہ بات انجیل مقدس میں بھی مرقوم ہی ÷

خلاصہ یہہ کہ انجیل مقدس کے تمام پاک نوشتے آغاز سے ابتک جمیع جماعات عامہ مسیحیہ میں اور جمہور بیشمار مسیحیوں میں متواتر و متوالی ہر وقت جاری و مروج و مشہور و معروف رہے ہیں اور اسکو سبنے ہمیشہ سے معتبر و مستند اور کلام خدا مانا ہی جیساکہ آگے اسکا مختصر حال درج ہوگا ÷

پس اگر بعض لوگوں نے زبانی روایات کو خواہ جمع ہی کر دیا یا کسی کسی بدعتی کذاب نے اپنی حماقت اور شرارت سے کوئی رسالہ یا نامہ لکھکر الہامی بھی بتلایا ہو تو اس سے کتاب مقدس مشکوک و مشتبہ نہیں ہوسکتی ہی ÷

جیساکہ قرآن اہل اسلام میں عموماً جاری ہی پس اگر کوئی ایک جعلی اور موضوعی کتاب بنام نہاد قرآن کے لکھے جیساکہ عوام میں مشہور ہی کہ فیضی نے ایسا کیا بھی تھا تو اس سے قرآن متعارف و مشہور مشتبہ نہیں ہوسکتا ہی اور کوئی شخص شک نکریگا کہ قرآن کونسا ہی یا مثلاً کتاب موطاء مالک جو بروایت یحیی اہل تسنن میں مروج ہی اگرچہ اسکی واقفیت عام لوگوں کو نہیں ہی صرف عالم ہی اسکو جانتے پہچانتے ہیں پس اگرچہ کئی کتابیں

بنام موطا نہ صرف مرقوم ہیں بلکہ وہ بھی جاری اور مروج ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے موطا جو مالک کی طرف منسوب ہی اُسکو ہر کوئی پہچانتا ہی اور کسی کو شبہہ نہیں ہی ؞

پس جس حالت میں کہ اناجیل اربعہ وکتاب اعمال الرسل ومکتوبات ومکاشفات یوحنا مسیحیوں کی جماعتوں اور بیشمار لوگوں میں اس درجہ مشہور و معروف ومروج ومتداول ہوں کہ ہر شخص اعلی ادنی صغیر وکبیر عالم جاہل سب کے سب اُسکو جانتے اور مانتے ہوں اور خاطر خواہ اُنکی واقفیت وشناسائی رکھتے ہوں تو ایسی حالت میں اگر چند جھوٹی کتابیں ان ناموں سے یا دعوی الہام سے بعض بدعتی لوگوں میں پائی جاویں تو اُنکے باعث یہہ صحف مقبول انام ومشہور خاص وعام مشتبہ ومشکوک نہیں ہو سکتی ہیں ؞ بھلا آپ صاحب ملاحظہ فرماویں کہ جس حالتمیں کہ صحاح ستہ اہل تسنن میں وقت تالیف مؤلفین سے جاری ہیں اور لوگوں میں مشہور ہیں اور سنیوں میں وہ کتابیں جاری ہیں پس اگر ایک عرصہ سے بہت سی جھوٹی کتابیں روایات وحکایات کاذبہ کی بعض لوگوں نے لکھی ہیں جیسے کئی کتب سیر اور متعدد وفات نامے اور مولود اور صدہا کتب تعویذات واوراد ووظائف اور قسم قسم کے گنڈوں اور فتیلوں اور فالناموں اور شگون وغیرہ اور انواع واقسام کی رسموں وغیرہ کی اور ملانوں اور پیرزادوں اور فقیروں وغیرہ میں جاری

بھی ہیں اور اس شد و مد کے ساتھ کہ انکی روایتیں بھی لکھیں ہیں اور یہہ بھی کہ
ہر کہ شک آرد کافر گردد ـ لیکن باوجود ان سب باتوں کے کسی کو شک نہیں
ہوجاتا ہی اور کوئی شبہہ پیدا نہیں ہوتا ہی کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کی
حدیثونکی مروج ہیں اور ان میں سے کون سی عموماً معتبر سمجھی جاتی
ہیں ؛

پس اے بھائیو کتاب مقدس کو اس سے بدرجہا افضل و اعلی اس باب میں سمجھو کہ
اسکے جاننے اور ماننے والے بیشمار خاص و عام ہر وقت اور ہر عہد میں رہے پھر فرمایئے
کہ اگر تیسری یا چوتھی صدی میں چند چھوٹی کتابیں لوگوں نے خواہ تو زبانی روایات اور
قصوں کو جو لوگوں میں زبانی تھے کسی نے جمع کرکے لکھ دیا یا بعضوں نے اپنی جعلی
کتاب کو الہامی بھی ظاہر کیا تو جیسا ان رسالوں اور کتابوں کو جماعات عامہ مسیحی حق
نہیں مان سکتے تھے اسی طور ان کتب مروجہ عام اور مشہور انام پر کسی کو ادنی شبہہ
بھی نہیں ہو سکتا تھا ؛

(۱۸) یہہ کہ کتاب مقدس مروجہ حال کی تعلیمات و ہدایات و اخبار وغیرہ مخالف
و مباین مطالب و مقاصد قرآن و احادیث محمدی کے ہیں اس سے دریافت ہوتا ہی
کہ کتاب موصوف محرف ہو گئی ہی ـ بعضے کہتے ہیں کہ تحریف معظمات امور میں واقع
ہوئی ہی بالفاظ یسیر و قلیل اور بعضوں کا یہہ قول ہی کہ نہیں بلکہ بکثرت تمام تبدیل و تحریف

واقع ہوئی ہی اور بعضوں کا بیان ہی کہ یہہ وہ کتاب ہی نہیں ہی بلکہ اور ہی کتاب ہی — یہہ تو کسی نے توریت و انجیل و زبور وغیرہ صحف انبیاے کرام سے بعض تعلیمات و ہدایات و اخبار وغیرہ اخذ کرکے درج کردی ہیں اور باقی آپ اپنی طرف سے جو چاہا لکھہ دیا ہی لہذا جسقدر مطالب و مقاصد اس کتاب میں موافق قرآن و حدیث کے ہیں یا اُنکے مخالف نہیں اُنکو مان سکتے ہیں اور باقی جو مخالف و مباین قرآن و حدیث ہیں وہ سب بلاشبہہ محرف ہیں +

مگر یہہ ایک عجیب دلیل اور طرفہ مضمون ہی کہ محض اپنے دعوے بلا دلیل کو عین ثبوت قرار دیا ہی — اگر صرف دعوی کرنے ہی سے کوئی بات ثابت ہو جایا کرے تو جو کوئی جو دعوی کرے حق مانا جاوے +

غور فرمائیے کہ جس حالت میں قرآن ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہی اور اُسکو سچا بتلاتا ہی جو مشہور و معروف اور مروج و متداول خواص و عوام مسیحیوں اور یہودیوں میں تھی جسکا صحیفہ اول یعنی توریت قرآن سے دو ہزار برس پہلے سے مروج و متداول تھا اور صحیفہ آخر بھی پانسو برس پیشتر سے جاری تھا — الغرض ایسے وقت میں کہ کتاب مقدس اطراف عالم و اکناف جہان میں شرق سے غرب تک بیشمار یہودی اور مسیحیوں میں جاری اور مشہور و معروف تھی اُسوقت قرآن کی تصنیف شروع ہوئی اور وہ قرآن کتاب موصوف کو سچا اور خدا کی طرف سے بتلاتا ہی اور اُسکے کلام اللہ

هے جنکی جابجا تصدیق کرتا هے اور اپنی حقیقت اور منجانب اللہ ہونے اور محمد صاحب کی نبوت کا بھی دعویٰ کر کے اپنے دعوے کی صداقت کے واسطے کتاب موصوف کو شاہد اور گواہ قرار دیتا هے ـ مگر کتاب موصوف مین کسی جگہہ قرآن و محمد صاحب کی شہادت نہیں اور نہ اُس دعوے کی گواہی پائی جاتی هے بلکہ اُسکے مطالب و مقاصد ایسے ہیں جنکو اگر تسلیم کیا جاوے تو قرآن کی بہت سی تعلیمات وغیرہ ہرگز راست و حق نہیں ہو سکتی ہیں پس اس سے خود قرآن کی غیر حقیقت عیاں هے نہ کتاب مقدس کی تحریف و تبدیل ـ ہاں اگر اہل اسلام طرفدار قرآن ہو کر یہہ عذر اور دعویٰ درمیان میں لاتے ہیں کہ جس کتاب کی قرآن میں تصدیق هے اور جسکو اُسنے اپنا شاہد قرار دیا هے وہ یہہ کتاب نہیں هے بلکہ اور ہی تھی تو اُس کتاب کو پیش کرنا چاہیئے یا کامل ثبوت دینا واجب هے کہ زمانہ محمدی میں مکہ اور مدینہ اور دیگر مقامات عربستان اور روم و شام و حبش و مصر وغیرہ کے بیشمار یہودی اور مسیحی لوگوں میں اور ہی کتاب مروج تھی جسکی تصدیق قرآن کرتا هے ـ یا یہہ کہ کتاب تو یہی تھی مگر اُسمیں معظمات امور مثل مسئلہ تثلیث و مسئلہ الوہیت مسیح و روح القدس و مسئلہ کفارہ وغیرہ فلاں فلاں مقام پر ان الفاظ قلیل و بسیر کی کمی و بیشی یا تبدیل و تغیر سے بدل گئے کہ اُس زمانہ کی کتابوں میں یہہ مسائل نہ تھے ـ یا یہہ کہ

فلاں فلاں صحیفہ میں اس کثرت سے تحریف واقع ہوئی ہی زمانہ محمدی کی کتابوں
میں وہ بیشی و کمی تھی ــ اور جبتک ایسا نہیں کرتے ہیں پس یہہ دعویٰ
بلا دلیل پیش کرنا اور اسکو ثبوت بتلانا مناسب نہیں ہی کہ ایک نادان بھی
اسکو قبول نہیں کر سکتا ہی ✠

(۱۹) یہہ کہ کتاب مقدس مروجہ حال سے واضح ہوتا ہی کہ یہہ سب کلام اللہ
نہیں ہی بلکہ کلام بشر بھی کلام خدا کے ساتھ مخلوط معلوم ہوتا ہی ــ کیونکہ
اسمیں اکثر صحیفے مثل تواریخ کے ہیں جیسے کتب سیر مثل مدارج النبوۃ و شواہد النبوۃ
کے ہیں جنکو علماے محمدی نے لکھا ہی کہ اُن میں نسب نامے اور معجزات وغیرہ
مفصل لکھے ہیں اور بعضے مکتوب اور خطوط ہیں وغیرہ ــ الغرض خالص کلام اللہ
نہیں ہی جیسے قرآن ہی کہ خداے تعالیٰ خود متکلم اُس کلام کا ہی اور ہمارے
نزدیک توریت و زبور و انجیل وغیرہ وہ صحیفے ہیں جو خداے تعالیٰ نے حضرت
موسیٰ و داؤد و عیسیٰ وغیرہ انبیاؤں اور رسولوں پر نازل فرمائے تھے نہ
یہہ تواریخ اور رسالے اور خطوط وغیرہ کہ تمام قال اللہ میں داخل نہیں ہیں فقط
مگر یہ ظاہر ہی کہ ایسی باتیں ہرگز قابل اعتبار کے نہیں ✠

اوّل تو واضح ہو کہ کسی کلام کا ایسا ہونا کہ گویا خداے تعالیٰ اُس قول کا
قائل اور کہنے والا ہی ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی ہی کہ وہ اُسکی کلام اللہ

هي اور نه اسمیں کسی طرح کی فضیلت اور بڑائی هي اسواسطے که جهوٹا شخص مدعي نبوت ایسا کلام کهه سکتا هي اور اپنے کلام کو قال الله بتلا سکتا هي اور ایسے دعوے لوگوں سے نے کیئے بھي ہیں بلکہ شخص کاذب ضرور ایسي بات کریگا کہ اس طریق سے لوگوں کو فریب دیوے کہ اپنے کلام کو خدا کي طرف منسوب کرے اور کلام الله ظاہر کرے ❊

اسي طور کتاب الہي اور کلام الله کے شرائط میں نہیں هي اور نہ اسکے لوازم میں سے هي اور نہ اسکي فضیلت اسمیں هي کہ وہ اسطور مرقوم ہوکہ گویا خدا بلا واسطہ بول رہا هي اور اپنے تئیں بصیغہ متکلم ظاہر کرتا هي - ایسے امورات کي کچھہ حاجت اور ضرورت نہیں هي بلکہ کلام خدا چون آفتاب عالمتاب منور کنندہ قلوب اور روشني بخش دلہا آدمیاں هي اسي سے وہ پہچانا جاتا هي انسانوں کے دل اور انکي ارواح اسکي حقیت اور کلام الله ہونے کي شاہد اور گواہ ہوتے ہیں - ہادي برحق اور نور مطلق کي تاثیر روحاني اور ہدایت رباني سے طالبان راہ ہدی ہدایت پاکر یقین کلي اور اطمینان کافي ووافي پاتے ہیں کہ بلا شبہہ یہہ کلام الله هي - نہ کہ ان لفظي اور ظاہري اور دکھاوٹ کے دعووں سے ❊

بلکہ جس حالت میں کہ خداے تعالی اپنے کلام شریف کو (جو محض و مطالب ومقاصد ہدایت وتعلیم وتلقین واخبار دارین ہیں جنکا اظہار اور بیان بغرض

اصلاح و تربیت و حصول نجات ابدی انسان کیواسطے اسکی حکمت بالغہ اور رحمت
کاملہ میں ضرور اور مناسب ہی بذریعۂ انبیا و رسل کے جو جنس آدمزاد سے
ہوتے ارشاد کرتا ہی پس نہایت مناسب و بغایت زیبا ہی کہ وہ اپنے انبیا و رسل
کو اجازت دے کہ وہ اُن مطالب اور مقاصد مذکورہ کو جس طور زبان انسانی
میں مطابقت لغت و محاورات اہل زبان کے بیان کریں تا کہ لوگ اُن مطالب
و مقاصد کو سمجھیں اور ہدایت پاویں اسی طور اُن کو اس نہج مرقوم کریں کہ
گویا محرر اور کاتب من جانب اللہ ہیں جو اُن مطالب اور مقاصد کو ارقام
کرتے ہیں ❊

الغرض کتاب مقدس میں جسقدر کلام ہی خواہ وہ قال اللہ میں داخل
ہو جاوے قال الرسول یا قال النبی یا قال الحواری میں وہ سبکا سب بالہام
الٰہی و حکم و ارشاد خدا مرقوم ہوا ہی اور لکھنے والے اُسکے انبیا اور رسول اور
حواری تھے پس وہ سب کلام اللہ ہی اسکو حاجت نہیں کہ اس طور لکھا جاتا
کہ گویا خدا خود بلا واسطہ بول رہا ہی اور بذات خود تعالیٰ اُن الفاظ و عبارت
میں اپنے تئیں متکلم قرار دیتا کیونکہ مطلوب اور مقصود وہ مطالب و مضامین
مذکورہ ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے الہام اور حکم سے ہیں اور الفاظ و عبارت
کے لکھنے والے انبیا و رسول ہیں اور بس ❊

لہذا اِس باعث سے کہ کوئی کلام قال اللہ کر کے نہیں لکھا ھی اور خدا کو اُس
میں بصیغۂ متکلم قرار نہیں دیا ھی کلام بشر نہیں ہو سکتا ھی اور الفاظ و عبارت کے نویسندہ تو
ہر حالت میں وہی انبیا و رسول و حواری تھے چاہیے وہ اُن مطالب کو قال اللہ کر کے
لکھیں یا اپنے تئیں اُسکے نویسندہ و کاتب اظہار کر کے تحریر کریں +

دوم یہہ کہ علی ہذا القیاس شرائط و لوازم یا فضیلت کلام الٰہی سے نہیں ھی کہ
بترتیب نہ لکھا جاوے یا اُس میں نسب نامے ہوا کریں یا نبیوں اور رسولوں کے
معجزات مرقوم ہوں اور نہ یہہ کہ بطور کتاب یا رسالہ یا بطرز مکتوب از جانب انبیا ہوا کریں
یا کہ متفرق آیات اُترا کریں +

بلکہ نہایت ضرور ھی اور مناسب اور بغایت لائق و فائق ھی کہ خدا تعالی حال
آفرینش عالم و آدم و حالات انبیا و مرسلین وغیرہ جن باتوں کا بیان کرنا واسطے آگاہی
اور ہدایت یا اپنے بندوں کے ضرور ہو بترتیب و تدریج مناسب ارشاد کرے اور جیسا کہ
انبیائے کرام اور خداوند مسیح اور حواریوں کے معجزات اُنکے وقت کے لوگوں نے
اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان لائے اِسی طور اُنکے بعد کے لوگ اُن معجزات
باہرات کا حال کلام خدا میں پڑھیں اور پشت در پشت کئی بعد دیگرے یقین
واثق کریں اور اطمینان کامل حاصل کر سکیں اِس مقصد سے اپنے کلام میں
بیان فرماوے +

علیٰ ہذا القیاس جسطور ارشاد خدا کو اُسکے رسول بطور کتاب کے لکھیں اسی طرح بطور خط بھی لکھ سکتے ہیں ۔ کتاب بھی کلام خدا ہو سکتا ہے اور خط بھی ✤

الغرض ایسی باتوں سے ہرگز کوئی عاقل ادنیٰ شبہہ بھی نکریگا کہ کتاب مقدس کے صحیفے سب ایسے نہیں ہیں کہ گویا خدا اُن الفاظ کو بول رہا ہو اور اپنی تئیں بصیغہ متکلم قرار نہیں دیا ہے تو کلام خدا نہیں ہے یا کہ اُسمیں حالاتِ حضرت آدم و ابراہیم وغیرہ انبیا کا اور بیانِ ولادت و معجزات وغیرہ خداوند مسیح کا بشرح و تفصیل و ترتیب تدریج مثل کتبِ تواریخ لکھے ہیں اس لیئے کلام بشر ہیں یا یہہ کہ بعض صحیفے بطور نامجات از جانب حواریان مرقوم مرقوم ہوئے اِس سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ بالہام الٰہی نہ تھے ✤

پھر اِسکے علاوہ جواب مختصر یہہ ہے کہ یہی کتاب مقدس ہے جو شروع سے ابتک اہل کتاب میں مروج و متداول اور مشہور و معروف رہی ہے چاہے آپ اسکو کلام خدا سمجھیں یا کچھہ اُور مگر قرآن اسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے کہ کلام اللہ ہے اگر اہل اسلام کو دعوئ تحریف ہے تو دوسری کتاب دکھلاویں یا اُسکا نشان اور پتا بتلاویں جو زمانہ محمدی میں عام خلائق اہل کتاب میں جاری و ساری تھی ✤

الغرض بموجب شہادت و تصدیق قرآن کے بخوبی عیاں ہے کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں اصلی اور صحیح اہل کتاب کے پاس جابجا موجود و جاری

و مشہور تھی اور اُسکی بعض آیات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہی تا قیام قیامت نسخہ اصلی یا صحیح رہیگی اُسکا بدلنا ناممکن ہی اور اسیطور حدیث و تفاسیر سے بھی ایسا ہی دریافت ہوتا ہی آج تک کسی نے ایک آیت بھی ظاہر نہ کی کہ محمد صاحب کے بعد کتاب مقدس بدل گئی بلکہ بخوبی تمام واضح و لائح ہی کہ جو کتاب زمانہ محمدی میں مروج و مشہور تھی وہی اب بھی اہل کتاب کے پاس ہی پس اس حالت میں کسی مسلمان کو روا نہیں کہ ایسا دعوی بلا دلیل جو قرآن و حدیث کے برخلاف ہی پیش کرے اور اسیطور مسیحیوں کو ضرور نہیں کہ جبتک کوئی شخص قرآن و محمد کو مانتا ہی اُسکو شہادت قرآنی کے سوا اور کوئی ثبوت در دفعہ بطلان اس دعوی کے ظاہر کریں۔ البتہ جب کوئی بتصدیق و انصاف دل سے جانچے اور سمجھے کہ قرآن تو کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا اور اُسکی صحت و اصلیت کی بھی صاف صاف گواہی دیتا ہی اور باوجود اسکے پھر خود ہی اُسکے مخالف و مباین و معارض تعلیم دیتا اور سکھاتا ہی تو اس جہت سے قرآن تو بالیقین ساقط الاعتبار اور انسانی کلام ہی۔ پھر اگر اُسکو کوئی اعتراض نسبت صحت کتاب موصوف کے قبل از زمانہ محمدی ہو تو وہ قابل التفات ہی؛

مگر اس سے قطع نظر کرکے نیازمند نے بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اُن سوالات و اعتراضات کے بھی جواب عرض کر دیے جو کئی مسلمانوں نے

خلاف قرآن کے کتاب مقدس کی تحریف کے دعوے میں پیش کیے اور
جابجا شور کیا کہ گویا ہمنے تحریف ثابت کردی۔ اور آپکو ان سب کے ملاحظہ
سے واضح ہوا ہوگا کہ وہ سب اعتراض محض تعصب نفسانی سے کیے ہیں بہت
سے ان میں ایسے ہیں جو ہرگز تحریف سے تعلق بھی نہیں رکھتے ہیں اور
باقیوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی نہ امور تنقیح طلب دریافت ہوتے ہیں
نہ کتاب مقدس کی اصلیت وصحت پر کچھ شبہہ ڈال سکتے ہیں اور نہ ان بیشمار
مخالفت اور مباینت کو رفع کرسکتے ہیں جو قرآن واحادیث محمدیہ کی تعلیمات کو اصولاً
وفروعاً مطالب ومقاصد کتاب مقدس کے ساتھ ہیں۔ لہذا اسیقدر پر
اکتفا کرنا بس تھا ✣

لیکن بغرض تنقیح اسکے کہ کتاب مقدس شروع سے اب تک اصلی وصحیح ومعتبر
ومستند ہر زمانہ میں رہی ہی اور یہہ کہ اہل کتاب کو کوئی غرض دنیاوی یا دینی
نہ تھی اور نہ اسکا کوئی باعث تھا کہ وہ اپنی کتاب کو محرف کرتے اور یہہ کہ اگر
کوئی شخص یا کوئی فرقہ ایسا ارادہ فاسد کرنا بھی چاہتا تو ممکن نہ تھا۔ امورات
مفصلہ ذیل بیان کیے جاتے ہیں ✣

اوّل واضح ہو کہ کتاب مقدس کے دو حصے ہیں ایک عہد عتیق جسکو
یہودی بھی مانتے ہیں اور اُس میں توریت کتاب موسی کے پانچوں

صحیفوں کو سامری بھی کلام اللہ مانتے ہیں — اور دوسرا حصّہ عہد جدید جسکو صرف مسیحی مانتے ہیں ✤

حصّہ اول یعنی عہد عتیق میں ۳۹ صحیفے ہیں جن میں سے پانچ صحیفے یعنی توریت کو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر لکھا اور صحیفہ ملاکی کو حضرت ملاکی نے چار سو برس پیشتر خداوند سے ارقام کیا باقی ۳۳ صحیفے ان دونوں وقتوں کے درمیان لکھے گئے اور بعضوں کا گمان ہے کہ شاید صحیفۂ ایوب توریت سے بھی قدیمی ہے — یہہ سب صحیفے شروع سے یہودیوں میں متواتر مروج و متداول رہے ہیں اور مسیحیوں میں بھی برابر پشت در پشت کلیساؤں میں اور بیشمار ایمانداروں کے پاس رہے ہیں اور ہیں اور وہ سب نقلیں باہم موافق و مطابق ہوگئی ہیں اور اسکے سوا خداوند مسیح سے تین سو برس پیشتر اُس مجموعہ کا ترجمہ اصل عبرانی سے یونانی زبان میں بادشاہ مصر طالمی نامی سے ہوا تھا اُسکی مطبوعہ نقلیں بکثرت تمام موجود ہیں اور اسکے سوا کئی نسخے اصلی کتاب کے اور ترجمے کے جو سنہ ہجری سے کئی سو برس پیشتر لکھے گئے ہیں وہ بھی موجود ہیں چنانچہ شہر روم ملک اطالیہ میں ایک نسخہ مسمیٰ بہ قدکس واٹیکانوس ہے جو ہجرت سے ڈھائی سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے — اور ایک شہر لندن میں مسمیٰ بہ قدکس الکسندرینوس دو سو برس

ہجرت سے پہلے کا لکھا ہوا ہی ـــ اور ایک نسخہ شہر پیرس میں مسمی بہ قدکس فریجی جو دو سو برس سنہ ہجری سے پیشتر کا لکھا ہوا ہی ـــ پھر اُسکے سوا توریت کے پانچوں صحیفوں کے نسخے جو قدیم سے سامریوں کے استعمال میں رہے ہیں سو بھی موجود ہیں اور سامری لوگ یہودیوں کے غیر تسند ہمسر اور ہم چشم تھے ـــ پس یہہ سب نسخجات اور ترجمات تمام خاص امروں میں موافق و مطابق ہمدگر ہیں اس حالت میں غیر ممکن ہی کہ کوئی حق پسند اور سمجھدار شخص ادنی شک و شبہہ تحریف کا دل میں لاوے اور مطالب اصلیہ کے بدل جانے کا وہم کرے ـــ ایسا وہم دور از کار بالکل خلاف قیاس و بعید از عقل و دانش ہی +

پھر اُسکے سوا کتاب عہد جدید میں جابجا قریب چھہ سو جگہہ کے ہیں جہاں آیات عہد عتیق کے صحیفوں کی نقل کی ہی بطور اقتباس یا اُنکا مطلب و مدعا بیان کیا ہی یا اُنپر حوالہ دیا ہی اور وہ سب باہمدگر ملتی ہیں +

باقی رہیں یہہ باتیں کہ بعض صحف عہد عتیق کا وقت تصنیف معلوم نہیں ہی یا بعضوں کے مصنفوں کی نسبت اب یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس نبی نے لکھا تھا یا یہہ کہ بعض کتب خصوصاً توریت میں بعض عبارتیں ایسی ہیں جنکو حضرت موسیٰ کیطرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں وغیرہ جس سے کسی کو شبہہ ہو کہ شاید صحف عہد عتیق قبل عہد خداوند مسیح ہی بدل گئے ہوں پس اُن سب شکوک و اوہام

سے کے دفع کرنے اور صحف مقدسہ عہد عتیق کی معتبری اور اصلیت سے یقین کے واسطے خداوند یسوع مسیح اصدق الصادقین اور راستگو امین کی شہادت اور اسکے رسولوں کی گواہی کافی و وافی ہی جس سے اطمینان کلی پیدا ہوتا ہی کہ وہ سب صحیفے جو خداوند کے وقت چار سو برس پہلے سے ایک جلد میں مجلد ہو کر جاری تھے بلا ریب حق و الہامی اور منجانب اللہ تھے پس اگر اب ہزاروں برس کے گذرنے کے بعد ہمکو معلوم نہو وقت تصنیف یا نام مصنف یا خاص کسی عبارت کا لکھنے والا تو عجب نہیں ہی ایسی باتوں سے نہ تحریف کا شک ہوتا ہی اور نہ وہ صحیفے غیر معتبر ہو سکتے ہیں +

اور خداوند کی شہادت یہہ ہی کہ آپنے یہودیوں کو ارشاد کیا +

(۱) یوحنا باب ۵ آیت ۳۹ (کتابوں (یعنی صحف مقدسہ عہد عتیق جنکو یہودی مانتے تھے) میں ڈھونڈھو کیونکہ تم گمان کرتے ہو کہ اُن میں تمھارے لیئے ہمیشہ کی زندگی ہی اور وہی ہیں جو میرے لیئے گواہی دیتے ہیں) پس خداوند نے جملہ صحف مقدسہ میں جو یہودیوں میں مستعمل تھیں تلاش کرنے کو فرمایا اگر خداوند انکو معتبر اور مستند اور منجانب اللہ نہ جانتا تو اُن میں تلاش کرنے کو حکم نفرماتا +

(۲) پھر باب مذکور کی آیت ۴۶ میں مذکور ہی کہ اُسنے ارشاد کیا ہی (اگر

تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھپر بھی ایمان لاتے اس لیئے کہ اُسنے میرے حق میں لکھا ھی) اس آیت میں خداوند نے حوالہ دیا ھی توریت پر کہ وہی کتاب موسیٰ ھی اگر وہ کتاب معتبر نہوتی تو اُسپر حوالہ نہوتا +

(۳) — پھر یوحنا باب ۷ آیت ۱۹ میں مذکور ھی کہ خداوند نے یہودیوں کو فرمایا — (کیا موسیٰ نے تمھیں شریعت نہیں سونپی لیکن کوئی تم میں سے شریعت پر عمل نہیں کرتا) پس اگر شریعت موسویہ مندرجۂ توریت خداوند کے نزدیک معتبر نہوتی تو اُسپر حوالہ اور یہودیوں کو الزام نہوتا +

(۴) پھر یوحنا باب ۷ آیت ۳۸ میں ھی کہ خداوند نے فرمایا (اُسکے پیٹ سے جو مجھپر ایمان لاتا ھی جیسا کتاب کہتی ھی جیتے پانی کی ندیاں جاری ہونگی) اس آیت سے صاف ظاہر ھی کہ خداوند نے تمام کتاب مقدس کو جو یہودیوں میں اُن دنوں مشہور و معروف تھی معتبر جانکر اُسپر حوالہ فرمایا +

(۵) — پھر یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۴، ۳۵ میں ھی کہ خداوند نے ارشاد کیا — (تمھاری شرع میں یہہ نہیں لکھا ھی کہ میں نے کہا تم خدا ہو جس صورت میں اُنھیں جنکے پاس کلام خدا آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب کی بات باطل ہو) پس اسمیں خداوند نے یہودیوں کو اُنکے پاس والی کتاب سے اُنکو الزام دیا اور

اِس کتاب کو معتبر جانا اس خوبی کے ساتھ کہ ممکن نہیں کہ کتاب مقدس کی بات باطل ہووے +

(۶) — پھر متی باب ۱۱ آیت ۱۳ میں فرمایا (سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی) پس خداوند نے تمام کتب انبیا اور توریت کو معتبر ظاہر کیا +

(۷) — پھر متی باب ۲۲ آیت ۲۹ میں ہی کہ خداوند نے یہودیوں سے ارشاد کیا (تم نوشتوں اور خدا کی قدرت کو نہ سمجھ کر بھولتے ہو) پس اگر خداوند کے نزدیک وہ پاک نوشتے جو یہودیوں میں مروج تھے معتبر نہوتے تو اُنپر حوالہ نہوتا +

(۸) — پھر لوقا باب ۲۴ آیت ۴۴ میں ہی کہ خداوند نے حواریوں سے فرمایا (ضرور ہی کہ سب کچھہ جو موسی کی توریت اور نبیوں اور زبوروں میں میری بابت لکھا ہی پورا ہووے) اس آیت میں مذکور ہی کہ خداوند نے فرمایا کہ توریت اور صحف انبیا اور زبور میں جو میری بابت لکھا ہی پورا ہووے پس اگر وہ کتابیں معتبر اور صحیح نہوتیں اُنپر حوالہ نہوتا +

اِنکے سوا اور بھی کئی آیتیں ہیں جنسے بخوبی روشن ہی کہ خداوند مسیح نے اپنے وقت کی مروج و متداول کتاب مقدس عہد عتیق کو معتبر و صحیح

مانا کہ الفاظ کتاب و شریعت و کلامِ خدا و توریتِ موسیٰ و نبیوں کی کتاب اور زبور اور سب نبی اور توریت وغیرہ سے مراد تورات ہی اُن سب کو خداوند نے کلام اللہ کہا اور اُنکے پڑھنے اور ماننے کا حکم دیا اور اُنپر حوالہ فرمایا ؛

پس ان سب بیانوں سے صاف ظاہر ہی کہ خداوند مسیح کے زمانہ تک تمام و کمال کتاب مقدس صحیح و اصلی و معتبر و مستند تھی اور بعد خداوند کے کتاب مذکور تمام جماعتہاے کثیر کے ایمانداران مسیحی کے پاس موجود اور رایج و مشہور رہی ہیں اور اِسیطور یہودیوں میں بھی متواتر سلف سے خلف تک مروج ہی اور اسکے سوا اُسکا ترجمہ یونانی مذکور بھی جا بجا رایج اور متداول اور مشہور و معروف رہا ہی جسکی نقلیں بھی بکثرت موجود ہیں زمانہ قدیم کی اور حال کی بھی اور سامریوں میں توریت کی پانچوں کتاب بھی اُسی طور اُس قوم میں جاری و ساری ہی اور پھر اُن سب نسخوں اور ترجموں کی نقلیں پرانی اور نئی ہدایات و تعلیمات و اصول ایمانیہ و ارکانِ دین و اخبار و قصص وغیرہ جملہ مقاصد و مطالب میں موافق و مطابق ہمدگر ہیں لہٰذا دلیل کامل ہی کہ کتابِ مقدس عہد عتیق اب تین ہزار برس کے بعد بھی اصلی اور صحیح اور معتبر و مستند ہی ؛

اب باقی رہا کتاب مقدس کا حصہ دوم یعنی عہد جدید جسکو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ؛

در ثبوت عہد جدید

پس واضح ہو کہ عہد جدید میں ستائیس صحیفے ہیں جن میں سے چار اوّل صحیفے انجیل کہلاتے ہیں جن میں خداوند مسیح کے قالب انسانی میں ظاہر ہونے سے عروج سما تک کا حال لکھا ہے اور اُسکے بعد کتاب اعمال الرسل ہے جسمیں خداوند کے جی اُٹھنے اور آسمان پر تشریف لیجانے کے بعد کلیسیا یعنی جماعت ایمان داران مسیحی کا حال مندرج ہے اُسکے بعد اکیس نامے ہیں جو حواریوں نے اپنے وقت جماعتوں اور شاگردوں کے نام بشرح عقائد و مطالب و اصول ایمانیہ و ارکان دین و ہدایات و تعلیمات ارقام کیے ہیں۔ اُنکے بعد کتاب مکاشفات ہے جس میں حالات جماعت ایمانداران زمانہ حواریوں سے تا قیام قیامت بطور پیشخبری خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں +

پس صحف مذکورہ کے اعتبار و اعتماد اور اُنکی صحت و اصلیت کے بیان میں دو امر قابل دریافت ہیں +

اوّل یہہ کہ یہی صحیفے حواریوں یعنی خداوند مسیح کے برگزیدہ شاگردوں و مریدوں اور خدا تعالیٰ کے رسولوں کے عہد سے اب تک متواتر جاری اور رایج رہے ہیں یعنی یہ جتنے صحیفے اب ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں وہ ابتدا سے برابر مقبول اور کلام اللہ ملتے گئے ہیں +

دوم یہہ کہ یہہ سب صحیفے بلا تحریف و تبدیل صحیح اور اصلی ہیں +

امر اول اس بیان میں کہ یہی ۲۷ صحیفے جو بالفعل کے مجموعۂ عہد جدید میں شامل ہیں عہد حواریوں سے مقبول و معتبر و مستند ہیں

واضح ہو کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے یعنی متی و مرقس و لوقا و یوحنا و پولوس و یعقوب و یہودا و پطرس اپنی کتابوں اور ناموں میں اپنے وقت کے حالات بیان کرنے کا دعوی کرتے ہیں پس اگر فی الواقع ایسا نہوتا یعنی اگر صحف مذکورہ کے نویسندہ پچھلے زمانہ کا حال گذرا ہوا لکھتے اور انکا دعوی صحیح نہوتا تو ضرور بہت سے لوگ ان لکھنے والوں کی تکذیب کرتے لیکن کوئی ایسی تحریر نہیں ❊

لیکن تاہم ضرور ہے کہ دریافت کیا جاوے کہ فی الواقع یہہ کتابیں اور نامے انہیں شخصوں نے لکھیں جنکی طرف منسوب ہیں جو فی الحقیقت اپنے ہی وقت کا حال لکھتے ہیں یا نہیں ❊

پس معلوم ہو کہ آج کے روز سے لیکر رسولوں ممدوح کے عہد تک معتبر تصنیفات میں صحف مذکور کی شہادت کامل کا سلسلہ متواتر ملتا ہے جس سے یقین

کامل حاصل ہوتا ہی کہ جو صحیفے اذلون عہد جدید کے مجموعہ میں مجلد ہیں وہی بجنسہ اب سے حواریوں کے زمانہ تک ہر وقت برابر مسیحیوں میں جاری و رایج و مشہور و معروف و معتبر و مستند کلام اللہ مانے گئے ہیں +

سنہ ۱۴۴۰ء میں چھاپے کا فن دریافت ہوا اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد صحف مذکورہ مطبوع ہوئے ۔ اسوقت سے لیکر آج تک کہ سنہ ۱۸۶۶ء ہی ہزاروں کتابیں اور رسالے اور خطوط وغیرہ تحریرات ان صحیفوں کے اعتماد و اعتبار کی شہادت اور تصدیق میں باہم گواہ ہیں ایسے موافق و مطابق باہم گذرے کہ اس سوا چار سو برس کی نسبت کسی کو بھی شک و شبہہ نہیں ہو سکتا ہی بلکہ کامل یقین ہی کہ جو صحیفے ان دنوں جاری ہیں یہی سب سنہ ۱۴۰۰ عیسوی تک متواتر تھے +

علیٰ ہذا القیاس سنہ ۴۰۰ء سے لیکر سنہ ۱۴۰۰ء تک یعنی ایک ہزار برس کا حال بھی اِسی قبیل سے قابل اطمینان کے ہی +

سنہ ۳۰۰ء سے سنہ ۴۰۰ء تک مشرقی و مغربی ملک کے ملک میں مسیحی مذہب بکثرت و شدت پھیل گیا تھا اور اکثر علما و فضلا اور صاحب تصانیف لوگ مشرف بایمان مسیحی ہوئے تھے اس باعث سے عہد جدید کے صحیفوں پر بیشمار گواہیاں ملتی ہیں جنکا یہی خلاصہ نکلتا ہی کہ صحف مذکورہ صحیح و معتبر و مستند و معتمد ہیں اور

یہہ کہ وہ بلاشبہہ انھیں حواریوں کی تصنیف ہیں جنکی طرف منسوب ہیں ✣

اب باقی رہا حال اُن چار صدی کا — تو اول تو یہہ بات قابل لحاظ ہی
کہ خداوند مسیح سے چار سو برس پیشتر قدیم رومی سلطنت میں قریب ۳۵ جدے
جدے ملکوں کے شامل ہو گئے تھے چنانچہ تمام ملک اطالیہ و پرتگال و جرمنی
و ہسپانیہ و ممالک ایشیاے کوچک و مصر و یونان و بعض اقطاع افریقیہ وغیرہ
جیسا کہ تواریخ سے مفصل معلوم ہوتا ہی اُن میں سے بہت سے ملک ایسے
تھے جو اُس وقت سے پیشتر جدی جدی سلطنتیں اور حکومتیں تھیں اور پھر ۳۲۱ ع
میں شہنشاہی روم ۱۱۶ جدے جدے صوبوں میں منقسم ہوئی جن میں
مختلف بولیاں بولی جاتی تھیں پس ان تمام صوبوں میں مدت سے دین مسیحی
جاری و ساری تھا اور ان تمام جماعتوں اور فرقوں کے پاس صحف مقدسہ
انکی جدی جدی زبانوں میں موجود تھے جنکو وہ کلام اللہ مانتے اور اپنی جماعتوں
اور عبادتخانوں میں بھی متواتر پڑھتے اور سناتے تھے اور اپنی جدی جدی فریق کو
یا دوسرے بت پرست منکر فرقوں کے اعتراضات کی تردید میں آیات کتب مقدسہ
بطور اقتباس اپنی کتب و رسائل و خطوط و مباحثہ و مناظرہ میں درج کرتے تھے
پس اگر اُسوقت سے پیشتر کے نوشتے باہم گر موافق و مطابق نہوتے تو ممکن نتھا
کہ اُن مختلف ملکوں اور فرقوں اور زبانوں کے بیشمار کتابوں اور رسالوں اور خطوط

وغیرہ تحریرات کے مطالب و مقاصد و آیات یا ہمدگر موافق و مطابق و مناسب نہوتے ÷

اگر خیال جاوے کہ شاید اُنھوں نے آپس میں اتفاق کرلیا ہوگا تو اول تو اسقدر صدہا ملکوں اور لاکھوں شہروں اور گانوں کے لاتعد و لاتحصی شخصوں کا اتفاق ممکن نہیں جو باہمدگر نہ ہم فرقہ تھے نہ ہمزبان علاوہ بران اگر اتفاق کرتے بھی تو ضرور باہم مباحثہ و مناظرہ یا مشورت اور صلاح ہوتا ضرور تھا مگر اسکا کہیں بھی نشان نہیں ملتا ہی بلکہ اُسکے خلاف اکثر مصنف اسبات پر متفق ہیں کہ ان نوشتوں کی صحت میں جاے کلام نہیں ہی ÷

الغرض سنہ ۲۰۰ع اور اسکے بعد کی نامحصور تحریرات و تصنیفات کی اتفاق شہادت سے یہی نتیجہ نکلتا ہی کہ بلاشبہ اُس سے پیشتر بھی یہی صحف معتبرہ تھے جو اُنکے درمیان ہر ملک اور ہر زبان میں مروّج تھے ÷

پھر سنہ ۲۰۰ع سے سنہ ۳۰۰ع یعنی تیسری صدی کی تصنیفات کی گواہیاں بھی کثرت سے ملتی ہیں جس سے دریافت ہوتا ہی کہ اُس صدی میں بھی یہی کتابیں مسیحیوں میں مستعمل تھیں جنکو وہ کلام خدا مانتے اور جانتے تھے چنانچہ اُن تصنیفات میں صحف مقدسہ کی فہرست بھی پائی جاتی ہیں — جن تحریرات میں فہرست پائی جاتی ہی وہ سنیں مفصلۂ ذیل کی ہیں سنہ ۳۱۵ع و سنہ ۳۴۴ع و سنہ ۳۶۴ع

سنہ ۳۷۰ عیسوی و سنہ ۳۷۵ عیسوی و سنہ ۳۸۰ عیسوی و سنہ ۳۹۰ ء
و سنہ ۳۹۲ عیسوی و سنہ ۳۹۴ عیسوی و سنہ ۳۹۷ عیسوی ✤

پھر سنہ ۳۰۰ ع سے سنہ ۴۰۰ ع تک بہت سی جماعتوں کے بہت سے
مصنف ہیں جنکی تصانیف میں اِن صحیفوں کی جدا جدا کتاب اور نامے کی
شہادت دیتے ہیں اس طور پر کہ ایک کی تحریر سے دوسرے صحیفہ کی
تصدیق کی شہادت ملتی اور دوسری تحریر سے دوسرے صحیفہ کی تصدیق
معلوم ہوتی ہی اِس نہج اُن سب مصنفوں کی شہادتوں کے ملانے سے تمام
وکمال صحف مقدسہ کی نسبت گواہی حاصل ہوتی ہی ✤
مگر یاد رہے کہ اگر اِس صدی کی ہر ایک تصنیف و تحریر جو موجود ہیں یا جنکی
بعض عبارات دوسری کتابوں میں مندرج ہیں تمام وکمال صحفِ مقدسہ کی بابت
یکجائی گواہی نہیں اس سے کوئی یہہ نہ سمجھے کہ گویا پوری گواہی نہیں کیونکہ ایک
مصنف خاص مدعا سے ایک صحیفہ کا ذکر کرتا ہی دوسرے صحیفوں کو گواہ صحیح اور حق
مانتا ہی مگر اُنکا ذکر اِس خاص مطلب یا بیان سے متعلق نہ تھا اور یہہ بھی پیش نہاد
خاطر رکھنا چاہیئے کہ اِن صدیوں میں تمام صحیفوں کا حال تمام شاگردوں پر ظاہر
نہیں ہوا تھا اور انکی پوری تحقیقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ تمام صحیفے ایک ہی وقت
میں یا ایک ہی مقام پر یا ایک ہی حواری کے ذریعہ نہیں لکھے گئے تھے

بلکہ تخمیناً ساٹھہ برس کے عرصے میں اور مختلف شہروں اور ملکوں میں اور آٹھہ شخص
کے وسیلے ہیں جب وہ سب کے سب مرقوم ہو چکے تو بھی فوراً ایک جلد میں مجلد
نہیں ہو گئے۔ بلکہ ابتدا میں تو رسول تمام حالات و تعلیمات زبانی بیان فرماتے
اور لوگوں کو دعوت ایمان کرتے تھے پھر جب اس ذریعہ سے بہتیرے
شہروں میں بہت سے مسیحی ہوئے اور جابجا جماعتیں قائم ہوئیں تب قریب
سنہ ۶۵ء کے تین انجیل یعنی متی و مرقس و لوقا نے مریدوں کی بخوبی واقفیت
اور یادداشت کے واسطے اپنی اپنی انجیل لکھی پسطور پولوس نے اُن جماعتوں
کے واسطے جو اُسکی کوشش و محنت سے قائم ہوئیں نامے تعلیم و تلقین و ہدایت
کے لکھے پس جو نوشتہ جس جماعت کے واسطے لکھا گیا ابتدا میں صرف وہی اُس
جماعت میں رہا اُسکے بعد دوسری جماعتوں کے شاگردوں نے اُسکی نقل اپنے
واسطے کی اس طور سب نوشتوں کی نقلیں سب جماعتوں کے پاس پہنچیں اور
اُنکے ترجمے بھی جدا جدا زبانوں میں ہوئے ÷

پس اس بات کو کہ تمام صحیفوں کی نقلیں اور ترجمے تمام جماعتوں کے پاس
پہنچیں اور سب کے سب تحقیق کرکے اُنکی صحت کو تسلیم کرلیں ایک عرصہ درکار
ہی خصوصاً اِس جہت سے کہ پہلے کی کلیسیا کے لوگ کمال محتاط تھے کہ جبتک
اُنکو یقین کامل نہو جاوے کہ یہہ صحیفہ فلانے حواری کا تحقیقاً ہی تب تک اُنکو

مقبول نہ کرتے تھے کیونکہ یہہ جماعتیں الگ الگ ملکوں میں تھیں اور سوا اسکے بعد ازیاروں
کے اُنکے شاگرد تھے اور پھر وہ وقت بھی نازک تھا کہ اکثر اوقات اپنے
دشمنوں کے ہاتھہ سے تکالیف سخت پاتے تھے لہذا باہم گرملاقی ہونے کا
موقع بھی بہت نہ ملتا تھا ؛

الغرض وجوہات مذکورۂ بالا کے باعث تخمیناً سنہ ۲۰۰ع تک نہ تو تمام جماعتوں
کو تمام نوشتوں کی اصلیت کا حال معلوم ہو گیا تھا اسی واسطے اُس زمانہ کی جو تصانیف
علما اور دینداروں کی ابتک موجود ہیں یا اُنکی تحریرات دوسری کتابوں میں منقول
ہیں اُن میں علاوہ اسکے کہ وہ صرف بعض ہی صحیفوں کا ذکر اس باعث سے
کرتے ہیں کہ اُس جگہہ انھیں کا ذکر مناسب اور متعلق اُس خاص بیان اور مدعا سے
تھا مگر اُسکے سوا بعض لوگوں کا بعض صحیفوں کا ذکر نہ کرنا اس باعث سے
بھی ضرور تھی کہ اُنکو اُن غیر مذکورہ صحیفوں کا حال معلوم نہ تھا بلکہ بعض سنین مذکورہ کے
بعض مصنفوں نے کسی کسی صحیفے کی نسبت شک بھی کیا اسطور کہ اُسکو اُسکی
صحت کی نسبت یقین کلی نہیں ہوا تھا اور کماھی تحقیق نہ ہوئی تھی کہ وہ فی الواقع معتبر
اور رسول کا ہی ؛

جیسا کہ آرجین جو سنہ ۲۳۰ع میں بمدرسہ اسکندریہ مشہور و معروف عالم خوش
اخلاق اور دانشمند مدرس تھا اُسکی تحریر میں چاروں انجیلوں اور اعمال الرسل

اور کتاب مکاشفات کا ذکر ہی اور نامہای پطرس و یعقوب و یہودا و پولس
کا ذکر مجموعی لکھا ہی بلا تفصیل تعداد +

اور یوسی بیوس مشہور و معروف اُسقوف قیصریہ جو شروع چوتھی صدی میں
تھا ۔ پہلے ذکر اناجیل اربعہ کا کرتا ہی پھر کتاب اعمال الرسل کا پھر خطوط پولوس
بلا تعیین تعداد پھر خط اول یوحنا اور خط پطرس کا کہ یہہ سب اصل اور مقبول
عام ماننا چاہیے مگر مکاشفات یوحنا کی نسبت لکھا ہی کہ شاید مناسب معلوم ہو تو
مکاشفات یوحنا رکھنا چاہیے اور اسپر جو منصفی کیجاتی ہی دوسرے مقام پر بتلائی
جاویگی یہہ سبکے سب عام طرح سے مقبول اور صحیح جانے جاتے ہیں +

پھر خط یعقوب و یہودا و خط دوم پطرس اور خط سوم یوحنا کی نسبت لکھا ہی
کہ اپر اعتراض کیا جاتا ہی پر تاہم مشہور اور اکثروں سے مقبول بھی ہیں چاہے
وہ سچ مچ اُن رسولوں کے ہیں یا اُنکے نام سے کسی دوسرے شخص کے ہوں
الغرض اُن اوائل صدیوں کی تصانیف کے ملانے سے کامل یقین ہوتا
ہی کہ اُن دنوں میں بھی یہی صحیفے تھے جو ان دنوں مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر سنہ ۱۷۰ ع سے سنہ ۲۰۰ ع تک کے بہت سی تصانیف ہیں جو اُس وقت
کے شاگردوں نے بت پرستوں کی حجتوں کی تردید میں لکھیں جو مخالفانہ اُنسے
برسر مقابلہ آتے تھے ۔ پس طرفین کی کتب و رسائل و خطوط مباحثہ سے جُدے

جلد سے صحیفوں پر گواہی ملتی ہے کہ مسیحی شاگرد اور انکے مخالف اپنی تصانیف میں
اِن صحیفوں کا ایسا ذکر کرتے ہیں جس سے دریافت ہوتا ہے کہ یہی صحیفے اُن دنوں
جاری اور مشہور و معروف تھے جو ان دنوں ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر اسکے سوا ایک اَور گواہی بھی اس عہد کی ہے کہ سنہ ۱۰۰ء یا سنہ ۱۲۰ء میں ایک ترجمہ صحف
عہد جدید کا زبانِ سُریانی میں کیا گیا جو ابتک موجود ہے اُسمیں بھی تمام و کمال یہی صحف مقدسہ ہیں
جو اب موجود ہیں صرف وہی چند خطوط اُسمیں شامل نہیں جنکی نسبت یوسیبیوس شک کرتا تھا +

دوسرا ترجمہ زبانِ لاطینی میں سنہ ۱۷۰ء سے پہلے ہوا وہ بھی ہنوز موجود ہے اسمیں صرف دو چھوٹے
خط یعنی نامہ دوم پطرس اور نامہ یعقوب نہیں باقی سب یہی صحیفے شامل ہیں جو آج کل ہیں +

پھر سنہ ۱۲۰ء سے سنہ ۱۷۰ء تک کی تصانیف ہر چند کثیر نہیں ہیں بسبب اسکے کہ وہ زمانہ خود جوانی کا
ہے جس میں خود صحف مقدسہ ہی کے لکھے جانے کا وقت تھا تفاسیر یا کتب مباحثہ وغیرہ
کی حاجت نہ تھی اور کثرت سے دین مسیحی نہ پھیلا تھا اور بہت سی تصانیف نہ تھی علاوہ اسکے
اُس وقت کی تصانیف کا بسبب امتدادِ روزگار کثیر و شدتِ حوادث کے موجود
رہنا بھی متعذر ہے تاہم چار ایسے شخصوں کی تصانیف ہنوز موجود ہیں جو خود
رسولوں کے ہمعصر بلکہ انکے شاگرد تھے یعنی کلیمنز نامی شہر روم کے اُسقف
کا ایک خط بنام جماعت قرنتیاں +

۲ اِگناتیوس شہر انطاکیہ کے اُسقف کے کئی نامے ۔ ۳ پالوکارپ

شہر سمرنا ممالک ایشیاے کوچک کے اسقف کا ایک خط بنام جماعت شہر فلپی واقع ممالک یونان ـ برنباس جسکی نسبت بعض کا گمان ہی کہ یہہ وہی شخص ہی جسکا ذکر کتاب مقدس میں پولوس رسول کے حال میں ہی اور بعضے کہتے کہ یہہ دوسرا شخص ہی ✣

الغرض ایسے شخصوں کی تصانیف اب تک موجود ہیں جو ہمعصر بلکہ شاگرد رسولوں کے تھے جنھوں نے رسولوں کی صحبت پائی اور اُن سے تعلیم بلا واسطہ حاصل کی اور انکی تصانیف سے واقفیت بہم پہنچائی ✣

اُن بزرگوں کی تصانیف میں جو ہنوز موجود ہیں ایسے مضامین تو نہیں ہیں جنسے معلوم ہو کہ گویا مطلب انکا صحف مقدسہ کی معتبری کا بیان ہی کیونکہ وہ زمانہ تو خود حواریوں کا تھا بلکہ اُنکے بیان سے ہویدا ہوتا ہی کہ اُنکے نزدیک اُن صحیفوں کی نسبت کچھ بھی شک نہ تھا کہ یہہ رسولوں کی تصانیف ہیں اسیواسطے بزرگان موصوف انکا پورا بیان کرکے ایسا نہیں لکھتے ہیں کہ یہہ صحیفے فی الحقیقت رسولوں کے ہیں بلکہ اُنکو حقیقی و اصلی و مشہور و معروف جانکر بطور اقتباس اُن میں کے بعض الفاظ و مطالب مخصوصہ صحف مقدسہ کو اپنے تصانیف میں نقل کرتے اور اس یقین سے کہ تمام لوگ اِن تعلیمات کو رسولوں کی ہدایات جانتے ہیں اسلیئے اپنے مسیحی بھائیوں کو اُنکے مطابق تعمیل کرنے اور بجالانے کے لیئے ترغیب دیتے

اور تفہیم کرتے ہیں — اس طرح سے ان چار شخصوں کی تصانیف کے ذریعہ
عہد جدید کے اکثر صحیفوں پر گواہی ملتی ہے کہ وہ اُن دنوں میں جاری و مشہور
اور ایمانداروں میں مروّج تھے اور انکے وہی مطالب و مقاصد تھے جو فی الحال
کے صحف مروجہ میں ہیں ÷

غرض اس طور یقین ہوتا ہے کہ جو صحیفے اب عہد جدید میں شامل ہیں یہی بجنسہ
حواریوں کے عہد تک متواتر مسیحی ایمانداروں میں جاری اور مروج اور مشہور
و معروف تھے — اور اسی ذریعہ سے یقین کلی پیدا ہوتا ہے کہ ان صحیفوں کے
لکھنے والے فی الواقع خداوند مسیح کے ہم عہد و ہمعصر تھے ÷

امر دوم اس بیان میں کہ جملہ صحف عہد جدید صحیح اور اصلی بلا تحریف و تبدیل ہیں

اُمید واثق ہے کہ ہر صاحب عقل و انصاف جو بیانِ مذکورہ بالا کو ملاحظہ کریگا اُسکو
یقین کامل ہوگا کہ جو یہ صحف مقدسہ بنام نہاد عہد جدید موسوم ہیں وہ بلاشبہہ انہیں
حواریوں اور شاگردان حواریوں کے لکھے گئے جنکی طرف منسوب ہیں اور یہہ کہ
یہی صحیفے بلا ریب ابتدا سے آج تک متواتر و متوالی پشت در پشت مسیحیوں میں مروج
اور مقبول اور کلام اللہ مانے گئے ہیں اس واسطے کہ حواریوں کے زمانہ سے

جس میں وہ صحیفے مرقوم ہوئے آج تک بیچ کے ہر زمانہ کی شہادت معتبر گواہوں
کی متواتر و مسلسل ملتی ہیں کہ یہہ صحیفے ہر عہد میں جاری اور مشہور اور مقبول تھے
اور مسیحی اُنکو کلام اللہ جانتے اور مانتے رہتے ہیں +

اب یہہ دریافت کرنا اور باقی ہی کہ آیا جو تعلیمات و ہدایات وغیرہ مطالب و مقاصد
بالفعل کے صحیفوں میں مرقوم ہیں فی الواقع یہہ ٹھیک وہی ہیں جنکو متی و یوحنا
و مرقس و لوقا وغیرہ مصنفوں نے ارقام کیا تھا کیونکہ ان صحیفوں کو لکھے ہوئے
اب اٹھارہ سو برس گذرے اور رسولوں کی لکھی ہوئی نقل اسقدر عرصہ تک محفوظ
و مصئون و موجود رہنا امر نہایت دشوار ہی پس شاید نقل کرنے والوں اور تو پسندوں
نے سہوا یا عمداً مضامین اصلیہ بدل دیے ہوں اور اس طرح اس وقت کے صحیفوں
کے مطالب و مقاصد اور ہی ہو گئے ہوں تو پھر ان نقولِ مروجہ حال پر کیونکر اعتماد
و اعتقاد ہو سکتا ہی +

پس واضح ہو کہ صحفِ مقدسہ کی صحت اور اصلیت کہ فی الواقع نقولِ حال موافق
و مطابق اصل کے ہیں تین جُدے جُدے ذریعوں سے دریافت ہوتی ہی +

اوّل یونانی زبان کے قدیم نسخوں کے مقابلہ سے جس میں صحفِ معروفہ
لکھے گئے جو اصلِ زبان اُنکی ہی۔ یہہ نسخے اب ایک ہزار سے زیادہ ہیں اور
وہ نہ صرف ایک زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں بلکہ سنہ ۱۴۰۰ء تک بلکہ اُس سے بھی پہلے

سے کے اور نہ صرف ایک شہر یا مقام پر بلکہ مختلف ملکوں اور شہروں اور قریوں میں پائے گئے چنانچہ اب بھی اُن ملکوں کے کتب خانوں میں موجود و محفوظ ہیں +

اور یہہ بھی کہ نسخجات مذکورہ سبکے سب پورے عہد جدید کے سارے صحیفونکو شامل نہیں بلکہ بعضوں میں سب صحیفے ہیں اور بعضوں میں کئی صحیفے اور کئی ایک میں صرف ایک صحیفہ ہی +

پس ان سب نسخجات مذکورہ کے مطالب و مقاصد بالکل موافق و مطابق حال کے نسخجات سے ہیں — چنانچہ جو نتیجہ تحقیقات و مقابلہ نسخجاتِ مذکورہ کا ہی اُسکا حال اوپر مسطور ہوا +

دوئم قدیمی ترجمات کے مقابلہ سے چنانچہ ایک ترجمہ سریانی جو سنہ ۱۲۰ع میں ہوا اور دوسرا جو اسی زبان میں قریب سنہ ۵۰۰ع کے ہوا +

پھر وہ ترجمے جو ملک مصر میں دو تین جدا جدا زبانوں میں تیسری یا چوتھی صدی میں ہوئے +

پھر حبشی و ارمنی ترجمات جو پانچویں صدی میں ہوئے +

پھر قدیم لاطینی ترجمہ جو سنہ ۱۵۰ع کے قریب ہوا +

پھر شمالی و مغربی ملکوں کی کئی ایک زبانوں کے ترجمات جو چوتھی اور

پانچویں صدی میں ہوئے۔ ان سبھوں کی جدا جدا قدیمی نقلیں موجود ہیں ✣
اور یہہ سب ترجمے بھی اصل مضامین و مطالب و مقاصد میں موافق و مطابق
اُن نسخوں کے ہیں جو اب جاری ہیں ✣

سوم علما و فضلا و مصنفانِ مشاہیرِ سلف کے بیشمار تصانیف سے یعنی اگر
اُن آیات کو جو اُن دینداروں نے اپنی کتب اور رسائل میں درج کی ہیں بطور
اقتباس کے حال کے صحف کی آیات سے ملاویں تو باہم گر موافق و مطابق
ہوتی ہیں ✣

اور واضح ہو کہ ایک بار سوال کیا گیا تھا کہ اگر تمام نسخجات عبرانی اور اُنکے
ترجمات نہوں تو کس طور صحفِ عہدِ جدید پا سکتے ہیں ایک عالم متبحر نے بڑی تلاش
کے بعد مقابلہ کر کے جواب دیا کہ بذریعہ اُن آیات کے جو علما اور فضلاے مشہور
و معتبر نے تین سو صدی کے اندر اپنے خطوط و کتب و رسائل میں درج کی ہیں
اور اب تک ہمارے پاس موجود ہیں تمام و کمال تمام آیات مل سکتی ہیں صرف چند
آیتیں نہیں ملیں ✣

خلاصہ یہہ کہ ان تینوں کامل ذریعوں سے یقین کلی پیدا ہوتا ہے جاے شک
و مقام شبہہ کسی کو باقی نہیں ہے کہ بلاریب جو صحف مقدسہ بالفعل مسیحیوں میں
جاری ہیں اور جو مطالب و مقاصد ان میں مسطور و مذکور ہیں وہی بجنسہٖ بعینہٖ

ازمنہ ماضیہ میں ہر وقت کے صحیفوں میں تھے ــ لہذا بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ جملہ صحفِ مقدسہ جو بالفعل مسیحیوں مین رائج ہیں اصلی اور صحیح بلا تحریف و تبدیل ہیں ؛

تتمہ

اے بھائیو آپ صاحبوں کو ان تمام امورات کے ملاحظہ سے بخوبی واضح و آشکارا ہوگا کہ تمام و کمال کتابِ مقدس کے جملہ صحیفے کیا عہد عتیق کے کیا عہد جدید کے سب کے سب معتبر و مستند و صحیح و اصلی اہل کتاب میں مروج و متداول رہے ہین ہر طرح سے انکی شہادت کامل ملتی ہی اور ہر گونہ انکی صداقت اور بے تغیری کا یقین حاصل ہوتا ہی اور یہہ بھی کہ جسقدر اعتراضات و توہمات کہ بعض علمائے اہل اسلام نے بادعاے تحریف کئے ہیں اوّل تو اکثر ان میں سے ایسے ہیں جنکو کچھہ تعلق بھی تحریف سے نہیں اور جو اس سے تعلق رکھتے ہیں ان سے ہرگز ثبوت تحریف نہیں ہی ــ علاوہ برآں خود قرآن ہی کی تصدیق اور شہادت کے برخلاف ہی جو صاف صاف گواہی دیتا ہی کہ کتاب مقدس مروجہ یہود و نصاری صحیح و اصلی ہی کہ جو شخص حق پسندی اور عقل و انصاف کے ساتھہ قرآن کو پڑھے اور اُسکے تمام مطالب و مقاصد کو جو دربارہ کتاب مقدس اور اُسکے صحیفون یا یہود و نصاری کے باب میں وارد ہیں ملاحظہ کرے اُسکو ہرگز یہہ شبہہ نہیں ہوسکتا ہی

کہ گویا قرآن کا دعویٰ ہی یا اُس سے یہہ مستنبط یا مترشح ہی کہ گویا اہل کتاب نے
کتاب اللہ کو محرف کر دیا اور بدل ڈالا اور اب کتاب مذکور قابل اعتماد و لائق اعتقاد
نہیں ہی۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ان آیات بینات قرآنی کو جو درباره صحت و اصلیت
و معتبری کتاب مقدس کے ہیں جن میں سے بعضی اس خط میں مرقوم ہوئیں
قصدًا یا سہوًا پیش نظر نہ رکھکر صرف اُنھیں دو چار آیتوں کے ظاہری الفاظ پر نگاہ
کر کے کھینچ کھانچ کر اسی بات کو مان لے کہ قرآن میں اہل کتاب کو تحریف کرنیکا
الزام دیا ہی تو اس تہمت کو جہانتک چاہو پڑھاؤ وہ صرف بعض یہودیان مدینہ کی نسبت
عائد ہوسکتی ہی مگر وہاں کے باقی یہودیوں کی نسبت جنکی تعریف و دینداری و نیکوکاری
کی کی ہی اور اسبات کی گواہی دی ہی کہ وہ خدا کے کلام کو سیدھا پڑھتے ہیں
اور خدا پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت کو مانتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کرتے اور نیک کاموں کو دوڑتے ہیں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں پس ایسے
یہودیوں کی نسبت تو ہرگز خیال میں نہیں آسکتا ہی کہ جنکو قرآن ایسا بتلاوے پھر
اُنھیں کو تحریف کنندۂ کلام اللہ قرار دے ؞

پھر اگر بفرض محال مانو کہ سب یہودیان مدینہ نے ایسا ہی کام کیا تو کیا وہاں
کے نصاریٰ بھی اُنکے ساتھی ہوگئے جنکی نسبت تمام قرآن میں تحریف کا ایک
اشارہ بھی نہیں ہی۔ پھر محال در محال اور خلاف در خلاف فرض کرو کہ مدینہ کے

تمام اہل کتاب باوجود آپس کی مخالفت و مباینت کے اس بے ایمانی کے کام میں شریک ہوگئے تو گیا تمام جہان کے یہود و نصاریٰ نے بھی اُنکا ساتھ دیا اور تمام دنیا کے صحف مقدسہ محرف و متغیر ہو کر یکسان کر دیے گئے +

ایسی جھوٹی بات پر کون بھروسا کر سکتا ھے اور کسکا دل ایسے غلط اور ناممکن امر کو تسلیم کر سکتا ھے +

دوسرے یہہ کہ علاوہ اسکے جاے غور و مقام فکر ھے کہ اہل کتاب کو تحریف کرنے سے غرض کیا تھی اُنکا کونسا مطلب نکلتا تھا اور کیا فائدہ دین یا دنیا کا حاصل ہوتا تھا +

اگر دینداری کا لحاظ کرو تو ظاہر ھے کہ جو دیندار ھے اور خداے تعالی سے ڈرتا ھے اُس سے ہرگز نہیں ہوسکتا ھے کہ اُسی کے کلام کو جسکو وہ سرچشمۂ ہدایت جانتا اور مانتا ھے بدل ڈالے اور اپنے خداوند خدا کے حکموں کو مٹا ڈالے اور بدل ڈالے جسکی رضامندی کا خواہاں اور جویاں ہو اُسکے غضب اور قہر کو آپ اپنے اوپر بھڑکاوے خصوصاً ایماندار ان یہود و نصاریٰ جنکے پاس کلام اللہ میں اس باب میں سخت تاکید و تہدید کی ھے جیسا کہ توریت کے صحیفہ پنجم میں ارشاد ھے باب ۴ آیت ۲ (تم اس بات میں جو میں کہتا ہوں نہ کچھ زیادہ کیجیو نہ کم تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں نے تم تک پہنچایا

حفظ کرو) پھر عہد جدید میں بکتاب مکاشفات فرمایا ہی باب ۲۲ ۱۸ و ۱۹ آیت میں
ہر ایک کو جو اِس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہی یہہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی
اُن میں کچھ بڑھاوے تو خدا اُن آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں اُسپر بڑھاویگا
اور اگر کوئی اِس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھہ نکال ڈالے تو خدا
اُسکا حصہ کتاب حیات اور شہر مقدس اور اُن باتوں سے جو اس کتاب میں
لکھی ہیں نکال ڈالیگا) +
الغرض اہل کتاب کو کوئی غرض دینی نہ تھی کہ کلام اللہ کو جو اُنکے پاس تھا
بدل ڈالتے بلکہ تحریف کرنا بلاشبہہ بالکل بے ایمانی اور خداے تعالی کے
قہر و غضب کا باعث تھا +
باقی رہے دنیاوی فائدے جیسا کہ اہل اسلام گمان کرتے ہیں کہ اہل
کتاب نے دنیا کے مارے اپنی کتاب بدل ڈالی چنانچہ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہی کہ اہل کتاب نے بسبب بغض و عداوت اور
حسد و حب جاہ و عزت کے مقدس کتاب میں تحریف کی اور اِسی طور دوسرے
مسلمانوں نے بھی اسی طور ارقام کیا ہی +
مگر ظاہر ہی کہ کوئی سبب دنیاوی بھی نہیں تھا کہ اہل کتاب کلام خدا کو بدل کر
صحابی دین کے مخالفت بنتے اور خلاف قرآن کے صحف مقدسہ بنا لیتے کیونکہ

ایسے کرنے سے انکو نہ محمد صاحب نہ اُنکے خلفا اور صحابہ یا دوسرے مسلمان
پادشاہوں اور امیروں کے روبرو عزت حاصل ہو سکتی تھی نہ یہہ منظور تھا کہ تحریف
کرنے سے انکو مسلمانوں کی مانند دولت و حشمت و ریاست و حکومت و اختیارات
اور خلق اللہ کی لوٹ اور غنیمت ملیگی — بلکہ ہر شخص جانتا ہی کہ اگر اہل کتاب محمد صاحب
اور قرآن کو مان لیتے تو اُنکی تالیف قلوب اور ترغیب تو محمد صاحب کو یہانتک
منظور تھی کہ قبل اسکے کہ اُنکے مسلمان ہونے نہونے کا حال بخوبی معلوم ہو اُنکی
قرآن میں جابجا تعریف و توصیف ہوئی اور مکہ چھوڑ کر بیت المقدس کی جانب سجدہ
ہونے لگا اور سدل وغیرہ بہت سے دستور و طریق شرعی و غیر شرعی دینی و
دنیوی مسلمانوں پر واجب و فرض و سنت و مستحب کیئے گئے تھے اور اہل کتاب
کو جابجا بڑے بڑے وعدے کثرت سے دنیا اور دین کے بتلائے تھے
پس اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو یہہ بیچارے کاہیکو جزیرۂ عرب سے جلا
وطن کیئے جاتے اور کیوں جزیے دیتے اور کاہیکو اُنکے ملک تہ تیغ بیدریغ
ہوتے اور اُن بیشمار لوگوں کے خون سے کیوں روئے زمین سُرخ ہوتا اور
کیوں ہزارہا زن و بچہ اسیر و دستگیر لونڈی غلام بنکر بکتے پھرتے اور تمام شہر و قصبات
و قریات کیوں تباہ و برباد و بیچراغ ہوتے بلکہ یہ ظاہر ہی کہ اگر قرآن و محمد صاحب کو مان لیتے
تو علاوہ اسکے کہ اُن سب آفات و بلیات گوناگوں سے بچ جاتے جو نہ ماننے

سے آئیں آئیں سے یہہ بھی ضرور تھا کہ مسلمان ہونے سے انکی اس دنیا میں بڑی عزت و قدر و منزلت ہوتی اور بہت سے دوسرے مسلمانوں سے بڑھ کر دولت و حشمت و حکومت ہوتی اور متواتر مال و متاعِ غنیمت پاتے اور انکے بھی مناقب و محامد قرآن و احادیث میں مذکور و مسطور ہوتے +

پھر اسکے سوا وہ بھی انسان تھے انکو بھی عیش و عشرت اور طرح طرح کی لذائذ و حظایظ جسمانی و نفسانی سے مخلع بالطبع رہنا مسلمانوں کی مانند پسند ہوتا +

پس اہل کتاب کو کون سے باعث تھے کہ جنکے بارے ان سب دنیاوی عزت و دولت و حشمت و عیش و طرب و خواہشہاے گوناگوں کو ترک کرتے جو صرف قرآن و محمد صاحب کے ماننے سے حاصل ہوتی تھی اور انواع و اقسام کی تکالیف اور تصدیعے جنکے سُننے سے ہوش جاتے ہیں اپنے اوپر گوارا کرتے اور یہ سبب محمد صاحب سے حسد و بغض و عداوت کرکے اپنی کتاب الہی کو بدل ڈالتے +

ان باتوں پر جو شخص غور کریگا بلاشبہہ یقین کریگا کہ اہل کتاب کے واسطے کوئی سبب نہیں تھا کہ اپنی کتابوں کو بدل ڈالتے اور تحریف کرتے +

پھر اس سے بھی قطع نظر کرکے یہہ امر بھی قابل لحاظ کے ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر کوئی شخص یا کوئی قوم بلا سبب اور بغیر علت ناحق تحریف و تبدیل کتاب

مقدس کا ارادہ بھی کرتا تاہم اُسکا انجام ہونا محال و ناممکن تھا۔ اِسواسطے
کہ محمد صاحب سے پہلے ہی دینِ مسیحی ممالکِ دور و دراز میں پھیل چکا تھا
چنانچہ ممالکِ روم و شام و یونان و افریقہ و مصر کے اوپر والے سب مسیحی تھے
۔ اِسیطور اطالیہ و فرانس و ہسپانیہ و انگلستان ملکوں کے باشندے اور
ملک جرمن کے اکثر حصوں کے رہنے والے دینِ مسیحی قبول کر چکے تھے
۔ اِسیطرح عرب و ایران و ہندوستان میں بھی مسیحی لوگ رہتے تھے ❊
پس جو شخص ان ملکوں کی وسعت اور اُنکے شہروں اور آبادی اور اُنکے
باہمدگر فاصلوں سے واقف ہو وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ کس طور ممکن تھا
کہ اِن ممالکِ کثیرہ و بعیدہ کے ہزارہا مسیحی ایسی بے ایمانی کی بات میں شریک
ہو کر کلام اللہ کو متفق ہو کر بدل ڈالتے ❊

اور پھر نہ صرف مسیحیوں کے پاس کتابِ مقدس رائج و مشہور تھی بلکہ اُس
زمانہ میں بھی یہودی فرقے کے فرقے جا بجا ملکوں میں اُسکا ایک بڑا حصہ یعنی
عہدِ عتیق رکھتے اور تلاوت کرتے اور اُسکو کلامِ خدا جانتے اور مانتے
تھے۔ پس کسیطور ممکن نتھا کہ محمد صاحب کے زمانہ میں یا اُسکے بعد تمام جہان
کے بیشمار یہود و نصاریٰ شرق سے غرب تک متفق ہو کر کلام اللہ کو بدل ڈالتے اور
قرآن کے مخالف بنا لیتے اور اس طور اپنی آپ دنیا و عقبیٰ دونوں کو

برباد کرتے ✣ پھر اِسکے سوا یہہ بھي قابل یادداشت ھي کہ محمد صاحب کے
زمانہ میں اور اُسکے بعد بلکہ اُس سے پیشتر سے نہ صرف یہي امور تھے کہ دین
مسیحي بہت سے دور و دراز ملکوں میں جاري تھا جنکي زبانیں بھي جدا جدا تھیں
اور ہر ایک ملک کے لوگ کتاب مقدس اپني اپني زبان میں پڑھتے تھے اور
عبادتخانوں میں سناتے اور تعلیم و تلقین کرتے تھے بلکہ اُن سب موانع کثیرہ
کے سوا یہہ امر بھي تھا کہ اُس زمانہ میں اور اُس سے پہلے بھي مسیحیوں کے
بھي کئي فرقے تھے جو باہم گر بڑے غیرتمند اور مسائل جزئیہ کے مباحثہ
و مناظرہ میں سرگرم رہتے تھے - پس ممکن نہ تھا کہ اگر ایک فرقہ ایسے بے ایماني
کا کام کرتا تو اور اپني کتاب کو بدل ڈالتا تو باقي سب فرقے والے بھي اُنکا ساتھ
دیتے اور ایسے یکدل ہو جاتے بلکہ نہایت ضرور تھا کہ اگر کوئي ایسا کام کرتا
تو دوسرے لوگ اُسکو ظاہر کر دیتے - لیکن آج تک کتاب مقدس کي تحریف
و تبدیل کي نسبت کبھي کچھہ تکرار یا گفتگو نہیں ہوئي ✣

بجنسہ ایسا ہي حال سمجھو کہ جیسا ان دنوں محمدي دین عرب و ایران و مصر
و ہندوستان وغیرہ ملکوں میں جاري ھي اور مسلمانوں کے پاس قرآن ھي اور
مسلمانوں کے فرقے بھي مختلف اور غیرتمند ہیں پس اگر کسي جگہہ کے لوگ کوئي
فرقہ متفق بھي ہو جاوے اور قرآن کو بدل ڈالے تو ممکن نہیں ھي کہ تمام ملکوں

سے کہ مسلمان بھی اُسکے ساتھ ہو جاوین اور کُپ چُپ سب قرآن محرف ہو جاوین — پس اگر قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہی تو کتاب مقدس کا بدل جانا اُس سے زیادہ ناممکن و محال تھا ❊

پھر علاوہ اِن سب باتوں کے جنسے یقین کلّی ہوتا ہی کہ بلاریب کتاب مقدس کا بدل جانا اور محرف ہونا محمد صاحب کے زمانہ میں اور اُسکے بعد ناممکن و محالِ قطعی ہی — جب اُن سب پاک نوشتوں کا خیال فرماوین جو بزبان عبرانی و یونانی قدیم زمانہ کی ابتک موجود و برقرار ہیں اور اُنکے سوا اُن ترجمات قدیم کا جنکے بہت سے نسخجات جابجا رائج ہیں اور اُنکے علاوہ اُن تمام آیات مقدسہ کا جو اوّل تین صدی عیسوی میں سے لکھے تصانیف علماء و فضلاے مسیحی میں مندرج ہیں جنسے یقین کامل ہوتا ہی کہ فی الحال جو صحف مقدسہ جاری اور رائج ہیں یہی بجنسہ و بعینہ زمانۂ سابق میں عہد حواریوں تک موافق و مطابق یکدگر رہے ہیں — تو پھر کسکے دل میں ایک ادنیٰ وہم خفیف بھی ہو سکتا ہی کہ گویا کتاب مقدس کبھی بدل گئی ہو اور محمد صاحب کے دشمنوں نے تحریف کر دی ہو ❊

بلکہ اَی بھائیو اس باب میں جسقدر تلاش و تحقیقات کرو اور جتنا چاہو چھان کرو اُسی قدر یقین پر یقین حاصل ہوتا ہی کہ کتاب مقدس کی صحت

واصلیت پر شک وشبهه کرنا چاند پر نهیں بلکه آفتاب پر خاک ڈالنا هی اور بس ۞

خلاصه یه که یه دعوی که گویا کتاب مقدس محرف هی اور اُس میں تحریف وتبدیل واقع هوئی هی صرف بلادلیل هی نهیں بلکه محض خلاف اور باطل هی ـ اور جو شخص قرآن وحدیث کو من جانب الله جانتا اور مانتا هی اسکو لازم نهیں که ایسا دعوی جو بالکل خلاف قرآن وحدیث کے اور فی الواقع باطل هی اپنی زبان سے کرے یا دل میں رکھے ـ بلکه حقیقی مسلمان کو واجب وفرض هی که حسب مسطوره شهادت و تصدیق قرآنی سے کتاب مقدس کو خدا سے حیّ القیوم کا برحق کلام مانتا هی اسطرح یهه بهی یقین کرے که بلاریب کتاب موصوف اصلی اور صحیح هی ـ اور جو اس کتاب کو محرف کهتا هی وه دائره اسلام سے خارج هی که (اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا بِاٰیاتِ اللّٰهِ لَهُم عَذَابٌ اَلِیمٌ) و (مَن یَّکفُر بِاللّٰهِ وَمَلٰئِکَتِهِ وَکُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالیَومِ الاٰخِرِ فَقَد ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیدًا) ۞

الغرض اے بهائیو اور منصفو دعوی تحریف تو بالکل غلط نکلا اور مطلق باطل هی ـ بلکه بلاشبهه جس کتاب کی قرآن میں جابجا تصدیق کی هی اور جگهه جگهه شهادت دی هی که کلام الله هی وه تو یهی هی جو اب بهی رائج ومشهور ومعروف هی ـ لیکن قرآن واحادیث ادهر تو اُسکو سچا اور برحق خدا سے حی القیوم واصدق الصادقین وعالم الغیب والشهادة ومنزه عن السهو والنسیان کا کلام بتلاتے هیں اور اُدهر اُسی کے

مطالب و مقاصد کے خلاف بتلاتے و سکھاتے ہین پس قرآن و حدیث خدا کی طرف سے کیونکر ہوسکتے ہین ۞

پس دوسرا دعوی نسخ ھی جو اہل اسلام بیان کیا کرتے ہین کہ قرآن سے باعث کتاب مقدس منسوخ و رد ہو گئی جیسا کہ سعدی نے محمد صاحب کی تعریف مین لکھا ھی ۞

یتیمی کہ ناکردہ قرآن درست — کتب خانہ چند ملت بشست
نہ از لات و عزی برآورد گرد — کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

یعنی محمد صاحب ایسے یتیم تھے کہ ہنوز قرآن پورا ابھی نہ کیا تھا کہ اُنھون نے کتنے مذہبوں کی کتابوں کو دھو ڈالا — نہ صرف لات و عزی بتوں کو خاک میں ملا دیا بلکہ توریت و انجیل کو بھی منسوخ کر دیا ۞

پس مناسب ھی کہ دیکھا جاوے کہ اس تاویل سے بھی قرآن و حدیث منجانب اللہ متصور ہوسکتے ہیں اور وہ اختلافات جو مطالب قرآن و حدیث کو کتاب مقدس سے کے ساتھ ہیں جن میں سے کئی ایک اس خط کے آغاز میں مسطور ہوئے پس اگر یہہ بات مان لیں کہ کتاب مقدس کو خدا نے منسوخ کر دیا ھی اور قرآن و حدیث اُسکے ناسخ ہیں تو اس تاویل سے وہ اختلافات رفع ہوسکتے ہیں یا نہیں ۞

پس ای عزیزو و دوستو نہ گو اس دعوے کا حال بھی مین آپ صاحبوں

سے اُمّید رکھتا ہوں کہ دل لگا کر اوّل سے آخر تک بغور و تامل اور سیدھے اور سچے دل اور راستی پسندی کی پاک نیت سے مطالعہ فرمائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا ہدایت کریں تا کہ جو امر راست و حق ہے آپ پر روشن ہووے۔ آمین ٭

تحقیقات دوم دعوی نسخ کتاب مقدس

واضح ہو کہ جیسا اوپر گذرا کہ جب برادران اہل اسلام کو قرآن و حدیث اور کتاب مقدس کا مقابلہ کرکے کہا جاتا ہی کہ آپ ازراہ انصاف و حق جوئی ملاحظہ فرمایئے کہ باوجودیکہ قرآن و احادیث محمدیہ میں جابجا کتاب مقدس کو کلام اللہ کہا اور اسکی صداقت اور راستی کی جگہہ جگہہ شہادت کامل دی ہی اور اسکو دین و ایمان میں اکمل اور تعلیمات و ہدایات میں احسن و اجمع و اتم ظاہر کیا ہی مگر باین ہمہ وہی قرآن و حدیث اسی کتاب اللہ کے ایمانیات و ہدایات و تعلیمات و اخبارات وغیرہ کو اصولاً و فروعاً باطل بتلاتے اور اسکے مخالف اور مباین سکھاتے ہیں فکیف التوفیق ؛

تو اسکے جواب میں اہل اسلام یا تو دعوی تحریف کتاب مقدس کا درمیان میں لاتے ہیں جو باصلہ و فرعہ محض باطل و عاطل ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا نہیں تو ایسا تو ہر شخص بلا تامل ضروری کہہ بیٹھتا ہی کہ کتاب موصوف منسوخ ہی اُس سے اب کیا سروکار ہی وہ تو مثل تقویم پارینہ ہی — قرآن کا اُس سے کیا مقابلہ ہی کتاب مقدس تو امم سابقہ کے واسطے تھی اب بیصرف ہی اب اس آخرالزمان کے واسطے قرآن نازل ہوا ہی جو تا قیام قیامت جاری رہیگا ؛

ہرچند اس مقام پر اسیقدر کافی و وافی تھا کہ آپ صاحبوں پر ظاہر کیا جاتا کہ اس عذر
سے بھی وہ مخالفت اور مباینت جو قرآن و حدیث کو کتاب مقدس کے ساتھ
ہے ہرگز رفع نہیں ہوسکتی ہے جسکی چند مثالیں اوائل نیاز نامہ ہذا میں مسطور ہوئیں
کیونکہ اظہر من الشمس ہے کہ یہہ ہرگز قرین قیاس نہیں ہے بلکہ ناممکن و محال ہے اور خلاف
شان خدائے اصدق الصادقین ہے کہ وہ کتاب مقدس میں تو تعلیم توحید فی التثلیث
و تثلیث فی التوحید کی دیوے اور پھر وہی قرآن میں اس تعلیم کو کفر ٹھہراوے
اور ایک عرصہ تک تو وہ صاف صاف الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کی بوساطت
اپنے انبیا اور رسولوں کے سکھاوے اور اسکی منادی کراوے اور پھر وہی آخر زمانہ میں لوگوں کو
بتلاوے کہ یہہ کلمہ کفر اور بے ایمانی کا ہے ― اور مدت مدید تک تو ایسا فرماوے کہ بایمان خداوند
مسیح انسان کی نجات ہوسکتی ہے اور کوئی صورت آمرزش کی نہیں ہے پھر بعد اسکے منسوخ کر کے اور کئی راہیں
مغفرت اور بخشایش کی بتلاوے ― اور امم ماضیہ کو سچائی اور راستی پر ثابت و قائم
رہنے کو تاکید و تہدید کرے پھر اسکو منسوخ کر کے امت آخر الزماں کو جھوٹ بولنے
کی اجازت دیوے یا حکم فرماوے وغیرہ ― بلکہ بنہایت واضح و بغایت لائح ہے
کہ خدائے تعالیٰ ان باتوں سے منزہ و مبرا ہے لہذا اگر کتاب مقدس کلام اللہ ہے
تو بلا ریب قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہوسکتے ہیں ❊
لیکن از انجا کہ دعوی نسخ کتاب مقدس مسلمان بھائیوں میں بہت مشہور ہے اور

چند علماے محمدي نے اِسباب میں چند کتب اور رسالے لکھے اور کچھہ کا کچھہ بیان کیا اِس سلیئے بپاسِ خاطر آپ صاحبوں کے اسکو کچھہ تفصیل وار بیان کیا جاتا کہ آپ کو معلوم ہووے کہ دعوی مذکور بھي محض بے اصل ھی +

پس واضح ہو کہ اس مقدمہ میں امور تنقیح طلب چھہ ہیں - امر اوّل یہہ کہ نسخ کے کیا معني ہیں اور نسخ کتاب مقدس سے کیا مراد ھی - امر دوم یہہ کہ قرآن میں کہیں لکھا ھی کہ کتاب مقدس منسوخ ھی - کسي آیت محکم یا متشابہ میں مذکور ہوا یا کسی جگہہ سے مستنبط ھی - امر سوم یہہ کہ حدیث میں کہیں اسکا ذکر ھی یا نہیں - امر چہارم یہہ کہ اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتي ھی یا نہیں - امر پنجم یہہ کہ بموجب اُن اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس کا منسوخ ہونا قیاسي ھی یا خلاف - امر ششم یہہ کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ کرنے کا دعوی نہیں کرتا ھی تو باوجود اقرار کاملیت و جامعیت کتاب مقدس کے اسکے نازل ہونے کا کوئی مطلب اور مدعا بتلاتا ھی یا نہیں +

امر ہفتم یہہ کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو پھر قرآن سے انجیل کیوں منسوخ نہیں ہو سکتي ھی +

امر اوّل اس تنقیح میں کہ نسخ کے معنی کیا ہیں اور نسخ کتاب مقدّس سے کیا مراد ہے

نسخ کے معنی منع کرنا زائل کرنا بدلنا باطل کرنا۔ قاموس میں ہے۔ (نسخہ کمنعہ وازالہ وغیرہ وابطلہ) پس نسخ کتاب مقدس سے مراد یہہ ہوئی کہ گویا وہ قرآن کے سبب ممنوع التلاوۃ والتعمیل اور باطل ہو گئی +

اور اسی مدعا سے اہل اسلام کتاب مقدس کو منسوخ مانتے ہیں کہ نہ کتاب مقدس کو پڑھتے نہ اسکو اپنے پاس رکھتے نہ اُس میں سے کسی وعظ یا نصیحت کی تعلیم وتلقین کرتے نہ اسکی کسی بات کو سند جانتے ہیں۔ غرض کتاب اللہ موصوف کو مثل کتب ہنود یا مجوس وغیرہ کے بیکار اور بیصرف محض جانتے ہیں اور اس سے غایت درجہ کی غیریت اور تعصب سے رکھتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ہنود و مجوس وغیرہ کی کتابوں کو من جانب اللہ نہیں کہتے ہیں اور کتاب مقدس کو کلام اللہ مانتے ہیں۔ چنانچہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعًا ان قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراۃ القرآن ونزولہا) یعنی ہم سبنے اتفاق کر لیا ہے اس بات پر کہ پچھلی کتابوں کا پڑھنا اور اُسکا لکھنا قرآن کی قرأت اور نازل ہونے کے باعث منسوخ ہے +

امر دوم اس تنقیح مین که آیا قرآن مین کهین کهاهی که کتاب مقدس منسوخ هی کسی آیت محکم یا متشابه مین مذکور هو یا کسی جگهه سے مستنبط هی

تمام قرآن مین ایک آیت بهي نهين نه ایک لفظ جس سے معلوم هو یا مترشح هو که گویا قرآن ناسخ کتاب مقدس کا هی یا اسکي تلاوت یا کتابت کو منسوخ یا ممنوع بتلایا هو — کهین ادنی اشاره یا کنایه بهي نهين هی ✢

بلکه جب کوئی قرآن کي اُن آیتون کو ملاحظه کرے اور بغور و تامل سوچے جنمین اهل کتاب کو بتاکید و تهدید حکم کیا هی که کتاب مذکور موصوف کي هدایات و تعلیمات و احکام کي تعمیل اور اتباع بدل کرین یا جنمین مسلمانون پر فرض ٹهرایا هی که اُسپر ایمان لاوین بلکه خود محمد صاحب کو حکم دیا هی که اُسپر ایمان لاوین اور اُسکي هدایت کي تقلید کرین — تو هرگز باور نهوگا که گویا اُن آیتون کے قائل کا اراده پایا جاتا هی یا اُسکي نیت تهي که اُس کتاب کو منسوخ اور رد کرے یا اُسکے پڑهنے یا لکهنے کو منع کرے بلکه صاف صاف الفاظ اور عبارت کلام سے ظاهر هی که وه کتاب هرگز قابل منسوخي نهين بلکه علم الهي کي تحصیل اور هدایت یابي اور خدا پرستي کے واسطے کامل اور ضرور هی ✢

چنانچہ آیات مذکورہ میں سے بعض سابق ازین مسطور ہوئیں جن میں کتاب مقدس اور اُسکے صحیفوں کی نسبت شہادت کامل دی ہی کہ وہ امام اور رحمت ہی ـ کتاب واضح اور صاف اور روشن ـ ہدایت اور یاد دلانے والی ہی صاحبان عقل کو ـ اور جو نیک بات ہی اُسمیں کامل ہی ـ ہر چیز کی اُس میں تفصیل ہی ہدایت اور رحمت ہی تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لاویں ـ بصیرت اور روشن ضمیری آدمزاد کو بخشتی ہی ـ فرقان ہی ـ اُجالا اور نصیحت ہی خداپرستوں کے واسطے ـ الغرض بہمہ جہت و من کل الوجوہ خداپرستی و دینداری و ایمانداری اور ہدایت میں کامل اور جامع ہی ؀

پھر توریت اور انجیل کی پیروی اور اُسکی ہدایت اور احکام کی تعمیل دل سے کرنے کو یہود و نصاری کو ترغیب دی ہی بلکہ نہایت تاکید و تہدید کی ہی کہ اگر اُسپر عمل نہ کریں تو اُنکا دین ناقص اور ناکارہ ہی ؀

پھر مسلمانوں پر سخت تاکید کی ہی کہ کتاب مقدس تمام و کمال پر ایمان لاویں اور جو ایمان لاوے اُسکو رحمت الہی اور بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی اور اگر کوئی مسلمان ایک حصہ پر بھی ایمان نہ لاوے تو وہ کافر ہی اور مستحق سزاے شدید ؀

پھر خود محمد صاحب کو حکم ہوا ہی کہ کتاب موصوف پر ایمان لاویں اور اُسکی ہدایت کی پیروی کریں وغیرہ ؀

اب صاحبو آپ ہی اپنے دل مین انصاف کرو کہ قرآن تو کتاب مقدس کی نسبت ایسا کچھ کہتا ھی کیا اِس سے آپ کے خیال مین آ سکتا ھی کہ ایسی کتاب منسوخ ہو سکتی ھی۔ جسکو قرآن خدا پرستی اور دینداری مین کامل اور جامع بتلاوے اُسکو وہ آپ ہی رد کرے اور کہے کہ مت پڑھو مت لکھو۔ کیا جسپر عمل کرنا یہود اور نصاری کو قرآن فرض ٹھہراوے اور اگر عمل نہ کریں تو انکی دینداری کو ناقص اور ناکارہ بتلاوے اُسی کی تعمیل یون ہو کہ اُسکا ماننا اور عمل کرنا منع ھی۔ کہا ہو سکتا ھی کہ جس حالت مین قرآن مسلمانون اور محمد صاحب کو حکم دیتا ھی کہ اُسپر ایمان لاؤ تو اُسکے یہہ معنی ہین کہ اتنا جان لو کہ کتاب مقدس کلام اللہ ھی مگر اُسکا پڑھنا لکھنا اور تعلیم پانا نادرست ھی۔ کیا جسکی پیروی محمد صاحب پر تو فرض ہوئی تاکہ اُس سے ہدایت پاویں لیکن تمہاری اُسکو پڑھیں یا لکھیں تو ناجائز و ناروا ھی ✣

بلکہ صاف صاف ظاہر ھی کہ کتاب مقدس کو منسوخ کہنا اور اُسکی تلاوت اور کتابت کو منع کرنا خلاف حکم قرآن کے ھی اور بالکل ناروا ھی ✣

امر سوم اس تنقیح میں کہ حدیث میں فکر نسخ کتاب مقدس ھی یا نہیں

کتب احادیث مین بھی ایک حدیث نہیں ھی جس مین کہا ہو کہ کتاب مقدس

منسوخ ہی یا اُسکی تلاوت یا کتابت منع ہی ۔ مگر بعضے مولویصاحب لوگوں کے سامہنے اُس حدیث کو بیان کیا کرتے ہیں جو مشکوۃ میں دارمی سے بروایت جابر منقول ہی جس میں مذکور ہی کہ محمد صاحب نے عمر کو توریت پڑھنے سے منع کیا تھا اور غضبناک ہوئے ۔ جو بیان تحریف میں سابق ازیں خلاصہ امین بھی منقول ہوئی ٭

لیکن واضح ہو کہ اول تو قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا اعتبار نہیں ہی ۔ کئی وجہ سے ۔ منجملہ اُنکے ایک یہہ کہ خود حدیث ہی میں منقول ہی مشکوۃ میں دار قطنی سے بروایت جابر کہ محمد صاحب نے کہا (کلامی لاینسخ کلام اللہ) یعنی میرا قول خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا ہی ۔ لہذا حدیث مذکور گو محمد صاحب ہی نے کیوں نہ کہی ہو اور فی الواقع اُنھوں نے عمر کو توریت پڑھنے کو منع کیا ہو تو بھی اس سے نہ کتاب مقدس جو کلام اللہ ہی منسوخ ہوسکتی ہی اور نہ قرآن کی وہ نصوص صریحہ منسوخ ہوسکتی ہیں جن میں صاف صاف کہا ہی کہ کتاب مقدس دین و ایمان میں کامل و جامع ہی اور جن میں آدمزاد کو اُسپر ایمان لانیکے واسطے بلایا ہی اور اہل کتاب کو اُسپر عمل کرنے کو حکم تاکیدی دیئے ہیں اور مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ٹھہرایا اور خود محمد صاحب کو اسپر ایمان لانا بلکہ اُسکی پیروی کو حکم کیا ہی ٭

دوم یہہ کہ احادیث کی صحت میں بہت کچھہ کلام ھی — علاوہ برآں یہہ حدیث مذکور دارمی کی کتاب کی ھی جسکو اکثر نے صحاح میں شامل نہیں کیا ھی +

سوم یہہ کہ بخاری میں جو اصح الکتاب بعد قرآن سمجھی جاتی ھی بروایت عبد اللہ ابن عمر لکھا ھی کہ محمد صاحب نے کہا (بلغوا عني ولو آية وحدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج) یعنی پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو اور بیان کرو بنی اسرائیل کی طرف سے اور کچھہ مضائقہ نہیں — قرہی شارح بخاری لکھتا ھی کہ حدیث قصہ عمر کی جس میں ممانعت کی تھی کہ توریت نہ پڑھو اس حدیث سے منسوخ ھی اسواسطے کہ وہ ممانعت اوائل اسلام میں تھی اور ایسا ھی عبد اللہ ابن عمر بیضاوی نے شرح مصابیح میں لکھا ھی +

الغرض نسخ کتاب مقدس حدیث سے بھی ثابت نہیں ھی بلکہ اجازت دی ھی کہ بنی اسرائیل کیطرف سے بھی تعلیم کرنا روا ھی +

امر چہارم یہہ کہ اجماع اُمت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ھی یا نہیں

معلوم ہوتا ھی کہ مسلمانوں نے جب کتاب مقدس کو پڑھا اور مقابلہ کیا تو دیکھا کہ کسی طور ممکن نہیں کہ قرآن کی اُسکے ساتھہ مطابقت اور موافقت ہو سکے

تو اس بات کو غنیمت جانا کہ اُسکو منسوخ کہکر اپنا پیچھا چھوڑا ویں نے فقہا کو قرآن و حدیث میں بھی گنجایش نہ پای کہ کسی آیت یا حدیث کو پیش کرتے جس سے کتاب موصوف کا نسخ ثابت کرتے اس لیئے یہی لکھنا مناسب جانا کہ اُسکی منسوخیت پر اجماع اُمت ہو گیا ہی چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعًا انّ قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراۃ القرآن و نزولہا)

مگر اس جگہہ ضرور نہیں کہ مین بیان کرون کہ آیا مسلمانوں کے اکٹھے ہو کر کسی امر دین کو مان لینے سے وہ بات حق ٹھہرتی ہی یا نہیں یعنی کہ اجماع اُمت اصول دین سے ہی یا نہیں اور نہ اس امر کا بیان ضرور ہی کہ اگر اجماع امت اصول دین سے ہی تو کن لوگوں کا اور کتنوں کا اتفاق کرنا معتبر ہو سکتا ہی اور نہ اسکو پیش کرتا ہوں کہ اس خاص مسئلہ نسخ میں اجماع ہوا یا نہیں سبکا اسپر اتفاق ہوا یا بعض کا وغیرہ – بلکہ صرف دو بات کا ظاہر کرنا ہی مناسب ہی جنسے قطعی ہی کہ اگر بالفرض تمام اُمت محمدیہ کا اتفاق ہوا تو بھی نادرست ہی

اوّل یہہ کہ اجماع بموجب اصول فقہ کے اُسوقت معتبر ہو سکتا ہی کہ خلاف کلام اللہ نہو لیکن حالانکہ خداے تعالی نے کتاب مقدس واسطے ہدایت خلق اللہ کے عطا فرمائی اور یہہ لوگ اُسکے مانع ہو کر لوگون کو ہدایت پانے سے منع کرنا چاہتے اور جسکو قرآن بموجب اُنکے عقاید کے کلام اللہ ہی حکم دیتا ہی کہ کتاب موصوف بھی

آدم کے واسطے ہدایت اور خدا کی رحمت اور آدمزاد کے لیئے رہنما اور حق و باطل
کی بتلانے والی ہی اور جابجا جسپر عمل کرنے اور ایمان لانے کو تاکید و تہدید
کرتا ہی اُسکو یہہ لوگ منع کرتے اور روکتے ہیں پس عدالت سے خالی اور تعصب
سے پُر ہوکر قابل اجماع نہیں اور اُنکا اتفاق بالکل نادرست ہی ❊

دوئم یہہ کہ اجماع کے واسطے داعی کا ہونا ضرور ہی اور وہ خبر آحاد یا قیاس ہوتے
ہیں سو نہ کوئی حدیث ہی احادی بھی نہیں ضعیف تک نہیں اور نہ قیاس مقتضی ہی
جیسا کہ ہر کس و ناکس جان سکتا ہی اور آئندہ مذکور بھی ہوگا۔ پس خواہ اجماع ہوا
یا نہوا دونوں حالتوں میں یہہ قول کسی کا معتبر نہیں ہوسکتا ہی کہ قرآن کے مخالف
اور کلام اللہ کے برعکس کہے کہ کتاب مقدس منسوخ ہی ❊

امر پنجم اس تفتیش میں کہ بموجب اُن اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس کا منسوخ ہونا قیاسی ہی یا خلاف

جملہ اہل اسلام معترف ہیں کہ قرآن میں بعض آیات ناسخ ہیں جنسے دوسری
آیتیں منسوخ ہیں اور ایسا ہی کچھہ احادیث کے باب میں بھی معتقد ہیں اور خود

قرآن میں بھی مذکور ہی کہ (ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا) یعنی جس آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اُس سے بہتر یا اُسکی مانند لاتے ہیں — الغرض اہل اسلام کے عقائد میں سے ہی کہ خدا تعالی کے کلام میں ناسخ و منسوخ آیات ہوتی ہیں ٭

پس گو قرآن و حدیث میں ایک جگہہ بھی ایسا نہیں کہا ہی کہ قرآن کے باعث کتاب مقدس منسوخ ہو گئی یا اُسکا پڑھنا لکھنا اور اُس سے ہدایت پانا اور اُسکے بموجب تعلیم و تلقین و وعظ و نصیحت کرنا ممنوع ہی بلکہ اُسکے خلاف صاف صاف احکام موجود ہیں جیسا کہ اوپر گذرے — لیکن مناسب ہی کہ دیکھا جاوے کہ علماے اہل اسلام و مجتہدین و مفسرین نے دربارۂ نسخ آیات قرآن و احادیث محمدی کیا کیا شرائط و ضوابط مقرر کیئے اور لکھے ہیں تا کہ اُنھی قیاس پر دیکھا جاوے کہ کتاب مقدس قرآن و حدیث سے منسوخ ٹھہرتی ہی یا نہیں — اور یہہ بھی کہ وہ مخالفت و مباینت و مغایرت جو قرآن کے مطالب و مقاصد کو کتاب مقدس کے تعلیمات و ہدایات و مضامین کے ساتھہ ہیں اگر تاویل ناسخ و منسوخ کی قرار دیں تو بھی رفع ہو جاتی ہیں اور باہم کر موافقت و مطابقت متصور ہو سکتی ممکن ہی یا ناممکن ٭

واضح ہو کہ دربارۂ نسخ تفسیر اتقان میں مذکور ہی (النسخ مما خص اللہ بہ

هذه الامة لحکم منها التیسیر) یعنی نسخ اُن امروں میں سے ھی جنکے ساتھ
خدا نے امت محمدیہ کو مخصوص کیا ھی اور نسخ کے کئی فائدے ہیں منجملہ اُنکے ایک
یہہ ھی کہ آسانی ہووے - بطور دوسرے مفسروں کے قول ہیں +

پھر تفسیر مظہری اور معالم التنزیل میں ھی (النسخ انما یعترض علی الاوامر
والنواھی دون الاخبار) یعنی نسخ صرف امر و نہی کے احکام میں ہوتا ھی نہ اخبار میں
لہذا قرآن و حدیث ناسخ اصول ایمانیہ و اخبار و قصص و حالات و تواریخ مذکورہ
کتاب مقدس کے نہیں ہو سکتے ہیں - تو اب آپ صاحب ملاحظہ کریں کہ
توحید فی التثلیث و تثلیث فی التوحید - و ابنیت و الوہیت خداوند یسوع مسیح -
اور یہہ کہ وہ شافع المذنبین و منجی العاصین ھی کہ محض اُسی کے ذریعہ نجات حاصل
ہو سکتی ھی - اور وہ اخبارات جہان آیندہ جو بہشت اور بہشتیوں کے باب میں ہیں
- اور وہ حالات بھی جو دربارہ آفرینش آدم و حوا و خلقت زمین و آسمان و حالات
حضرت نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و داؤد و سلیمان و
خداوند مسیح کتاب مقدس میں مذکور ہیں ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں کہ جو قرآن
و حدیث میں اُسکے مخالف و مباین لکھا ھی اُسکو ناسخ قرار دیں +

اب باقی رہے احکام اوامر و نواھی سو اُنکی نسبت بعض علما کا تو یہہ قول ھی
کہ نسخ احکام کا اُسی وقت معتبر ہو سکتا ھی جبکہ معارضہ ہووے یعنے دو احکام معارض

یکدگر ہوں اور روایت صحیح سے معلوم ہو کہ محمد صاحب یا اُنکے صحابی نے بتلایا
کہ یہہ حکم منسوخ ہی اور یہہ حکم ناسخ ہی وگرنہ ناجائز ہی چنانچہ ابن الحصار نے جو علماے
قدیم سے ہی یہہ لکھا ہی (انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم او عن صحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا) یعنی اِسکے سوا اور کوئی بات نہیں کہ
نسخ میں نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاوے جو محمد صاحب یا اُنکے صحابی سے
ہو کہ فلانی آیت فلانی آیت کو منسوخ کرتی ہی - پھر لکھا ہی (ولا یعتمد فی النسخ
قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح
ولا معارضۃ بینۃٍ لانّ النسخ یتضمن رفع حکمٍ واثبات حکمٍ تقرر
فی عہدہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فالمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون
الرای والاجتہاد) یعنی نسخ کے باب میں عوام مفسرین بلکہ اجتہاد مجتہدین کا
بھی معتبر نہیں ہی بغیر نقل صحیح اور معارضہ ظاہر کے اسواسطے کہ نسخ متضمن ہی
ایک حکم کی موقوفی اور دوسرے کے ثابت کرنے کو جو محمد صاحب کے زمانہ میں
قرار پایا لہذا اس باب میں نقل اور تاریخ کا اعتماد ہی نہ کہ راے اور اجتہاد کا ٭
دیکھا چاہئے کہ قرآن کی آیات کی ناسخیت و منسوخیت کی نسبت
یہہ شروط اور احتیاط ہیں کہ اُن میں سے ناسخ و منسوخ اُسی وقت قرار دیسکتے ہیں
جبکہ روایت صریح و نقل صحیح ملے کہ محمد صاحب یا اُنکے صحابی نے ایسا کہا کہ یہہ

آیت ناسخ هی اور یهه منسوخ هی وگرنه هرگز عوام مفسرین بلکه اجتهاد مجتهدین تک کا معتبر نهیں هی - مگر مسلمانوں نے کتاب مقدس کے نه صرف چند آیتوں کو منسوخ کہا بلکه ساری کتاب کو نه ایک دو حکم کے ماننے کی ممانعت کی بلکه تمام احکام اور جمله هدایات و تعلیمات و اخبار وغیره سب کے پڑھنے لکھنے سننے کو قطعی ممانعت کی - اور نه صرف یهه تھا که محمد صاحب یا کسی صحابی سے منقول نهیں که کتاب مقدس کی یهه آیت قرآن کی اس آیت سے منسوخ هی بلکه ایک روایت بھی نهیں هاں ایک ضعیف حدیث بھی نهیں جسمیں کہا هو که کتاب مقدس منسوخ هی یا اسمیں کی کوئی آیت منسوخ هی - بلکه برخلاف اسکے خود قرآن کہتا هی که اسپر ایمان لاؤ اور اهل کتاب گر اسپر عمل نه کریں تو انکا ایمان ناقص اور بیکار هی اور خود محمد صاحب کو حکم هی که اسکی پیروی کریں اور اسکی هدایت پر چلیں +

پس اس حالت میں کیا تصور کیا جاوے بجز اسکے که تعصب مانع راه خدا هی مگر جو حق جو اور خدا ترس هی وه بلا شبهه اسبات کو یقین کریگا که درحالیکه کتاب مقدس اور قرآن کلام خدا هیں اور نه قرآن میں کہا که کتاب مقدس منسوخ هی اور نه محمد صاحب نے ایسا کہا اور نه کسی صحابی کی ایسی روایت هی تو اگر قرآن میں که اسمیں بھی آیات و احکام منسوخ هیں انکے باعث کل قرآن منسوخ

نہیں سمجھا جاتا ہے تو اسی قیاس پر اگر کتاب مقدس کی چند آیات یا احکام
منسوخ بھی سمجھے جاویں تو اُنکے باعث ساری کتاب منسوخ نہیں ہوسکتی ہے
اور بعض علما نے ایسا لکھا ہے کہ احکام دو قسم کے ہیں بعضے عام یعنی تمام
انسانوں پر اُنکی تعمیل فرض ہے اور بعض خاص ہیں کہ کسی خاص امت اور لوگوں
ہی کے واسطے ہوتے ہیں یا کسی خاص وقت کے لیئے خاص ہوتے ہیں
سو اُن میں سے جو احکام عام ہیں وہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتے ہیں بلکہ ہمیشہ برقرار
رہتے ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے
(احکام عامہ اصلا قابل نسخ نیستند تا ابدالابدین باقی و برقرار اند مثل تکلم انسان
واستوای قامت او در احکام کونی و مثل حرمت شرک و زنا و لواطت و سرقہ در احکام
شرعی) یعنی حکم عام ہرگز منسوخ ہونے کے قابل نہیں ہیں ابدالآباد باقی اور برقرار
ہیں جیسا کہ احکام کونی میں انسان کا بولنا اور اُسکے قد کا سیدھا ہونا ۔ اور
احکام شرعی میں حرام ہونا شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کا ۔

الغرض بموجب اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے
لکھے ہیں اُنکے بموجب اصول بیانیہ و اخبار و قصص و احکام عامہ منسوخ نہیں
ہوسکتے ہیں ۔ تو کیا کتاب مقدس میں صرف احکام خاص ہی ہیں جو قرآن
سے منسوخ ہوگئے اور ساری کتاب منسوخ متصور ہوئی ۔ ہرگز ہرگز نہیں ۔ سوال

تو تمام اصول ایمانیہ جنکا جاننا اور ماننا تمام انسانوں پر خدا نے فرض ٹھہرایا ہی مذکور ہیں اور اُنکے سوا اخبار آفرینش زمین و آسمان و پیدایش مخلوقات و موجودات و خلقت آدم و آدمیاں اور تمام انبیا و مرسلین غرض حالات این جہان و جہانیان و نیز اخبارات جہانِ جاودان مفصل و مجمل ضروری اور وہ سب احکام عام بھی جنکا جاننا اور تعمیل کرنا تمام کافۂ انام پر تا قیامِ قیامت فرض و واجب ہی بیان و عیان کیے ہیں — اسلیئے مطلق قرینِ قیاس نہیں بلکہ خلافِ محض ہی کہ کوئی کتاب مقدس کو منسوخ سمجھے +

خلاصہ یہہ کہ بموجب اصول اربعہ یعنی کتاب و سنت و اجماع امت اور قیاس سبکے خلاف ہی کہ کوئی دعوی نسخ کتاب مقدس کرے +

قرآن اپنے نزول کا سبب بتاتا ہی

امر ششم اس تنقیح میں کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ کرنیکا دعوی نہیں کرتا ہی تو باوجود اقرار کاملیت و جامعیت کتاب مقدس کے اپنے نازل ہونیکا کوئی مطلب اور غرض بتلاتا ہی یا نہیں

البتہ جب دیکھا جاتا ہی کہ قرآن جابجا کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ہی اور یہہ کہ وہ تمام نیک امروں میں کامل اور ہدایت راہ خدا میں پوری ہی کہ ہر چیز کی اُس میں

تفصیل ہے اور حق و باطل کی جدا کرنے والی ہے اور خدا کی رحمت اور ہدایت الغرض
جامع ہے دینداری اور راہ خدا بتلانے میں تو یہہ سوال دل میں آتا ہے کہ قرآن کس
لیئے اپنا نازل ہونا بیان کرتا ہے ۔ سو اسکا جواب قرآن ہی میں سورۂ انعام
مذکور ہے ۔ (وَاَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا۪ وَ اِنْ كُنَّا
عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى
مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ) یعنی شاید تم کہتے
کہ ہمسے پہلے دو ہی گروہوں پر کتاب نازل ہوئی اور ہم اُسکے پڑھنے پڑھانے
سے ناواقف ہیں یا شاید کہتے کہ اگر ہمپر نازل ہوتی تو ہم اُن سے بھی زیادہ ہدایت پر آ
جاتے پس تمہارے رب نے شاہدی اور ہدایت اور رحمت بھیجی ۔

باتفاق مفسرین طائفتین دو گروہ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں پس
اِس آیت میں غرض اصلی و علت غائی قرآن کے نازل ہونے کی یہہ بیان
کی ہے کہ اہل عرب کو عذر باقی نرہے کہ ہم اُن زبانوں سے جنمیں کتاب مقدس
نازل ہوئی ناواقف ہیں تو اِس عذر کے دور کرنے کے واسطے قرآن نازل ہوا
پس قرآن گویا ترجمہ اُس کتاب کا ہے کہ اُسکے مطالب اور مقاصد کو زبان عربی میں
اہل عرب کو بتلاتا ہے نہ کہ منسوخ اور رد کرنے کو آیا ہے ۔

امر ہشتم اس تنقیح میں کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہیں ۔ اور اگر ہوئی تو قرآن سے انجیل کیوں منسوخ نہیں ہو سکتی

اول واضح ہو کہ کتاب مقدس کے دو حصے ہیں ۔ عہد عتیق و عہد جدید

عہد عتیق کی وہ کتابیں ہیں جو خداوند مسیح سے پہلے حضرت موسیٰ و یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیا و یرمیا و دانیال و حبقوق و ذکریا و ملاکی وغیرہ انبیاے کرام کی معرفت خداوند عالم نے لکھائیں ۔ اُن میں سے سب سے پُرانی توریت ہے جو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر بالہام الہی لکھی اور آخر صحیفہ ملاکی نبی کا ہے جو خداوند سے چار سو برس پیشتر لکھا گیا ۔ ان سب ایک نوشتوں کے مجموعہ کو توریت بھی کہتے ہیں ✤

عہد جدید کی وہ کتابیں ہیں جو حواریوں نے بعد صعود خداوند مسیح کے سو برس کے اندر بحکم و الہام ربانی مرقوم کیئے ۔ جن میں سے انجیل متی حواری کی سب سے اول لکھی گئی اور سب سے آخر مشاہدات یوحنا ۔ ان سب کتابوں کے مجموعہ کو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ✤

دوسرے یہہ کہ نسخ کے معنی اوپر مذکور ہو چکے کہ لغۃً منع کرنا اور زایل کرنا اور بدلنا
اور باطل کرنا ہی اور فقہاے اہل اسلام جو کتاب مقدس کو منسوخ کہتے اور سمجھتے
ہیں تو کس مدعا سے یہہ کہ اسکا پڑھنا لکھنا سننا منع ہی گویا قرآن کے سبب
کتاب موصوف رد ہو گئی اور اسکے مطالب و مقاصد اور ہدایات و تعلیمات جاننا
فرض نہیں اور نہ اسکا کوئی حکم واجب التعمیل ہی بلکہ وہ سب طرح منسوخ اور رد ہی۔
صرف اتنا ماننا کہ وہ کلام اللہ ہی جو پچھلی امتوں کے واسطے نازل ہوا تھا÷

پس اس مدعا سے تو ہرگز ہرگز مسیحیوں کا عقیدہ توریت کی نسبت نہیں ہی
کہ وہ منسوخ ہی یعنی توریت میں سے کسی کتاب یا صحیفے کو بھی ممنوع التلاوۃ
والکتابۃ جانیں یا اسکو سمجھیں کہ وہ انجیل سے رد ہو گئی یا اسکے مطالب و مقاصد کو
جاننا فرض نہیں یا کہ اسکا کوئی حکم واجب التعمیل نہیں یا ہمکو اس سے کچھہ سروکار نہیں÷
بلکہ توریت کو بھی مثل انجیل کے کلام اللہ مانتے اور اسکو بھی سرچشمۂ ہدایت جانتے
اسکی تلاوت اور کتابت فرض سمجھتے اور اس سے بھی متواتر تعلیم و تلقین اور
وعظ و نصیحت اور ہدایت کرتے اور آپ پاتے۔ اور حواریوں کے عہد سے
اب تک متواتر توریت بھی مثل انجیل کے عبادتخانوں میں بوقت عبادت پڑھی
جاتی اور برابر پشت در پشت اسکا استعمال اور برتاو رہتا ہی÷
کیونکہ توریت اور انجیل دونوں کلام خدا ہیں جو خداے کریم و رحیم نے نبی

آدم کی ہدایت اور تعلیم کے واسطے عنایت فرمایا۔ اور دونوں میں نجات و حیات ابدی و خوشحالی سرمدی کی راہ بتلائی۔ پس نا ممکن ہی کہ خدا اپنی ایک کتاب سے دوسری کو منسوخ اور رد کرے اور اُسکا ایک کلام اُسی کے دوسرے کلام کے پڑھنے لکھنے یا سُننے سمجھنے کو منع کرے اور روکے ؛

انجیل شریف کے صحیفوں میں بھی ارشاد ہوا ہی کہ توریت منسوخ اور رد نہیں ہوئی بلکہ اُسکے پڑھنے اور ہدایت پانے کو حکم ہی۔ چنانچہ اول قرنتیوں کے نامہ کے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ میں مرقوم ہی (یہہ سب باتیں (عہد عتیق کی) نمونہ کے لیئے اُنپر پڑیں لیکن ہماری نصیحت کے واسطے جو آخری زمانہ میں ہیں لکھی گئیں) اور نامہ رومیاں باب ۱۵ آیت ۴ میں لکھا ہی (جو کچھہ آگے لکھا گیا (یعنی عہد عتیق) سو ہماری تعلیم کے لیئے لکھا گیا تاکہ صبر سے اور نوشتوں کی تسلی کے وسیلے ہمیں اُمید ہووے) اور نامہ دوم بنام طمطاوس باب ۳ آیت ۱۶ و ۱۷ میں مرقوم ہی (سارا نوشتہ (یعنی تمام کتاب مقدس عہد عتیق و جدید) الہام سے ہی اور الزام اور سدھارنے اور راستبازی میں تربیت دینے کے واسطے فائدہ مند ہی تاکہ مرد خدا کامل اور ہر نیک کام کے لیئے طیار ہو)

مدعا یہہ کہ مسیحی مذہب کا ہرگز عقیدہ نہیں کہ انجیل سے توریت منسوخ اور رد ہو گئی کہ اب قابل التفات و اطاعت اور لائق تلاوت و کتابت نہیں۔ بلکہ تمام کلام

الٰہی کو حق اور کلام اللہ مانتے اور سبکا پڑھنا لکھنا سُننا سُنانا مشروع اور اُسکی اطاعت و فرمانبرداری اور ہدایت یابی واجب و فرض مانتے ہیں +

صاحبو کتاب اللہ جسکو خداے تعالی بغرض ہدایت طریق حق و تعلیم راہ راست مرحمت فرماتے تاکہ لوگ اُسکے مطالب و مقاصد کو جانیں اور اُسکی ہدایات کو مانیں اور خداے تعالی کی مرضی پہچانیں اور نجات ابدی حاصل کریں کیا ممکن ہی کہ پھر وہی کتاب ایسی بیکار و بیمصرف متصور ہو کہ منسوخ کیجاوے اور ایسی لغو اور فضول ٹھہرے کہ اُسکا پڑھنا لکھنا تک ممنوع اور نامشروع ہو +

ایک وقت تو اُسکی تلاوت و کتابت فرض و داخل حسنات ہو اور بعدہ ناجائز و ناروا اور داخل سیّات قرار پاوے ـ العیاذ باللہ +

جو لوگ ایسا عقیدہ خلاف رکھتے ہیں اُنکو بخوبی معلوم ہو کہ اگر اس بات کو تسلیم کیا جاوے کہ گویا خدا اپنی کسی کتاب کو دوسری سے منسوخ کرتا ہی اور اُسکی تلاوت اور کتابت کو منع کرتا ہی ـ اِس سے لامحالہ بالضرور دو امروں میں سے ایک کا ماننا لازم ہی اور وہ دونوں امر باطل ہیں اور خلاف شان کبریا ہیں +

یا تو یہہ کہ گویا خداے تعالی نے پہلے ایک کتاب کے ذریعہ ہدایت خلق اللہ چاہی اور اُنکے رو براہ لانیکا ارادہ کیا مگر نہو سکا اِس واسطے اُسنے اُسکو منسوخ کی اور دوسری تجویز ٹھہرا کر دوسری کتاب جاری کی ـ مگر ایسا باطل خیال اُس

حکیم و قدیر علی الاطلاق کی نسبت بالکل باطل اور جھوٹا ھی - ایسا کام تو محض انسان پر قصور و نسیان اور بے تاب و توان کا ھی ہوسکتا ھی اور بس ÷

یا یہہ کہ گویا خدا کو خود منظور ہوا کہ پہلے ایک لغو اور فضول و بے مصرف کتاب کو جاری کرے بعدہ اُسکو موقوف و منسوخ کرکے دوسری کتاب جاری کی لیکن ایسا گمان بدبھی ذات مستجمع جمیع کمالات کی نسبت نہیں ہوسکتا ھی - اُسکے تو سارے کام عین حکمت اور ہدایت و دانائی و بیش بینی سے بھرے ہیں ÷

خلاصہ یہہ کہ اس باب میں جسقدر غوض و فکر کیجاتی ھی اُسکا نتیجہ یہی نکلتا ھی کہ کوئی کتاب الٰہی منسوخ اور ممنوع التلاوۃ والکتابۃ نہیں ہوسکتی ھی کہ ایسا ماننا بالکل مخالف شان خدائے علیم و خبیر اور حکیم و قدیر کے ھی ÷

پس اہل اسلام کا یہہ عقیدہ کہ گویا کتاب مقدس جسکو وہ کلام اللہ مانتے ہیں قرآن سے منسوخ ہوگئی اور اُسکا لکھنا پڑھنا ناجائز و ناروا ھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - بالکل بے اصل اور نادرست ھی ÷

اب ملاحظہ فرمایئے اس زمانہ کے بعض مولوی صاحبوں کا تعصب اور اُنکی غلط گوئی جنھوں نے کئی رسالے اور کتابیں اور رسالے رد دین مسیحی میں لکھیں اور بیجا فخر کیا ھی کہ ہمنے دین مسیحی کو باطل اور دین محمدی کو حق ثابت کردیا - یعنی مولوی رحمۃ اللہ کرانوی - جب اُنھوں نے دیکھا کہ نسخ کتاب الٰہی

کسی طور ثابت نہیں ہوسکتا ھی بلکہ ہر طرح سے کتاب مقدس کا منسوخ اور رد ہونا ناممکن و محال ھی تو اس حالت مین مقتضاے حق جوئی و خداترسی یہہ تھا کہ قرار کرتے کہ بلاشبہہ یہہ عقیدہ باطل ھی اور علماے مجتہدین محمدی کا اتفاق و اجماع ناجائز و ناروا ھی ـ مگر ایسا جگر کہاں سے لاوین حق جوئی و خداشناسی منظور ہوتی تو ایسا کرتے وہان تو پاسداری دین آبائی اور طرفداری دین محمدی کی پیش نہاد خاطر تھی ـ اسواسطے صاف انکار کردیا کہ اہل اسلام کا ایسا عقیدہ ہی نہیں ھی کہ کتاب مقدس یعنی توارت یا انجیل قرآن سے منسوخ ھی ـ اور نہ یہہ عقیدہ ھی کہ تمام احکام شرائع سابقہ کے منسوخ ہوگئے ـ بلکہ صرف بعض احکام کو منسوخ جانتے ہیں ـ اور گویا علماے مسیحی اپنی نادانفیت سے مسلمانون پر ناحق تہمت لگاتے ہیں کہ مسلمانون کا یہہ عقیدہ ھی کہ توارت و انجیل قرآن سے اور احکام شرائع سابقہ شریعت محمدیہ سے منسوخ ہوگئے ـ ہم ہرگز اسکے معتقد نہیں ہیں +

چنانچہ مباحثہ مذہبی میں لکھا ھی جو مولویصاحب اور ڈاکٹر وزیر خاں کی صلاح سے بنام نہاد سید عبداللہ چھپایا گیا ھی ـ صفحہ ۴۸ (پادری صاحب نے سنکر فرمایا کہ آپ انجیل کو منسوخ بتلاتے ہیں یا نہیں مولویصاحب نے فرمایا بلاشبہہ ہم اُن معنیوں سے جنکا اظہار کیا جائیگا منسوخ جانتے ہیں) ـ صفحہ ۴۹ (مولویصاحب نے فرمایا کہ آپنے نسخ کے معنی جو اہل اسلام کی اصطلاح میں مقرر ہیں او اُسکے

مجمل کو کسي اسلامي کتاب ميں ديکھا هي يا نہيں ــ پادريصاحب بولے آپ بيان کيجيئے ــ مولويصاحب نے فرمايا کہ ہمارے نزديک نسخ صرف اوامر و نواهي ميں هوا کرتا هي) اِسکے بعد تفصيل کي هي کہ اوامر و نواهي ميں سے کس کس قسم کے احکام منسوخ نہيں ہوتے ہيں اور کس کس طرح کے ہو سکتے ہيں اُس تفصيل کے بعد خلاصہ اُسکا مولويصاحب نے کيا هي ــ صفحہ ۱۳ (پس اِس تقريب کے مطابق اہلِ اِسلام کے اصطلاحي نسخ سے ايسے حکم عملي مطلق کي مدت کي اِنتہا کا بيان مراد هي جو وجود و عدم کا احتمال رکھتا ہو اور ہمارے وہموں ميں اُسکا دوام سمجھا جاتا ہو ــ پادري صاحب نے فرمايا کہ ان معنيوں سے انجيل کا کون کون سا حکم آپکے نزديک منسوخ هي مولوي صاحب نے فرمايا جيسا طلاق کا ناجائز ہونا اور مثل اِسکے ــ پادري صاحب بولے کيا آپ کے نزديک ان معنيوں سے ساري

انجيل منسوخ نہيں هي ــ مولويصاحب نے فرمايا کہ نہيں ان معنيوں سے ساري انجيل منسوخ نہيں هي ــ کيونکہ اُسميں مرقس کي باب ۱۲ ــ ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ ورس ميں يہہ حکم بھي هي اور تو خداوند کو جو تيرا خدا هي اپنے سارے دل اور اپني ساري جان اور اپني ساري عقل سے اور اپنے سارے زور سے پيار کر اول حکم يہي هي اور دوسرا جو اُسکي مانند هي يہہ هي کہ تو اپنے پڑوسي کو اپنے برابر پيار کر اُن سے بڑا اور کوئي حکم نہيں هي انتہي ــ اور ہم اِس حکم کو منسوخ نہيں بتلاتے ہيں) +

پھر صفحہ ۱۰۳۳ و ۳۹ میں مذکور ہی (مولوی صاحب نے فرمایا کہ جناب نے جو
نسخ کے محال ہونے کی بابت چند صفحے لکھے ہیں سو وے نکال ڈالنے
کے لائق ہیں کیونکہ نسخ کے معنیوں سے جو اہل اسلام کی اصطلاح میں ٹھہرے
ہیں کچھہ مناسبت نہیں ہی؛
اور کتاب ازالۃ الاوہام میں بھی مولوی صاحب لکھتے ہیں — باب و فصل
اول و کید اول میں (جواب شبہہ نسخ ظاہرا این شبہہ از غفلت و لاعلمی معنی
نسخ کہ مصطلح اہل اسلامست پیدا شدہ — اولا معنی نسخ بیان نمودن ضروری افتاد
بدانکہ نسخ در لغت بمعنی زائل کردن و نقل نمودنست و در اصطلاح اہل اسلام عبارت
از تولیست کہ دلالت کند بر انتہای مدت حکم و این چنانست کہ بمقتضای حکمت
و وقت و حال مکلفین حکمی از جانب او تعالی کہ در علم او موقت بود در وقتی بہ نسبت
گروہی گشتہ باز چون آن وقت کہ تا آن جا توقیت آن حکم بمقتضای امور مذکورہ
بود گذشتہ و بیان آن از حضرتش بوضوح پیوستہ از آن در حق گروہ موجودہ آن زمان
آن حکمی نماند — پس میگوییم کہ اگر علمای مسیحی چنانچہ ظاہرست ازین اصطلاح غفلتی دارند
در آن صورت ہمین قدر جواب خدشہ شان شدہ ہرچہ درین بارہ زبان دراز نمودہ
بیہودہ روی اوراق را سیاہ نمودہ اند چون بنای فاسد بر فاسدست قابل جواب
نیست ؛ اگر اینمعنی را فہمیدہ باز ہمچنین نسخ را از محالات میشمارند درین صورت پرسیدہ

بیشود که مراد چیست که آیا مزعوم ایشان چنانست که اہل اسلام بمعنی مذکور نسخ کلی احکام الٰہی

شرائع سابقه را یعنی نسخ جمیع مقاصد اصلیه و مسائل غیر اصلیه را معتقد اند یا نسخ جزئی

یعنی نسخ بعض احکام را اگر مراد شق اولست اہل اسلام ہرگز دعوی آن نمیکنند ۰ :

یعنی ظاہرا یہہ شبہہ غفلت اور لاعلمی معنی نسخ سے پیدا ہوا ہی جو مسلمانوں

کی اصطلاح میں ہیں ـ اسلیئے پہلے نسخ کے معنی بیان کرنا ضرور ہوا ـ جاننا

چاہیئے کہ نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنا اور نقل کرنا ہی اور مسلمانوں کی اصطلاح

میں مراد اُس قول سے ہی جو کسی حکم کی مدت پوری ہونے کو بتلاوے ـ اور یہہ

اِسطور ہی کہ باقتضاے حکمت اور وقت اور حال کے موافق کوئی حکم خداے تعالی

کی طرف سے کسی وقت یا گروہ کی نسبت ہوا جو اُسکی دانست میں مخصوص اُس وقت

کے ساتھہ تھا پھر جب وہ وقت گذر چکا جہانتک کہ واسطے باقتضاے امور مذکورہ کے

اُسکا مؤقت ہونا تھا اور اسکا بیان اُسکی جناب سے ظاہر ہوا اِسباعث سے اُس

وقت کے موجود لوگوں کے حق میں وہ حکم نہیں رہا ۰ :

پس میں کہتا ہوں کہ اگر مسیحی علما اس اصطلاح سے غافل ہیں جیسا کہ ظاہر ہی

اِس صورت میں اُنکے خدشہ کا جواب اِسیقدر ہو چکا اور جو کچھہ اسباب میں بانی دعوی

کی ہی اور بیہودہ ورق سیاہ کیئے ہیں چونکہ بنا فاسد کی فاسد ہی اِسلیئے قابل

جواب نہیں ہی ـ اور اگر اِس مدعا کو سمجھہ کر پھر ایسے نسخ کو محالات سے گنتے ہیں

اس صورت میں پوچھا جاتا ھی کہ مراد کیا ھی کہ آیا گمان اُنکا ایسا ھی کہ اہل سلام بمعنی
مذکور تمام احکام شرائع سابقہ کے نسخ کے معتقد ہیں یعنی نسخ تمام مقاصد اصلیہ اور
مسائل غیر اصلیہ کے یا نسخ جزئی سے کے یعنی بعض احکام کے اگر انکی مراد اول ھی تو
اہل اسلام ہرگز اسکا دعوی نہیں کرتے ہیں ✤

پس خلاصہ تقریر مولویصاحب کا یہہ ھی کہ اہل اسلام معتقد نہیں کہ کتاب مقدس
یا انجیل ساری منسوخ ھی اور نہ اُسکے تمام احکام اور شرائع منسوخ ہیں بلکہ معتقد ہیں
بعض احکام مخصوص کسی اُمت یا وقت کے اور ہیں۔ اور پادری صاحب صرف
اپنی نادانی سے مسلمانوں پر تہمت لگا کر اُنکا عقیدہ نسخ نسبت تمام کتاب مقدس
اور تمام شرائع و احکام کتب سابقہ کے ھی۔ اعتراضات کرتے اور محالات نکالتے ہیں
کرتے ہیں ✤

حالانکہ کتب اصول فقہ و عقائد میں صاف صاف لکھا ھی کہ (اجمعنا جمیعًا ان
قراءۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراءۃ القرآن ونزولہا) جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
کہ باتفاق و اجماع امت محمدیہ کے پچھلی کتابوں کا پڑھنا لکھنا منسوخ ھی ✤

باقی رہے احکام شرائع سابقہ سو صرف ابو حنیفہ کا یہہ قول ھی (کل حکم من
الاحکام السابقۃ اذا وجد نسخہ فی القرآن او فی الاخبار او فی اجماع الائمۃ او لو جد ما یدل
ویقتضی من القیاس الجلی بالمنصوص یوجب نسخہ وما سوی ذلک فیبقی مشروعًا) یعنی احکام

سابقہ میں سے جس حکم کا ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماع امّت میں پایا جاوے یا ایسی بات پائی جاوے جو امر منصوص کے ساتھہ قیاس جلی سے اُسکے منسوخ ہونیکو مقتضی ہو اور دلالت کرے تو اُس حکم کا منسوخ کرنا واجب ہی اور اُسکے سوا شروع باقی رہینگے — مگر یہہ صرف کہنے کی بات ہی ورنہ جیسے قرآن و حدیث سے مسائل مستنبط کیے کتاب مقدّس کے بھی احکام غیر منسوخہ کو اپنی شرائع میں داخل کرتے — جب کتاب مقدّس کا لکھنا پڑھنا ہی درست نہیں تو پھر یہہ شرائع کیونکر دریافت ہوں ❊

اور شافعی نے تو صاف صاف لکھا ہی (ان الاحکام السابقۃ کلہا صارت منسوخۃ بالقرآن سواء وجد الناسخ او لم یوجد) یعنی پچھلے احکام سب منسوخ ہوگئے قرآن سے چاہے اُسکا ناسخ پایا جاوے یا نہیں ❊

اور امامیہ مذہب والے بھی شریعت محمدیہ کو ناسخ شرائع احکام سابقہ کی کہتے ہیں چنانچہ حق الیقین میں اخوند نے لکھا ہی (شرع آنحضرت ناسخ جمیع شرائع بود) یعنی محمد صاحب کی شرع تمام شرائع کی ناسخ تھی ❊

پس آپ ملاحظہ فرمایئے کہ مولویصاحب کا ایسا فرمودہ کہ گویا اہل اسلام کتاب مقدّس کے صرف بعض احکام جزئی کے نسخ کے معتقد ہیں نہ تمام احکام شریعت کے اور صرف اِسی مدعا سے انجیل کو منسوخ مانتے ہیں — کیسا خلاف ہی ❊

شاید کوئی کہے کہ کتاب مقدس کے پڑھنے اور لکھنے کو منسوخ جاننا اور بات ہے اور اسکو منسوخ سمجھنا اور اسکا بیکار و فضول متصور ہونا اور بات ہے۔ لیکن ہر فہمیدہ شخص سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی کتاب کے پڑھنے لکھنے سے لوگوں کو منع کرنا اور نا جائز و نا روا بتلانا کس غرض سے ہو سکتا ہے +

یا تو اس غرض سے کہ وہ کتاب خراب و بد اور جھوٹی ہے پس ایسا عقیدہ تو بظاہر مسلمانوں کا نسبت کتاب مقدس کے نہیں معلوم ہوتا ہے +

اگر یہہ نہیں تو بلاشبہ اس منشا سے ممانعت ہے کہ یہ وہ بیصرف اور بیفائدہ اور بیکار ہے اسلیئے منظور نہیں کہ لوگ اُسے پڑھیں لکھیں اور اُسکے مطالب و مقاصد سے مطلع ہوں۔ پس وہی تین بیسی وہی ساٹھہ۔ فافہم +

الغرض انجیل سے توراۃ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ دونوں کلام اللہ ہیں جنکی ہدایات و تعلیمات کی واقفیت اور اطاعت اور اُنکی تعلیمات و تلقینات کو جاننا اور ماننا فرض ہے اور اِسیطور اُنکی تلاوت واجب اور کتابت مشروع ہے کہ سب کلام خدا ہے جو انسان کی تربیت اور رشد ہادینے اور راہ نجات بتلانے کے واسطے مفید و معین اور واسطہ و ذریعہ ہے +

اور یہہ بھی کہ کوئی کتاب آسمانی منسوخ نہیں ہو سکتی ہے اور نہ اُسکی تلاوت و کتابت ناجائز و نا روا ہو سکتی ہے۔ پس مسلمانوں کو مناسب نہیں کہ کتاب مقدس کو

کلام اللہ مانکر پھر اُسکو منسوخ سمجھیں یا اُسکے لکھنے پڑھنے کو ممنوع اور نامشروع قرار
دیں۔ یہہ بات حقیقی ایمانداری اور خداترسی سے نہایت بعید ہی ✦

اب رہا یہہ کہ توراۃ کے تمام شرائع یا بعض احکام انجیل سے منسوخ ہوئے
یا نہیں اور ہوئے تو قرآن سے کل شرائع یا بعض احکام انجیل کے کیوں
منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں ✦

پس واضح ہو کہ احکام کی منسوخی و موقوفی سب ایک ہی طور کی نہیں ہوتی ہی
بلکہ دو قسم کی متصور ہی ✦

ایک وہ ہی کہ احکام ناسخ و منسوخ کو ملاحظہ کرنے اور غور کرنے سے واضح
و آشکار ہوتا ہی کہ حاکم کا ارادہ اور منشا ابتدا سے آخر تک ایک ہی پایا جاتا ہی
ایک ہی اُسکا قصد مفہوم ہوتا ہی ✦

دوسرے وہ کہ ایسا نہو بلکہ ناسخ و منسوخ احکام و قوانین کے دیکھنے سے
واضح ہوتا ہی کہ حاکم کا مطلب اور مقصد متحد نہیں بلکہ اُسکے ارادہ اور قصد میں تبدیل
و تغییر صریح نظر آتی ہی ✦

مثلاً فرض کرو کہ ایک حاکم نے چند شخصوں کو پہلے حکم دیا کہ تم سب فلانے
کُھدان سے پتھر کھودو اور فلان مقام پر جمع کرتے جاؤ اور یہی کام برسوں
تک جاری رکھے اور بعدہ وہ حکم دے کہ اب پتھر کھودنا اور ڈھونا موقوف

کردو جہاں جہاں مین بتاؤں نیو کھودنا شروع کرو اور یہہ حکم بھی ایک عرصہ تک جاری رکھے بعدہ اُسکو بھی موقوف کراوے اور چونا بنانا اور گارا سانا اور نیو بھرنے اور دیوار چننے کا حکم دیوے اور اسطور بتدریج و ترتیب احکام اُس حاکم کے ایک مکان پورا ہوا اور بہمہ جہت آراستہ و پیراستہ ہوگیا ۔ تو اس صورت میں ہر چند اُس حاکم نے پہلے حکموں کو موقوف کر کے دوسرے حکموں کی تعمیل کرائی لیکن پر ظاہر ہی کہ منشا اور ارادہ اُسکا اوّل سے آخر تک ایک ہی پایا جاتا ہی اور مطلب و مقصد تمام احکام میں آغاز سے انجام تک متحد ہی کہ منظور اُسکو مکان مذکور کا بنانا اور اُس عمارت کا پورا کرنا تھا ۔

اب فرض کرو کہ ایک حکم نکلا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ حاکم نے حکم دیا ہی کہ اُس عمارت کو کھود ڈالو وہ سب رہ ہوتے سب کو گرادو سب ویرانہ کردو اور وہاں سے کچھہ پتھر اور کنگر اور چونا مٹی لیکر ایک جگہہ لیجا کر اوپر تلے ٹیکو اور چوپس چبوترہ سا طیار کرو ۔

تو اس حالت میں نہایت واضح و آشکار ہی ہر شخص سمجھہ سکتا ہی کہ اگر اس حکم کو بھی اُسی حاکم کا مانیں تو لابد بالیقین معلوم ہوگا کہ اب حاکم کا ارادہ اور قصد ہی بدلگیا اُسکا مقصد اور مطلب دگرگون ہوگیا ۔

پس قسم اوّل کی موقوفی احکام گو بظاہر نسخ معلوم ہوتی ہی لیکن اگر بنظر غور اور

بدیدۂ انصاف دیکھو تو احکام اوّل کی منسوخی اور رد اور باطل نہیں ہوئے بلکہ مکمّل ہوئے اور پورے ہوئے کہ ارادہ او منشا حاکم کا احکام آخر سے کامل ہوتا اور انجام کو پہونچتا ہی۔ اور محاورہ میں متعارف بھی نہیں کہ کوئی ایسے احکام کو ناسخ و منسوخ کہے بلکہ فی الواقع اس صورتمیں تنسیخ احکام اوّل کہنا خطا ہی بلکہ مناسب اور لازم ہی کہ تکمیل کہا جاوے جیسا کہ فی الحقیقت اور نفس الامر میں ہی ❊

غرض لفظی بحث بڑھانے کی ضرورت نہیں ہی اصل مدعا ہی چاہیے اسکو کوئی تنسیخ کہے چاہے تکمیل مگر اس قسم کے احکام کا ہونا کلام اللہ میں ممکن ہی اور ایسے ہی احکام منافی اور مناقض اُسکی قدرت اور حکمت کے نہیں ہیں بلکہ بیشمار مثالیں اور نظیریں اُسکی مخلوقات و موجودات میں موجود ہیں ❊

پس اس قسم کے احکام کی تکمیل کتاب مقدس میں پائی جاتی ہی بجلمنہ و بعاینہ کہ توراۃ کے بعض احکام جو خداوند مسیح تک جاری تھے جنکی تعمیل یہودیوں کو ضروری اور فرض تھی اُنکی تکمیل احکام انجیل سے ہوگئی۔ اب احکام اول کی تعمیل مسیحیوں پر واجب اور فرض نہیں ہی جیسا کہ مختصر حال اسکا آیندہ ذکر کیا جاویگا انشاء اللہ

الغرض بعض احکام توریت جنکی تعمیل مسیحیوں پر واجب نہیں ہی نہ اس جہت سے ہی کہ وہ بیکار و بے فائدہ تھے اور لاحاصل نکلے اس لیئے

رد و باطل کیئے گئے بلکہ کامل ہوگئے اور پورے ہوئے ✣

مگر قسم دوم کی موقوفی احکام بلاشک تنسیخ و تردید احکام اول کی ہی کیونکہ اُس سے صاف عیاں ہی کہ ارادہ اور منشا اور مرضی حاکم کی بدل گئی اور اُسکا مقصد اور مطلب دگرگوں ہوگیا۔ پہلے اُسکو کچھہ اور منظور تھا اور پیچھے کچھہ اور عزم کیا ہی۔ ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہی کہ احکام اول کی تکمیل احکام ثانی سے وارد ہیں بالیقین دریافت ہوتا ہی کہ حاکم کا ارادہ اور نیت بدل گئی اور غرض اور مطلب اُسکا متغیر ہوگیا ہی ✣

تو اس قسم کی تبدیلی اور موقوفی احکام اور نسخ شرائع کا کلام اللہ میں ہونا محال ہی اور بلاشک ایسے احکام خدائے علیم و خبیر و حکیم و قدیر سے نہیں ہوسکتے ہیں کہ بالکل خلاف اُسکی ذات و صفات کے ہیں ✣

پس ہو بہو یہی مثال و نظیر ہی اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب مقدس کی شرائع و احکامات قرآن و حدیث محمدی کے احکامات سے خدا نے منسوخ کر دیئے۔ لہذا بدلیل کامل یقین واثق ہوتا ہی کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں کیونکہ ہرگز ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہی کہ شریعت محمدی ناسخ شرائع و احکامات کاملہ کتاب مقدس کی ہووے ✣

ہرچند من وعن کیفیت اسکی اُس وقت ظاہر ہوسکتی ہی جب کوئی کتاب

مقدس کو اول سے آخر تک دل لگا کر بغور و تامل مطالعہ کرے اور پھر قرآن و حدیث
کا اُسکے ساتھ مقابلہ کرے — پھر اُسپر آشکارا ہووے کہ کیسی موافقت و مطابقت
و مناسبت و ارتباط جملہ صحفِ مقدسہ کے جملہ مطالب و مقاصد و تعلیمات و ہدایات
و احکام و شرائع ظاہری و باطنی مین بخوش اسلوبی و حسنِ ترتیب و تدریج از آغاز تا
انجام کامل و تمام ہے — کہ وہ سب بلکہ بہمہ وجوہ بہمہ جہت مدارج و مراتب و منازل
عمارتِ رفیع الشان خداشناسی و خداپرستی کے ہیں — جن میں سے توریت
کتاب حضرت موسیٰ گویا بنیاد اور نیو ہے اور صحف انبیاے کرام بمنزلہ مراتب منازل
کے ہیں اور انجیلِ مقدس کے تمام پاک نوشتے مکان رفیع الشان متمم و مکمل
تعمیر الٰہی ہے ✣

پھر اگر قرآن و حدیث کا اُس سے مقابلہ کرو تو بخوبی ظاہر ہوگا کہ اگر اسکو بھی
من جانب اللہ تصور کرو تو گویا اُس عمارت عالی کو ڈھا کر ویرانہ بنانا ہے ✣

مگر بپاسِ خاطر آپکے ایک بیان مختصر اسکا صرف احکامات کے باب مین عرض
کیا جاتا ہے — آپ متوجہ ہو کر اصغا فرمائیں اور اپنے دلون مین انصاف کرین کہ اگر
کتاب مقدس کے یہ احکام و شرائع من جانب اللہ ہیں تو پھر کس طور ممکن ہے کہ
شرائع محمدی اُسکی ناسخ ہوسکیں — کسی نہج بھی قیاس میں نہیں آسکتا ہے کہ شرائع سابقہ
منسوخ اور ردّ ہوجاویں اور شریعت محمدی اُسکے بجاے خداے علیم و حکیم و رب قدیر مقرر کرے ✣

واضح ہو کہ کتاب مقدس کے ارشادوں سے دریافت ہوتا ھی کہ جب انسان ایک جانی اور روحانی دشمن یعنی ابلیس کی تلبیس کے باعث گنہگار اور اپنے خالق ورازق اور شہنشاہ اعظم کا باغی اور نافرمان ہوا یہانتک کہ تمام جہان خالقِ برحق وصانع مطلق کو بھول کر بت پرستی وغیرہ مخلوقات ومصنوعات کی پرستش کرنے اور آسمانی اور زمینی چیزون بلکہ اپنے ہاتھہ کی بنائی ہوئی مورتوں تک کو پوجنے لگے اور اسکے سوا انواع واقسام کی بدی اور ناپاکیوں میں مبتلا اور طرح طرح کے گناہ اور معصیت میں گرفتار اور گمراہی وضلالت میں پھنس کر خراب وتباہ ہوئے اور اس جہت سے اُنکی عقل وفہم اور طبیعت اور مزاج بالکل تیرہ وتار ہو گئے ✤

ایسی حالت میں بھی خداے کریم ورحیم نے انسان کو نہ چھوڑا کہ ہلاک ہووے اور راہِ ضلالت وجہالت میں چلا جاوے بلکہ اُسکی رحمت وشفقت اسکی مقتضی ہوئی کہ اس اندھیرے سے اُجالے میں لاوے اور گمراہی سے پھرا کر ہدایت کی راہ پر لے چلے اور اس خراب حالت سے نکال کر سعادت اُخروی عنایت کرے ۔ اُسکو منظور ہوا کہ تمام انسان سراپا عصیان عرفانِ حقیقی وعبادتِ حقہ کے ذریعہ تقاضاے روحانی پورا کر کے خوشحالی جاودانی حاصل کریں اور وارث نجاتِ ابدی ہوں ✤

چنانچہ اُس حکیم برحق اور قدیر مطلق کی پاک و نیک نظر میں یہہ پسند آیا کہ اُن کم فہموں اور بے شعوروں اور معارف الٰہی کے ناسمجھوں کو پہلے ایسی شریعت اور احکام سکھاوے جو اُنکی عقل و کیاست کے درخور اور اُنکی قوت و توانائی کے بموجب اُنکی ترقی کے واسطے مفید اور مناسب ہو ✤

یعنی جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ جس طور کوئی معلم نادان بچوں کو پہلے حروف سکھاتا پھر کچھہ لفظ اور عبارت وغیرہ بتدریج و ترتیب پڑھاکر اُنکو خوگر تعلیم کرتا اور روز بروز اُنکی استعداد و لیاقت و عقل کی ترقی ہوتی جاتی ہی اور جب وہ ان باتوں میں قابلیت بہم پہنچاتے ہیں تب اُنکو علوم و فنون مقصودہ و مطلوبہ سکھاتا ہی۔ اِسی طور جب تمام جہان کے لوگ علم الٰہی اور عرفان حقیقی اور خدا پرستی کی نسبت محض جاہل اور مطلق نادان تھے تو اُس علیم و حکیم نے ایک قوم بنی اسرائیل کو انتخاب فرمایا اور بذریعہ حضرت موسیٰ کے اُنکو ایسی شرائع و احکام عطا فرمائے جو اُنکی حالت کے درخور اور اُنکے سمجھنے اور عمل میں لانے کے موافق اور خدائے تعالیٰ کی حکمت کے نزدیک مناسب تھے ✤

وہ شریعت اس سبب سے کہ بنی اسرائیلیوں کے دل اور عقل اور مزاج اور طبیعت لائق علم و عمل شرائع کاملہ اور احکام روحانی کے نہ تھے۔ کامل نہتی اور بہت سی رسمی باتیں مقرر تھیں ✤

مدعا اُسکا ہرگز ایسا نہیں کہ گویا نعوذ باللہ منہا خدا کو کامل اور روحانی شریعت
معلوم نہ تھی یا یہہ کہ اُسنے ناکامل شریعت دیکر اُنکو مرتکب گناہ کیا۔ کیونکہ یہہ دونوں
امر خدائے علیم و قدوس کی ذات و صفات کے برخلاف ہیں۔ بلکہ اپنی منشا
اور ارادہ سے جیسا اوپر مذکور ہوا کہ بنی اسرائیل کے خوگر تعلیم کرنیکے اور لیاقت
و استعداد علم الہی سیکھنے کی حاصل کرنیکو اُس قسم کی شریعت مرحمت فرمائی
کہ رفتہ رفتہ احکام ربانی اور خدادانی اور پاکی و نیکی میں بترتیب و تدریج ترقی
کریں چنانچہ جب اُس قوم نے بموجب شرائع موسویہ کے بتائید و تاکید و تشریحات
و تفصیلات صحف مقدسہ انبیائے کرام مثل حضرت یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیاہ و
یرمیاہ و دانیال وغیرہ کے خداشناسی اور پاکی و نیکی میں ترقی کی اور درجہ بدرجہ
و رتبہ برتبہ خدائے تعالی کی مرضی پہچاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خدائے
کریم و رحیم نے اُنکو بذریعہ انجیل مقدس کے اپنی کامل و روحانی شریعت مرحمت
فرمائی اور اپنی مرضی اور حکموں کو اکمل طور پر ظاہر فرمایا اور مشرح و مفصل حکم دیا۔
اس طور تمام جہان کو عرفان حقیقی اور عبادت روحانی کاملہ کی طرف بلایا
کہ سب نجات پاویں اور حیات ابدی حاصل کریں ✣

اور اگر کوئی خیال کرے کہ کیا خدائے تعالی میں قدرت نہ تھی کہ سب انسانوں
کو یکبار ہدایت کامل کرتا اور اُنکے دلوں اور عقلوں کو روشن کرکے ایکدم

سے اپنی کامل و روحانی شریعت بتلاتا + تو اِسکے جواب میں اِسیقدر کافی هی که سمجھ تو سہی تمام دیکھا جاتا هی که تمام مخلوقات و موجودات میں اُسکی عادت اِسیطور جاری هی اور اُسکی مرضی یوں ہی هی که ہر چیز بتدریج و ترتیب رفتہ رفتہ پیدا ہوئی اور ترقی کرتی هی - انسان خون سے گوشت و پوست و استخوان ہوتا پھر بچہ ہوتا پھر روز بروز رفتہ رفتہ بڑھتا اور رتبہ برتبہ پورا آدمی ہوتا هی - اِسیطور دوسری اشیا جملہ نباتات و حیوانات کا حال هی - پس جب یہہ سب اُسکی قدرت سے ہوتے اور رفتہ رفتہ بتدریج و ترتیب ترقی کرتے اور کامل ہوتے اور اُسکی عمیق حکمت ایسی کی مقتضی هی تو بلاشبہہ کمال روحانی بھی اِسیطور سمجھو کہ ٹھیک عادت اللہ کے موافق اور اُسکی قدرت و حکمت کے مطابق ظہور میں آیا +

الغرض اس طور سے خداے تعالی نے تمام انسانوں کے واسطے حقیقی خدا شناسی اور روحانی اور کامل عبادت بجالانے کی راہ بتدریج و ترتیب مذکورۂ بالا تعلیم فرمائی کہ تمام اہل جہان کیا بنی اسرائیل اور کیا دوسری قومیں خداے تعالی کی مرضی پہچانیں اور راہ نجات پاویں +

لیکن اب مسلمان دعوی کرتے ہیں کہ شریعت محمدیہ ناسخ احکام و شرائع انجیل کی هی پس مناسب هی کہ مقابلہ کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ توریت میں شرائع کس کس قسم کے تھے اور اُنکی تکمیل بذریعۂ انجیل ہوئی حسب بیان بالا یا نہیں اور

اگر ہوئی تو پھر شریعت محمدی اُسکی ناسخ یا مکمل ہو سکتی ہے یا فی الواقع قرآن و احادیث کے احکام کسی طور ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں اور ایسا ماننا خلاف ذات و صفات خداے غیر متغیر کے ہے ✢

واضح ہو کہ شریعت توریت دو قسم کی ہے ایک شریعت باطنی دوسری ظاہری شریعت باطنی سے مراد شریعت اخلاقی سے ہے جو اصل شریعت اور خداے قدوس سبحان کی ذاتی پاکی و نیکی کا نمونہ اور یہ تو اور انسان کے کمال کو ضرور ہے یعنی وہ شریعت جو انسان کی راستبازی اعمال و افعال اور راستی گفتار و درستی رفتار و نیکی و پاکی افکار سے متعلق ہے ✢

پس شریعت مذکور جو توریت میں ہے وہی بجنسہٖ و بعینہٖ بلا تغیر و تبدیل انجیل میں ہے — تمام و کمال کتاب مقدس شریعت اخلاقی میں یکساں اور موافق و مطابق و ممد و معاون یکدگر ہے ✢

البتہ جس وقت جہالت و نادانی اور غایت معصیت و نافرمانی میں تمام جہان گرفتار اور مبتلا بدرجۂ اتم تھا اُس وقت خداے تعالیٰ نے اپنی مرضی کامل طور پر بیان نفرمائی بلکہ بغرض تعلیم و ہدایت اُن ناقصوں کے شریعت اخلاقی بھی ناکامل بیان کی — چنانچہ جو شریعت اخلاقی کہ توریت میں مذکور ہے وہ مجمل اور ناکامل ہے اسی واسطے جبکہ بنی اسرائیل اور اُنکے ذریعہ سے اور قومیں بھی بہ نسبت سابق

سے کہ فی الجملہ تعلیم یاب ہوئے اور مرضی الٰہی سے واقفیت حاصل کرنے اور جسقدر اُنکو بتلایا گیا تھا اُسمیں ماہر ہونے اور تعمیل کرنے لگے اُسوقت حکیم برحق اور معلم صادق ظاہر ہوا اور شریعت مذکور کی تشریح و تفصیل و تکمیل فرمائی اور اِس طور خداے تعالیٰ نے اپنی پوری مرضی ظاہر و بیان فرمائی اور شریعت اخلاقی کو اکمل طور پر مشرح اور واضح و آشکار فرمایا ✢

چنانچہ توریت میں زنا کی ممانعت فرمائی تھی انجیل میں توضیحًا ارشاد ہوا کہ زنا صرف یہی نہیں کہ کوئی اُس فعل بد کو عمل میں لائے بلکہ جو شخص بیگانہ عورت کو بنظر شہوت نگاہ کرے وہ بھی زانی ہو چکا ✢

اِسی طور توریت میں قتل و خون کرنے کی ممانعت تھی - انجیل میں تشریحًا و توضیحًا ارشاد ہوا کہ خداے تعالیٰ کے حضور نہ صرف قاتل سزا پانے کے لائق ہے بلکہ وہ شخص بھی جو دوسرے پر بے سبب غصہ کرے یا اُس سے بدزبانی کرتا ہے وہ بھی سزاے مذکور کے پانیکا مستحق ہے ✢

اِسی طور از انجا کہ بنی اسرائیل نہایت سخت دل تھے اور اُنکا شیوہ تھا کہ عورتوں سے نکاح کرتے اور جب چاہتے چھوڑ دیا کرتے تھے پس بدیں ارادہ کہ اُن کو اس بے احتیاطی سے روکا جاوے اور فی الجملہ اُنکو قید میں رکھیں توریت میں ارشاد ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی جورو کو کسی مکروہ سبب سے

طلاق دے تو اُسکو طلاقنامہ لکھہ دے ۔ انجیل میں تشریحاً و تکمیلاً ارشاد ہوا
کہ جو کوئی اپنی جورو کو سواے حرامکاری کے اور کسی باعث سے طلاق دیتا
ھی تو اُس سے زنا کرواتا ھی اور جو شخص مطلقہ سے نکاح کرتا ھی زنا کرتا ھی ؛
اِسی طور توریت میں بنظر ناکاملیت اُس قوم کے صرف اسقدر حکم ہوا تھا
کہ بہت جوروان نہ کیا کرو ۔ انجیل میں قطعی ممانعت فرمائی کہ ایک جورو سے
زیادہ ممنوع و نامشروع ھی ؛
اِسی نہج توریت میں حکم تھا کہ اپنے ہمسایہ کو اپنی مانند دوست رکھہ ۔
لیکن یہودی لوگوں نے ایسی محبت اور دوستی صرف اپنی ہی قوم کی نسبت
سمجھی اور مخصوص جانی اور وجہ اُسکی زیادہ تر اِس سے بھی ہوئی ہوگی کہ خدا تعالی
نے اُنکے ہاتھہ سے ایک قوم یعنی کنعانیوں کو قتل کرایا جنکا فنا کرنا اور روے زمین
جہان سے نیست و نابود کرنا اُسکی پاک و نیک نظر میں بباعث افراط گنہگاری
و بداعمالی کے جنسے اُنکا پیمانہ عمر لبریز تھا مناسب اور لازم ہوا ۔ پس ازانجا کہ یہہ
حکم قتل نہ اِس غرض سے تھا کہ گویا ایمانداروں کو بے ایمانوں سے عداوت
اور دشمنی کرنا اور اُنکو ایذا و تکلیف دینا چاہیئے بلکہ صرف یہہ غضب الہی تھا
اُس بدکار قوم کنعانی پر جنکو نیست و نابود خدا نے بنی اسرائیل کے ہاتھہ سے
کیا جیسا کہ سابق اُس سے آب طوفان و آتش و گندک سے اور قوم ظالم کو

کیا تھا — پس یہودیوں کی اس نافہمی اور نادانی رفع کرنے کو انجیل میں جا بجا ارشاد ہوا کہ ہمسایہ سے مراد صرف ایماندار یا یہودی نہیں بلکہ تمام انسان یا ہمدگر ہمسایہ اور بھائی ہیں اس لیئے سب سے محبت اور الفت دل سے رکھنا فرض عین ہی اور یہانتک فرمایا کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تمپر لعنت کریں اُنکے لیئے برکت چاہو جو تمسے کینہ رکھیں اُنکا بھلا کرو اور جو تمہیں دُکھ دیں اور ستاویں اُنکے لیئے دعا مانگو وغیرہ *

الغرض جو شریعت اخلاقی توریت میں مذکور و مسطور ہی وہ سب کی سب ہو بہو انجیل میں بھی ہی بلکہ اُسکی تشریح و تفصیل و تکمیل زیادہ تر ہوئی — اور خدائے تعالی نے اپنی مرضی بوضاحت و صراحت علی وجہ الکمال بیان و عیاں فرمائی — اِس طرح تمام و کمال شریعت اخلاقی جسکی تعمیل او ہر ایک آدمی انسان پر فرض اور خدائے قدوس سبحان کی ذاتِ پاک کا نمونہ و نشان ہی ظاہر ہوئی جسکا خلاصہ خداوند مسیح نے جو شریعت کاملہ کا معلم اکمل تھا ان دو حکموں میں فرمایا کہ (اے خداوند خدا کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری قوت سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہی اور دوسرا جو اُسکی مانند ہی یہہ ہی کہ اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپکو *

اب ملاحظہ فرمایئے اور انصاف کیجیئے کہ قرآن و احادیث محمدیہ آپکے پاس

اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی خدا کی طرف سے ہیں اور یہہ کہ تمام اہل کتاب اور
ساری روے زمین کو اس شریعت کی پیروی اور تعمیل واجب و فرض ہے اور
یہی شریعت آخرالزمان ہے جو تا قیام قیامت قائم و جاری رہیگی بلکہ خود مسیح بھی آخر
زمانہ میں آسمان سے آویگا اور اس شریعت کو مانیگا اور اسکی پیروی کریگا ۔
پس مناسب ہے کہ شریعت محمدیہ کو بغور و تامل ملاحظہ کریں اور دلی انصاف سے
دیکھیں کہ اس میں کس کس قسم کے احکام اخلاقی مسطور و مذکور ہیں اور کیسی شریعت
واجب یا سنّت یا فرض و مستحب قرار دی ہے ٭

پس واضح ہو کہ قرآن کہتا ہے اور حدیثیں اسکی تائید کرتی ہیں کہ ایک بار تو
مسلمانوں کو حکم ملا تھا کہ چاہے تم اپنے جی کی بات چھپاؤ چاہے ظاہر کرو خدا تعالیٰ
اسکا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشیگا اور جسکو چاہے عذاب دیگا ۔ الغرض
دل کے خیالات پر حساب ہوگا ۔ مگر جب محمد صاحب کے اصحاب
روئے اور کہا کہ یہہ حکم مشکل ہے نہو سکیگا اور دعا کی کہ اے خداوند تو نے جیسا بوجھہ
پچھلی اُمتوں پر رکھا ہم پر مت رکھہ ۔ تب یہہ حکم منسوخ ہو گیا اور کہا گیا کہ اُمتّ محمدیہ
کے خیالات دلی کا حساب نہ لیا جائیگا ۔ غرض افکار مذمومہ اور بد خیالات کا
محاسبہ نہوگا ۔ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ محمد صاحب نے کہا کہ جو شخص
گناہ کا ارادہ اور عزم کرے مگر عمل میں نہ لاوے تو وہ گناہ میں محسوب نہوگا وغیرہ ٭

اسیطور مسلمانوں کو عموماً اجازت دی ھی کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اپنی
جوروں کو طلاق دیدیں تو روا ھی بلکہ بعضی صورتوں میں چاہئے جورو اور خصم دونوں
کی رضامندی نہو تب بھی طلاق ہوجاتی ھی اور گویا خدا خود زبردستی سے دونوں میں
جدائی کراتا ھی — اور اسی طلاق اور خلع کی نوبت یہانتک پہنچی ھی کہ ایک عورت
بیشمار خصموں کی جورو بنتی ھی — صدہا عورتیں مثل کسبیوں کے مکہ میں رہتی ہیں جو
ہر سال بعد حج کے مسافر حاجیوں سے نکاح کرتی ہیں اور جب وہ حاجی گھر کو جاتا
ھی طلاق دے آتا ھی پھر دوسرے سال دوسرا حاجی آتا ھی — پس کسبیوں میں اور
اِن عورتوں میں کیا فرق ھی — اور تاہم بموجب شرع محمدی نکاح انکا مشروع ھی
اسی طور قرآن اجازت دیتا ھی کہ ایک مرد چار جوروں تک کرلے اور حدیث
میں زیادہ نکاح کرنے کو مسنون اور موجب ثواب بتلاتے ہیں ۔

پھر محمد صاحب کو اور مسلمانوں سے الگ حکم ملا کہ چار جوروں کی بھی قید نہیں
بلکہ جتنی چاہیں کرلیں — اور لونڈیاں تو ہر مسلمان جتنی چاہے رکھ سکتا ھی
پھر محمد صاحب کے زمانہ میں حجة الوداع تک جسکے چند ہی دنوں کے بعد
اُنھوں نے انتقال کیا متعہ مشروع تھا کہ جب ضرورت ہو ایک دو رات کیواسطے
عورت کرلیا کریں — اب سُنّی کہتے ہیں کہ پیچھے یہہ حکم منسوخ ہوگیا اور شیعوں
کے نزدیک بدستور مشروع اور موجب ثواب ھی — اسی واسطے بڑے بڑے

نامی دینداریشیعے اس سنت کو ادا کرتے اور ایسی عورتیں رکھتے ہیں ٭ بہر حال خواہ وہ حکم منسوخ ہوا یا نہیں لیکن ایسا حکم شریعت محمدیہ میں ہوا۔ اور اگر بغور دیکھو تو متعہ اور نکاح میں تھوڑا ہی فرق ہی۔ متعہ میں عورت کے رکھنے کی مدت پہلے سے مقرر ہوتی ہی اور نکاح سے پہلے بلا قید مدت ہوتا ہی لیکن مرد کو اختیار ہی کہ جب چاہے اُسے چھوڑ دے اور عورت بھی مرد کو راضی کرکے جدا ہو سکتی ہی ٭

اِسی طور قرآن و حدیث میں جابجا مسلمانوں کو حکم ہی کہ صرف آپس میں صحبت رکھو یا قی دوسرے مذہب والوں سے چاہے کتاب الٰہی سابق کے ماننے والے ہی کیوں نہوں اُنسے بھی دوستی نرکھو بلکہ ہر طرح دوسری قوموں کے لوگوں کو تنگ کرو اور ستاؤ اور جہاد کے جو احکام ہیں وہ قابل غور ہیں کہ کیسے ظلم اور زبردستی کرنے کو عمدہ تر بن عبادت بتلایا اور تشدد اور سختی کو ارکان دین میں قرار دیا ہی۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭

پس اے بھائیو آپ ہی اپنے دل میں انصاف کریں کہ کیا ممکن ہی کہ خدا تعالیٰ اپنے وہ پاک و نیک حکم منسوخ کرکے محمدی ان حکموں کو جاری کرے۔ کیا ہو سکتا ہی کہ خدا تعالیٰ جس نے انسان کو روز بروز تعلیم و تربیت دیکے اُنکو اپنی کامل شریعت عنایت فرمائی تاکہ سب لوگ کمال حاصل کریں اب وہ اُنکو رد کرکے ایسی ناقص اور کچی شریعت کو جاری کرے جو اُسکی پاک و نیک ذات

کے برخلاف ہی ÷ شاید خیال کرو کہ احکام سابق ایسے مشکل و دشوار تھے کہ انکی تعمیل نہیں ہوسکتی ہی — تو کیا خدا تعالی نے پہلے انجھی سے ایسے حکم دیئے تھے کہ اب پشیماں ہو کر اُسکو منسوخ کر دیئے یا اُسنے عمداً جان بوجھکر ایسا جبر ان پچھلوں پر کیا اور ناممکن کو بتایا کہ کوئی اُسکو نہ کر سکے اس لیئے اب وہ بیکار تصور ہو کر موقوف کیئے گئے — نعوذ باللہ منہا ÷

الغرض شریعت اخلاقی جو قرآن و حدیث میں مذکور ہوئی کسی طور ممکن نہیں کہ کہ ناسخ شرائع کتاب مقدس کی ہووے ÷

اب باقی رہی توریت کی ظاہری شریعت یعنی جو یہودیوں کی رسم عادات اور دستوروں سے متعلق ہی اور وہ خود بذاتہ نہ نیک ہی نہ بد بلکہ حکم ہونے سے واجب التعمیل ہو گئی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا — وہ بھی دو قسم کی ہی ÷

اوّل وہ شریعت ظاہری جو یہودیوں کے طریق عبادت اور اُسکے آداب سے متعلق تھی — وہ سب دستور اور رسمیں اشارات و علامات و کنایات عبادات روحانی کے تھے جو بوسیلہ خداوند یسوع مسیح ظہور میں آئیں — اُن سے یہہ بھی غرض حاصل ہوتی تھی کہ بنی اسرائیل بت پرستوں کی رسم و رواج مذہبی سے کنارہ کش ہوں اور اُن سے ممتاز ہوں جو اُس جگہہ بلکہ تمام عالم میں پھیلے تھے

پس جب ظاہری دستور اور طریق عبادت جو توریت میں مذکور اور مسطور ہوئی

بنی اسرائیل تعمیل کرنے لگے اور عبادتِ الٰہیہ کے خوگر اور عادی ہوئے
اور تمام بت پرستوں سے جدا ہوئے اور خداے تعالیٰ کی بتلائی ہوئی اُس
شریعت کے مطابق عبادت بجالانے لگے تب خداے تعالیٰ نے اُن
سب کی باطنی حقائق و معارف کو بعینہٖ و بجنسہٖ ہو بہو بوسیلۂ خداوند یسوع مسیح
کے ظاہر کر دیا اور جن جن باطنی اور حقیقی چیزوں کی تصویر اور نقشہ اور سایہ اور
نشان بذریعۂ توریت انسان کو دکھایا تھا وہ آپ بنود اره آشکارا ہوئیں - لہذا اب
آمدِ تمیم برخاست - وہ سب رسم و دستور ظاہری موقوف ہوئے اور عبادت
روحانی بجاے اُسکے مقرر ہوئی *

چنانچہ خداے تعالیٰ نے توریت کے بعض صحائف میں ایسا فرمایا بھی تھا
کہ ایسے دن آوینگے کہ عبادت ظاہری کے بدلے باطنی اور روحانی عبادت
مقرر ہوگی جیسا کہ حضرت یرمیاہ نبی کی معرفت فرمایا تھا - صحیفۂ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۳۱
سے ۳۳ تک (۳۱) دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے
اور یہوداہ کے گھرانے سے نیا عہد باندھونگا - (۳۲) اُس عہد کے موافق نہیں
جو میں نے اُنکے باپ دادوں سے باندھا جس دن میں نے اُنکی دستگیری
کی کہ انہیں مصر سے اُنھیں نکال لاؤں اور اُنھوں نے میرے اُس عہد کو توڑا
باوجودیکہ میں اُنکا شوہر تھا خداوند کہتا ہے (۳۳) بلکہ یہہ وہ عہد ہے جو میں

اسرائیل کے گھرانے سے باندھونگا اُن دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے میں اپنی شریعت
کو اُنکے اندر رکھونگا اور اُنکے دلپر اُسے لکھونگا اور میں اُنکا خدا ہونگا اور وے میرے
لوگ ہونگے ＊

پھر باب ۳۲ میں ارشاد ہے (۴۰) اور میں اُنکے ساتھ عہد ابدی باندھونگا
جو میں اُن سے نہ اُٹھاؤنگا کہ اُن سے نیکی کروں اور میں اپنا خوف اُنکے دلمیں رکھونگا
کہ وے مجھسے پھر نہ جائیں)

پھر جب وقت پورا ہوا اور اُن سب باتوں کا ظہور ہوا تب خداوند تعالی نے
اپنے مقدس رسولوں کی معرفت ارشاد فرمایا کہ یہہ وہی عہد جدید ہے جسکا
وعدہ میں نے فرمایا تھا چنانچہ نامۂ عبرانیاں کے باب ۸ وغیرہ میں مسطور ہے
اور خاص اُن ظاہری رسوم عبادت کے باب میں ارشاد ہوا کہ وہ سب آنے
والی نعمتوں کی پرچھائیں تھیں نہ اُن چیزوں کی حقیقی صورت اور یہہ کہ وہ سب
آنیوالی نعمتیں خداوند مسیح کے ذریعہ مرحمت ہوئیں ＊

پس جملہ احکام توریت جو ظاہری رسوم و طریق عبادت سے متعلق تھے
نہ اس واسطے موقوف ہوئے کہ گویا وہ بیکار و بیصرف تھے بلکہ جسطور وہ اول
تقرر مفید و مناسب اور پُر مصلحت و حکمت تھی تعلیم بنی اسرائیل اور تربیت علم
الٰہی کے واسطے اسیطور اُنکی موقوفی بھی نسبت لائق و شایان شان اُس حکیم برحق

کی ہوئی ۔ جیسا کہ ذیل میں چند نظیر اُسکی مرقوم ہونگی ✤ اب ملاحظہ کیجیئے کہ قرآن و حدیث پھر عبادت ظاہری اور جسمانی مقرر کرنا چاہتے ہیں پس اگر اُس عبادت کو تسلیم کیا جاوے تو کیا مدعا ہوگا یہی کہ گویا خدا تعالی نے پہلے توریت کے ذریعہ ایک شریعت اور طریق عبادت ظاہری بتلائے اور جب اُسکو کامل کرکے عبادت باطنی و روحانی مقرر کی اُسکے بعد اب پھر باطن سے ظاہر کی طرف اور حقیقت سے مجاز کی طرف اور اصل سے نقل کی جانب اور روحانی سے جسمانی کی سمت اور مشارٌالیہ سے اشارہ کی طرف اور معنی سے صورت کی جانب پھیرتا ہے تاکہ لوگ رجعت قہقری کریں اور منزل مقصود سے بے نیل مقصود واپس جاویں اور ایسا کرنا بالکل مناقض و مخالف حکمت اُس حکیم علی الاطلاق کے ہے ✤

اسکے سوا یہہ بھی واضح ہووے کہ شریعت توریت کا مدعا او مقصد نہایت عمدہ اور مناسب تھا بانتظام تمام ۔ جنکی حقیقت اور ماہیت جو بذریعہ خداوند مسیح ظاہر ہوئی بلا شبہہ و شک ضروری اور افضل اور اکمل تھی ۔ مگر رسوم عبادت محمدیہ میں وہ بات بالکل مفقود ہے کہ بعضی رسمیں تو شریعت توریت کی اُنکا مدعا نہ سمجھکر بلکہ رسمی و رواجی تصور کرکے تھوڑا تبدیل و تغیر کرکے بتلائیں اور بہت سی بت پرستوں وغیرہ کی رسوم و طریق کو ادنی فرق و تفاوت کے ساتھہ بدلوتہ

جاری رکھے ہیں — چنانچہ بطور نمونہ چند مثال ذیل میں مرقوم ہوتی ہیں ✝
جیسا کہ ملاحظہ کیجیئے کہ توریت میں حکم تھا کہ آمرزش معاصی اور گناہوں
کی بخشایش کے واسطے بے عیب جانوروں کی قربانی بشرائط و ضوابط
چند کیا کریں — مگر صاف واضح ہی کہ جانوروں کی قربانیوں اور گناہوں کی
معافی سے کیا مناسبت ہی بلکہ مراد و مدعا اُس سے ایک قربانی عظیم الشان
تھی اور مقصد و مطلب اُسکا صرف خدا کے بے عیب برّے خداوند مسیح
کا فدیہ اور کفّارہ تھا جو جہان کے گناہوں کا اُٹھانے والا اور ہم گنہگاروں
کی عوض صلیبی موت سے مظلوم و مقہور قتل ہونے والا تھا جیسا کہ ہزاروں
برس پیشتر سے خدا تعالی نے اُسکے نمونے اور نشان اور علامت انسانوں پر
ظاہر فرمائیں اور صدہا سال پہلے سے حضرت داود و اشعیا نبی کی معرفت
اُسکی صاف صاف پیشین گوئی فرمائی — اور جب وہ قربانی ہو چکی خدا تعالی
کے برگزیدہ رسولوں نے جابجا اُسی کی منادی کی اور انجیل میں جابجا
اُسکی بشارت دی کہ وہ قربانی عظیم جسکے نشان پہلے مقرر تھے اور جسکی
خبر سابق میں دی گئی تھی وہی ایک مقبول قربانی گذرنے سے ایماندار لوگ
پاک ہوتے اور مقدس لوگ ہمیشہ کے لیئے کامل ہوتے ہیں ✝
الغرض خداوند مسیح کی قربانی جو حقیقت اور ماہیت اُن ظاہری نشان قربانیوں

کی یہی ہو چکی کہ جو اُسپر پورا ایمان لاوے اور اُس فدیہ اور کفارہ کو بدل قبول کرے اُسکے واسطے یہی حقیقی اور اصلی قربانی تمام گناہوں اور بیشمار نا فرمانیوں سے پاک کرتی ہی — پس اُسکے نشانوں اور نمونوں اور اشاروں کے عمل میں لانے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہی اب خدا کے بندوں کو اُس قربانی پر کامل ایمان رکھنا اور پورا بھروسا کرنا اور بجناب ارحم الراحمین ابد الآباد شکر و حمد کرنا واجب و فرض ہی اور بس ✣

مگر دیکھیے کہ شریعت محمدی میں اُسکا کچھ ذکر نہیں بلکہ پھر جانوروں کی قربانیاں مقرر کی ہیں — پہلے عتیرہ تھا یعنی وہ قربانی جو مکّہ کے بُت پرست ماہ رجب میں کیا کرتے تھے اور فرع یعنی پہلوٹے بچّے کا قربان کرنا — پھر یہہ حکم بھی منسوخ کر دیا اور اضحیہ یوم النحر واجب ٹھہرایا اور عقیقہ مسنون ہوا ✣

پس اب یہاں یہ مقام غور ہی کہ ایسا کرنا من جانب اللہ متصور ہو سکتا ہی — ہرگز ہرگز نہیں — کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ اپنی پیش بینی سے ہزاروں برس تک اُس قربانی اعظم کے نشان اور نمونے لوگوں کو سکھا دے اور انبیاء کرام کی معرفت اُسکے ظہور میں آنے کی خبر دیوے اور جب وہ قربانی مقبول ہووے اُسکی منادی تمام جہان میں کرا دے اور تمام جہان کے گنہگاروں کی نجات صرف اُسی کے ذریعہ بتلا دے اور بعدہ پھر تکبیر تکبیر ہی او

بیل گائے اور اونٹ ذبح کرنے کا حکم دے اور یہہ دعا سکھا دے کہ (لحمها
بلحمي ودمها بدمي وعظمها بعظمي وغيره) جو مسلمان پڑھتے ہیں یعنی کہ اسکا گوشت
میرے گوشت کی عوض اور اسکا خون میرے خون کی عوض اور اسکی ہڈی میری
ہڈی کی عوض ہے اور اسطرح سے اسکو قبول کرے اور اپنے عزیز و ہمسایہ بیٹے
کے فدیہ اور کفارہ کو منسوخ کر دے +

۲ پھر توریت مین غسل و طہارت ظاہری بدن دھونے وغیرہ کو حکم تھا مگر مدعا
اسکا یہہ تھا کہ انسان کو معلوم ہو کہ جس طور جسم کی صفائی پانی سے ہوتی ہے ایسی
ہی روح بنی آدم کی بہ نسبت جسم کے زیادہ تر محتاج طہارت اور پاکی کی ہے جسکا بیان
مفصل و مشرح و مکمل یعنی طہارت باطن و تصفیہ دل و تزکیہ قلب کا حال بخوبی تمام خداوند
یسوع مسیح کے وسیلہ ہوا اور بایمان مسیحی بذریعہ ہدایت روح القدس حاصل ہوتی ہے
پس ہر چند ایماندار حقیقی جو طہارت قلبی حاصل کرتا ہے اسکو جسم و جامہ و مکان
وغیرہ کی صفائی بھی ضرور ہے اسلیئے کریگا مگر نہ اس غرض سے کہ گویا اس شست و شوئے
ظاہری سے اسکی روح پاک ہو سکتی ہے یا اسکے ذریعہ نجات ہو سکتی ہے حاشا و کلا +
مگر شرائع محمدی میں پھر غسل و وضو واجب فرض ٹھہرایا اور اسکی بابت عجیب و غریب
احکامات جاری کیئے ہیں کہ جو شخص شرائط و ترتیب معینہ کے بموجب وضو کرتا ہے اسکے
تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور وضو کرنیوالا جملہ معصیتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے

اور پھر اس شست و شوی ظاہری کو شرط نماز ٹھہرایا ہے حتی کہ بدون اُسکے نماز درست نہیں اور خدائے تعالی کے یہاں مقبول نہیں ✣

پس فرمائیے کہ اگر شریعت محمدیہ کو من جانب اللہ تصور کریں تو ان احکام کی نسبت کیا خیال کیا جاوے یہی کہ گویا خدائے تعالی نے پہلے توریت میں شست و شوی ظاہری مقرر فرمائی اور بعدہ بذریعہ انجیل اُسکے بجائے پاکی باطن مقرر کی کہ وہی اسکا مدعا اور مقصد تھا اور اب پھر اُسکو رد کرتا ہے اور بظاہری بدنی و لباس و مکان کی پاکی کو بجائے باطنی کے مقرر کرتا ہے یا یہہ کہ گویا یہہ سب احکام اُسکے بے مصرف ہیں کبھی مقرر کرتا ہے پھر موقوف کرتا ہے اور اب پھر جاری کیے ہیں مگر ایسا گمان بذات مقدس کی نسبت خلاف ہے لہذا یہہ احکام ظاہری پاکی کے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں ہرگز خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں ✣

۵۳ہیکل و بیت المقدس جو شہر یروشلیم میں بحکم الہی یہودیوں کے واسطے معبد اور قربانگاہ بنایا گیا تھا جہاں جناب باری جل جلالہ نے علامات بینہ سے ایسا ظاہر فرمایا کہ گویا وہ خالق زمین و آسمان وہاں سکونت کرتا اور رہتا ہے سو وہ مکان نمونہ اور نشان جسم اطہر خداوند مسیح کا تھا اور اسکا یہہ بھی اشارہ اور مطلب تھا کہ دل انسان منزل و مقام و مسکن خدائے کریم و رحیم ہووے ــ پھر جب وقت معین پر خداوند مسیح کا ظہور قالب انسانی میں ہوا اور اُس روح الہی قدوس نے کالبد خاکی اور خانۂ تن کو مشرف

فرمایا اور ہنوز فوق السما حي القيوم موجود و برقرار هي اور بروز حشر پهر اِس جہان میں بکمالِ عظمت و جلال ملائکہ مقربین و جماعت مقدسین همرکاب لیئے تشریف فرما هوگا اور هر شخص مومن کا دل عقیدت منزل بشرفِ ایمانِ مسیحي بیت اللہ و خانۂ خدا بنا هي لهذا اب حاجت خانہ سنگي کي نهیں ــ چنانچہ اِسیواسطے خداے تعالی نے بعد عروجِ خداوند مسیح کے اُس هیکل و معبد کو یعني بیت المقدس کو برباد کر دیا اور اینٹ پر اینٹ نرهي چنانچہ اِسکا بیان واضح انجیل میں مذکور هي +

مگر اب شرائع محمدي میں پهر ایک مکان کو خانۂ خدا ٹهرایا هي اور نہ صرف یہہ کہ اُسمیں مسلمان جا کر عبادت کریں بلکہ اُن پتهروں کي طرف شرق و غرب و جنوب و شمال سے سجدہ کریں ــ پہلے محمد صاحب مکہ میں تهے کعبہ کي طرف سجدہ ہوتا تها جب مدینہ پهونچے بیضاوي لکهتا هي کہ یهودیوں کي تالیف قلوب کیواسطے بیت المقدس کي طرف سجدہ کرنیکا حکم هوا اُسکے بعد وہ حکم بهي منسوخ هوا اور پهر کعبہ کو سجدہ کرنیکا حکم جاري هوا جو شہر مکہ میں بت پرستانِ عرب کا مندر تها ــ جسکو محمد صاحب نے اپنے وقت کے بت پرستوں کے ساتهہ ملکر از سرِ نو بنایا تها اور جس میں بڑے بڑے نامي بت اور مورتیں رکهي تهیں جسکي پوجا تیري قریش اور دوسرے بت پرست کرتے اور سال بسال اُسکي جاترا هوتي اور جوق جوق عرب کا میلہ وہاں هوتا تها ــ اُسي بتخانہ کے پوجاري اور پروهت محمد صاحب کے

آباو اجداد تھے۔ سو مسلمانوں کو بھی حکم ہوا کہ ان بت پرستوں کی تمام رسوم اور دستوروں کی تعمیل کریں جیسے پرکیا دینا۔ دوڑنا۔ کنکڑی پھینکنا۔ پہاڑ پر چڑھنا سے پھیرا کرنا۔ ایک کالے پتھر کو چومنا اور سر اُسپر رکھنا اور دور سے اُسکی طرف جھکنا۔ ایک کوئے یعنی زمزم کا پانی تبرکاً پینا وغیرہ۔ ہاں کچھہ ادنی سا فرق اُن رسوم میں کر دیا وگرنہ بدستور وہی رسمیں قائم رکھیں۔ اور یا یہہ کہ آخر کو جسکے تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد صاحب نے انتقال کیا ہے مسلمانوں کا تسلط مکہ میں ہوا اُسوقت وہ بت جو اُسمیں رکھے تھے نکالے گئے مگر سجدہ اُس طرف متواتر رہا✣

پس بھائیو خیال کرو کہ ان سب باتوں کا کیا مدعا ہے۔ توریت اور انجیل کے ملانے سے دریافت ہوتا ہے کہ پہلے خداے تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تعلیم دینے اور پاک دین سکھانے کو بیت المقدس بنوایا کہ اُنکا قربانگاہ اور عبادتخانہ ہووے اور اپنی عظمت و جلال کا ظہور وہاں متواتر دکھایا اور جب لوگ اِس طور تعلیم یاب ہوئے اور خداشناسی اور عبادت حقیقی تعلیم پانے کے لائق ہوئے تب اُنکو جسمانی اور ظاہری عبادت سے چھوڑا کر تکمیل باطن اور عبادت روحانی کی تلقین فرمائی۔ بھلا پھر اگر تسلیم کیا جاوے کہ شریعت محمدیہ بھی حق ہے تو کیا خداے تعالیٰ روحانیوں کو جسمانی اور باطن پرستوں کو ظاہر پرست بناتا ہے

اور کامل تعلیم سے ناقص تلقین کرتا ہے فتامل ٭ شاید کوئی اُن ضعیف اور احاد بلکہ منکر حدیثوں کو صحیح جانے کہ گویا کعبہ کی بنیاد تو فرشتوں نے اور حضرت آدم نے کی ہے جنکا مسلمانوں میں سے بھی معتمد اور مشہور قدیم علما نے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہہ حدیثیں نامعتبر ہیں۔ یا کوئی قرآن و حدیث کی اس بات کو پیش کرے کہ گویا کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اُسوقت سے عبادتخانہ ہے اور بیت اللہ حالانکہ کتاب مقدس سے اِسکا ثبوت نہیں بلکہ خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کبھی اسمٰعیل کے پاس عرب کو نہیں گئے بلکہ اُسوقت برابر ملک کنعان میں ہی رہے ٭

لیکن ان باتوں سے قطع نظر کرکے اور اِس امر خارج از بحث کو یہ وقت تو موقوف کرکے عرض کیا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ملائکہ و حضرت آدم و ابراہیم ہی نے اِس گھر کو بنایا تھا اور تمام جہان کا مسجود تھا اور مقام حج و زیارت تو بھی قابل سمجھنا ہے کہ حسب ادعاے قرآن و حدیث کے پہلے خداے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے بعد تک تو خانہ کعبہ کو مسجود خلائق و بیت اللہ قرار دیا پھر اُسکو چھوڑ بنی اسرائیل کا معبد بیت المقدس ٹھہرایا اور اُسیکو بیت اللہ بتلایا پھر انجیل سے اُسکی پابندی موقوف ہوئی بلکہ عبادت روحانی اور باطنی کا حکم ہوا اُسکے بعد پھر کعبہ معبد و قبلہ مقرر ہوا اور جسمانی و ظاہری عبادت کا بجا لانا

سب پر فرض ہوا بعدہ وہ بھی منسوخ ہوا اور بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنیکا حکم ملا پھر یہہ حکم بھی منسوخ ہوا اور پھر کعبہ قبلہ قرار دیا گیا اور جو رسمین وہان کے بُت پرست لوگ کیا کرتے تھے وہی قرار پائیں۔ پس زیادہ گفتگو کی حاجت نہین ھی آپ ہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف فرمائیں کہ ایسے احکام خدای علیم و حکیم و غیر متغیر و قادر مطلق کی ہو سکتی ہیں؟

اِسیطور زمانہ سابق بنی اسرائیل کو ختنہ کرنے کا حکم ہوا تھا وہ نمونہ اور نشان اِس امر کا تھا کہ انسان ہوا و ہوس و خواہشہاے نفسانی کو دل سے قطع کرے جیسا کہ اب بتعلیم انجیل و ایمان مسیحی کے حقیقی اور روحانی اسرائیلی یعنے سچے مسیحی کی علامت اور نشان یہی ھی کہ بفیض ہدایت روح القدس دلی مختون ہوتا ھی لہذا حاجت ختنہ ظاہری باقی نہیں رہی جیسا کہ انجیل میں جابجا اِس بات کو مشرح بیان کیا ھی؟

مگر اب شریعت محمدیہ میں پھر ظاہری ختنہ کرنے کا سب کو حکم دیا ھی جسکی تعمیل ضرور ھی۔ مگر ایسا حکم ہرگز من جانب اللہ نہیں ہو سکتا ھی جیسا کہ احکام بالا میں گذرا؟

اِسی طور بنی اسرائیل کے واسطے توریت مین کئی جانوروں کے کھانے کو اجازت دی گئی تھی اور بعضوں کو منع کیا تھا۔ پس انکی حلت و حرمت اسباعث

سے نہیں کہ گویا انکا کھانا یا انکا نہ کھانا بذاتہٖ نیک اور بدھی جیسا کہ سابق ازیں اوائل نیاز نامہ ہذا میں مذکور ہوا۔ بلکہ محض ان وجوہات سے کہ اُن نادانوں کو تعلیم دیجاوے اور بجاآوری احکام الہی کے خوگر ہوں اور یہہ بھی کہ وہ قوم اس قسم کی ظاہری رسوم کے پابند ہوکر دوسری بت پرست قوموں سے ممتاز ہوں اور علاوہ اسکے خدائے تعالیٰ نے اُن نادانوں کو جملہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ایسے حلال بتلائے جو اُس قوم کے واسطے صحت بخش و عافیت دہ تھے اور جو جو چیز اُنکے جسم یا جان یا مال کے واسطے مضرت رسان اور تکلیف دہ تھیں اُنکی ممانعت فرمائی +

پس جب لوگوں نے تعلیم پائی اور علم الہی میں استعداد بہم پونہچائی اور تعامل تحصیل باطنی و روحانی پاکی اور نیکی کے ہوئے اور حاجت تخصیص کسی قوم کی نرہی بلکہ عموماً ہر فرقہ و ملت کے واسطے دین الہی مقرر ہوا اور تمام عالم کو اُسکی بشارت دی گئی اور اسکے سوا دنیاوی کاروبار میں بھی ہوشیاری و دانشمندی حاصل ہوئی تو ضرورت پابندی اُن احکام کی نرہی اور اُنکی حلت و حرمت کی قید باقی نرہی +

البتہ جس شے کا کھانا یا پینا یا استعمال کرنا موجب نقصان یا مضرت یا تلف روح یا جان یا جسم یا مال کا ہو وہ اب بھی حرام ہے +

مگر شریعت محمدیہ بہت بہت سے ماکولات و مشروبات و ملبوسات کے کھانے پینے یا استعمال میں لانے کو موجب حسنات و ثواب یا حلال و حرام قرار دیتے

ہیں جو اس حساب میں نہ اُس شمار میں ٭ الغرض توریت کی شریعت ظاہری
جو یہودیوں کے ظاہری اعمال یعنی طریق عبادت یا رسم و آداب سے متعلق تھی
وہ انجیل سے علی وجہ التکمیل پوری ہو چکی اور تمام ظاہری باتیں باطنی اور روحانی
امروں سے بدل گئیں نہ اس طور پر کہ گویا وہ بیکار و بیصرف تھیں بلکہ بخوبی عیاں
ہوتا ہے کہ وہ سب اُسوقت اور اُن لوگوں کے واسطے مفید اور مناسب اور ضروری تھی
تھیں پھر جب وہ وقت پورا ہوا اور وہ حالت اُنکی نہ رہی اور اُن سب باتوں کے
ظہور کا زمانہ پہنچا جنکے نمونے اور نشان اور کنائے اور اشارے اور تمہید اور
مبادی تھے تب اصلی اور حقیقی اور مدعا اور مطلب اور معنی کی تعمیل فرض و واجب ہوئی
مگر قرآن و حدیث میں اسکے بالعکس و خلاف پھر ظاہری اور رسمی دستورات
قائم اور جاری کیئے ہیں جنکا ناسخ تصور کرنا ہرگز ممکن نہیں ہے ٭
توریت کے دوسرے ظاہری احکام وہ تھے جو یہودیوں کے انتظام سلطنت
اور قوانین حکومت و ریاست سے متعلق تھے لیکن بوقت ظہور خداوند مسیح و تعلیم
انجیل اُنکی سلطنت جاتی رہی اور یہودی پراگندہ و منتشر ہو گئے۔ اب اُن قوانین
کی پابندی جو محض اُن لوگوں اور اُس ملک سے مخصوص تھی دوسری قوموں اور
ملکوں کو ضرور نہیں ٭
القصہ توریت میں جو شریعت مسطور ہے خواہ شریعت ظاہری یا باطنی دونوں

کی دونوں انجیل مقدس سے کامل اور پوری ہوئیں اس طور پر کہ جو امر توریت میں
مجمل و مختصر تھے انجیل میں انکی تفصیل و تشریح فرمائی یا جن باتوں کو اور اپنی پوری
مرضی کو تو پچھلے زمانہ میں جب انسان غایت جہالت اور ابتر حالت میں تھا ظاہر
نہ کیا تھا انجیل میں کامل اور پوری مرضی اپنی ظاہر کی یا جو رسوم عبادت وغیرہ
زمانہ سابق میں بنظر نادانی و کم فہمی و کم عقلی اُسوقت کے لوگوں کے بطور نمونہ
و مثال و نشان و علامت بتلائیں اور مقرر کی تھیں اُنکو بجنسہ ہو بہو آخر زمانہ میں
ظاہر کیا۔ اور اُن معمول اور مستتر باتوں کا مدعا اور مطلب اور مقصد انجیل میں ظاہر
کیا۔ اور ظاہر کو باطن کر دکھایا اور جسمانی کو روحانی سے جو مطلوب و مقصود
تھا بدل گیا۔ اور اِس طور تمام مرضی الٰہی انسان پر بتدریج و ترتیب ظاہر و منکشف
ہو گئی اور تمام شریعت و احکام خدا علی وجہ الکمال بیان و عیاں ہوئے :۔
مگر شریعت محمدیہ جسکو مسلمان ناسخ شرائع و احکام کتاب مقدس بتلاتے
ہیں ہرگز ہرگز ناسخ اُسکی نہیں ہو سکتی ہے نہ احکام کلّی ہیں نہ جزئی ہیں کہ اگر اُسکو منجانب اللہ
تصور کریں بلا ریب کامل کو ناقص اور حق کو باطل اور باطن کو ظاہر کے ساتھ بدلنا
اور احکام و مرضی الٰہی کی تردید و بطلان ہوتا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کے احکام
کسی طور ممکن نہیں ہے کہ ناسخِ شریعتِ کتاب مقدس کے ہوں :۔
اور یہہ بھی واضح ہوا کہ وہ مباینت اور نقیض جو قرآن و حدیث کے اخبار

وخصوص اصول ایمانیہ وارکان دین واحکام کو کتاب مقدس کے مطالب و
مقاصد و شرائع کے ساتھہ ہیں وہ دعوی نسخ سے رفع نہیں ہو سکتی ہیں
بلکہ صاف واضح ہوتا ہی کہ اگر کتاب مقدس کی تعلیمات و ہدایات من جانب اللہ
ہیں تو قرآن و حدیث اُسکی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں +

عرض مکرر

علاوہ اُن سب باتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں جنسے یقین کلی ہوتا ہی
کہ قرآن و حدیث محمدی ہرگز کتاب مقدس کے ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں
نہ تمام کتاب کے نہ انجیل کے نہ اُسکی تمام شرائع کے نہ کسی جزئی حکم کے ــ
دوسری دلیل جس سے یقین کامل ہوتا ہی کہ انجیل شریف کبھی منسوخ نہوگی
بلکہ اُسکی تمام تعلیمات ہمیشہ قائم و برقرار و جاری و ساری رہینگی یہہ ہی کہ توریت
و انجیل میں ارشاد ہوا ہی اور آیات بینات میں فرمایا ہی کہ عہد جدید کے احکام
و تعلیمات تا قیام زمین و آسمان جاری رہینگے اور ہرگز منسوخ نہونگے +
چنانچہ اوپر جو چند آیات صحیفہ یرمیاہ کی مذکور ہوئیں جن میں خدا تعالی
نے خبر دی کہ میں یہوداسے نیا عہد باندھونگا اور وہ عہد مثل عہد عتیق کے
ظاہری عبادات کا نہوگا بلکہ باطنی اور روحانی عبادات کا ہوگا جسکی بابت
انجیل میں فرمایا کہ وہ عہد یہی ہی جو معرفت خداوند مسیح کے مقرر ہوا۔ اُسکی نسبت

اُسی صحیفہ یرمیا میں یہہ بھی ارشاد ہوا (باب ۳۲ آیت ۴۰) کہ میں اُنکے ساتھہ عہد ابدی باندھونگا جو میں اُن سے نہ اُٹھاؤنگا +

پھر انجیل میں ارشاد ہوا۔ متی باب ۲۴ آیت ۳۵ (آسمان اور زمین ٹل جاینگے پر میری باتیں نہ ٹلینگی) اور اِسیطور مرقس باب ۱۳ آیت ۳۱ اور لوقا باب ۲۱ آیت ۳۳ میں مرقوم ھے +

پس اِسمیں خداوند نے صاف صاف فرمایا کہ آسمان اور زمین ٹل جاوینگے پر میری باتیں یعنی خداوند کا کلام جو انجیل سے مراد ھے نہ ٹلیگا یعنی زایل یا باطل یا منسوخ نہوگا۔ اور اِس آیت میں لفظ عام لکھا ھے کہ میری باتیں اُس سے مراد تمام ارشاد خداوند ممدوح ہیں نہ کوئی خاص بات کہ یہہ یا وہ +

پھر یوحنا کی انجیل کے باب ۵ آیت ۲۲ سے ۲۴ میں مرقوم ھے (باپ کسیکی عدالت نہیں کرتا بلکہ اُسنے تمام عدالت بیٹے کو سونپ دی ھے ۲۳ تاکہ سب بیٹے کی عزت کریں جیسے باپ کی کرتے ہیں جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا ھے باپ کی جسنے اُسے بھیجا ھے عزت نہیں کرتا ھے ۲۴ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ میرا کلام سُنتا اور اُسپر جسنے مجھے بھیجا ھے ایمان لاتا ھے حیات ابدی اُسکی ھے اور وہ عدالت میں نہیں آتا ھے بلکہ موت سے گذر کر زندگی میں پہنچا ھے پس ان آیات میں یہی ارشاد ہوا کہ بروز قیامت بیٹا یعنی مسیح عدالت کریگا اور یہہ کہ اُسکی عزت و اطاعت و فرمانبرداری

اور بندگی کریں اور یہہ کہ جو اُسکے کلام یعنی انجیل کو سُنتا اور مانتا ہی صرف وہی نجات حاصل کریگا پس اس سے صاف ظاہر ہی کہ انجیل کبھی منسوخ نہوگی +

پھر نامہ گلاتیاں کے باب اکی آیت ۸ میں ہی (اگر ہم بھی یا آسمان سے کوئی فرشتہ کوئی خوشخبری تمھیں سُناوے سوا اِسکے جو ہمنے سُنائی وہ ملعون ہووے) پس اسمیں حواری صاف کہتا ہی کہ اُس خوشخبری کے سوا کوئی دوسری کتاب یا تعلیم سُناوے وہ ملعون ہووے +

اسیطور اور بھی کئی آیات بیّنات ہیں جنسے صاف ظاہر ہی کہ انجیل کبھی منسوخ نہوگی +

پس مسلمانوں کا یہہ دعوی کہ قرآن سے انجیل منسوخ ہوگئی یا اُسکے احکام منسوخ ہیں بالکل باطل ہی — اور نہ اس تاویل سے کہ گویا توارات و انجیل قرآن سے اور اُنکے شرائع و احکامات شریعتِ محمدیہ سے منسوخ ہوگئے ہرگز وہ مخالفت و مباینت رفع ہوسکتی ہی جو مضامین قرآن و حدیث کو مطالبُ مقاصدِ کتاب موصوف کے ساتھہ بکثرت و شدت ہی +

خاتمہ

اب اي دوستو عزیزو اور بزرگو خلاصہ التماس خیرخواہ کا آپکی خدمتوں میں یہہ ہی کہ آپ ان سب امروں کو بخوبی غوص و فکر کے ساتھہ بلا تعصب و طرفداری

اصدے وبلالوث ونفسانیت وبلاشائبہ انانیت ملاحظہ فرمائیں کہ یہہ دونوں
دعوے یعنی تحریف وتنسیخ کتاب مقدس جکے بالکل بے بنیاد وبلا دلیل ہیں
بلکہ بخوبی تمام واضح وآشکار ھی کہ کتاب مقدس بجنسہ وبعینہ جملہ تعلیمات وہدایات
واحکامات واخبارات میں اب اور ہمیشہ سے یکساں اصلی ھی اور یہہ بھی کہ وہ
ہرگز منسوخ اور رد اور باطل نہیں ہو سکتی ھی ✠

پس اِس حالت میں کہ قرآن واحادیث اس کتاب کو سچا اور کلام اللہ بتلاتے
اور جامع جمیع فضائل وکمالات کا ظاہر کرتے ہیں اور خود ہی اُسکے مخالف کہتے اور اُسکی
ہدایات وتعلیمات واخبار کے مباین ومعارض اور مناقض سکھاتے ہیں اور بطور ظاہر
جسکی تصدیق کرتے بباطن اسی کی تکذیب کرتے ہیں تو اِس صورت میں قطعًا ویقینًا
یہہ بات صاف معلوم ہوتی ھی کہ قرآن وحدیث محمدی تو بلاریب خدا کی طرف سے نہیں ہیں
۔ بلاشک نہ قرآن خدائے عالم الغیب وغیر متغیر وصادق کا کلام ھی اور نہ حدیث اُسکے
الہام سے ھی ۔ (فاتقوا یا اولی الالباب) ✠

بھائیو اِس باب میں تغافل نفرماؤ بلکہ بخوبی غور کرو اور فکر آخرت سب سے مقدم جانو اپنے
دلوں میں سوچو کہ جس حالتمیں قرآن وحدیث کی یہہ کیفیت ھی کہ وہ منجانب اللہ نہیں ۔
یقینًا دریافت ہوتا ھی کہ نہ وہ کلام اللہ ھی اور نہ یہہ بالہام خدا ھی تو پھر اُسکی تقلید کا کیا
نتیجہ اور اُسکی پیروی سے کیا حاصل ✠

اے عزیزو خوب غور کرو اور سوچو کہ جب قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں جیسا کہ جا بجا برائے مزید احتیاط آپ پر ظاہر کیا گیا ہے تو دین اسلام کیونکر حق ہو سکتا ہے اور محمد صاحب کیونکر رسول اللہ ہو سکتے ہیں +

پس بروز عدالت و یوم حساب خدائے تعالیٰ جسنے پیدا کیا ہے اور ہر طرح پرورش کرتا اور رزق دیتا ہے جب آپسے حساب لیگا اور ہر ایک بدی اور نافرمانی کا جو تمام اس عمر میں ہوئی ہیں شمار ہوگا تو اُس دن خوب جان رکھو کہ نہ قرآن کی فصاحت آپکے کام آویگی اور نہ محمد صاحب کی شجاعت نہ اُنکو جرأت شفاعت کی ہوگی نہ اُسوقت کا پشیمان ہونا مفید ہوگا بلکہ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا +

لہذا نہایت ضرور ہے کہ آج ہی اُسکی فکر کر لو اور دیکھو کہ خدائے تعالیٰ کا برحق کلام کونسا ہے جو خلق اللہ کی ہدایت کیواسطے ارحم الراحمین نے مرحمت فرمایا ہے جس میں طریق نجات اور راہ ابدی حیات کی بتلائی ہے تاکہ اُس ہولناک روز غضب و قہر الٰہی سے رہائی پاؤ اور اُس خوشحالی و فارغ البالی لازوال و خرسندی و ارجمندی دائمی کو حاصل کرو جسکا وعدہ یقینی اُسنے اپنے سچے طالبوں سے فرمایا ہے + خداوند کریم و رحیم اپنے لا انتہا فضل عمیم سے میرے تمام دوستوں آشناؤں عزیزوں اور بزرگوں کو ایسی ہی توفیق دیوے کہ بیردل سے سچی توبہ کریں اور اُسکے حقیقی کلام کے ذریعہ اس نجات و مغفرت تک جو اُسنے تمام بنی آدم کیواسطے مقرر کی ہے پہنچیں اور اُسکی بے انتہا شفقت و کرمت میں شامل ہوں آمین یا رب العالمین +

تمّت

تذییل اغلاط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۱۵	مخالفت	مخالف	۹۲	۵	غلطی	غلط
۱۰	۸	کہہ	کہنہ	//	۸	چاہئے	چاہیے
۱۲	۱۲	بڑی	کتنی بڑی	۹۶	۵	ہی	ہی کی
۱۳	۱۶	آب	اب	۱۰۴	۶	اِسیلاح	اِصطلاح
۱۵	۱۴	ہیں ہوں	ہی ہو	۱۰۸	۱۱	کے	بھی
۳۴	۳	نفسی	حسی	//	۱۰	کسی	کس
۴۵	۱۰	نفسی	حسی	۱۱۰	۱	غلطی	غلط
۴۷	۱۱	سور	روز	۱۱۱	۱۳	خلاف	حذف
۵۴	۵	اقسام	اقسام کے	۱۱۲	۳	اُسکو بھی	اُسکو بھی
//	۸	کے	کے سبب	۱۱۳	۸	یا اغلاق	یا اخلاقی
۵۵	۵	تمائل	تماثُل	۱۱۴	۱۳	بعض	محض
۶۸	۷	تیرو	پیترو	۱۱۶	۳	لَمّا	لِمّا
۸۸	۸	میں	میں کر	//	۷	لَمّا	لِمّا
۹۰	۱	کونسی	کون کونسی	//	۹	(کتاب اللہ)	(کتاب اللہ) یعنی خدا کی کتاب (کلام اللہ)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١١٧	١٠	قبل	تقبل	١٣٠	٦	حستلوا	حسیلو
"	١٦	نور	نور	"	٧	یحمل	یحمل
١١٨	١	للتقین	للمتقین	"	٨	القوم	القوم
"	١٦	اذا الاغلال	اذ الاغلال	١٣١	١٢	لیبنہ	لیبینن
١١٩	١	یسجہون	یسجرون	"	"	ظہورہم	ظہورہم
"	٧	یسکون	یمسکون	"	١٣	واشتروا	واشت
١٢١	٥	جزاء	جزاء	١٣٥	٦	فیما	فب
١٢٢	٣	ہدی	ہدی	"	١٠	للکذب	للکذب
"	١٢	کلفنا	کلفنا	١٣٧	٣	تجمیم	تجم
"	١٣	انزل	انزل	١٤١	٦	میثارہم	میثاقہم
١٢٣	٦	تقیموا	تقیموا	١٤٣	١٣	مریۃ	مریۃ
"	١٠	تقیموا	تصوموا	١٤٦	١	تذکرۃ	تذکرۃ
١٢٥	٥	کلام	کلام	"	١٦	دقع	دقع
١٣٠	٦	مثل	مثل	١٤٧	١	حابجۃ	خابجت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۷	۳	بمزاجعیتہ	بمراجعیت	۱۷۰	۶	متجانب اللہ اور	متجانب اللہ ہونے اور اسکی
〃	۱۵	پڑہ کر	بڑھکر	۱۷۱	۱۱	جواب	جواَب
۱۴۸	۱	اِسمیں کی	اِسمیں	۱۷۵	۱۶	نکتی	نکبی
〃	۷	قوّمُ	قومِ	۱۸۱	۹	رہیں	رہی
۱۵۴	۱۶	الشّبتی	الثّبتی	۱۹۰	۱۴	کی نہایت	کی جو نہایت
۱۵۵	۴	رحیل	رجُبل	۱۹۵	۱۱	مالیت	تالیف
〃	〃	الی	آلیٰ	۱۹۶	۳	ہجری	ہجری سے سینوں میں کون کون سی کتابیں
〃	〃	فسلت	فسکت				
۱۵۶	۱	بالوجہ	بوجہ	۲۰۱	۵	مطابقت	مطابق
〃	۱۳	ہوں	ہو	۲۰۴	۱	ہوتا ہی	ہوتا ہی کہ کتاب موصوف
۱۶۲	۱	کہ ان	کہ نہ ان	۲۰۵	۳	نفسانی	نفسانیت
۱۶۳	۹	نشد الانشاد	نشید الانشاد	۲۱۲	۶	وقت	وقت کی
۱۶۴	۱۱	ہی	نہیں	۲۱۶	۲	نہوتے	ہوتے
۱۶۵	۵	جابجا	اور جابجا	۲۱۷	۵	دوسرے	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح				
۲۱۷	۱۲	گواہ	کووہ				
۲۲۴	۳	رہتے ہیں	رہے ہیں				
۲۵۶	۴	الکِتَب	الکِتٰب				
〃	۵	الکِتَاب لکِتّا	الکتاب لکنا				
۲۷۱	۱	منسوخی	منسوخ				
۲۷۷	۳	ہوئی	ہوتے				
۲۸۰	۱۶	اعمال کو	بداعمال کو				
۲۸۳	۱۰	بتلاتے ہیں	بتلایا ہے				
۲۸۸	۵	روجانی	روحانی				
۲۹۴	۲	کھنکنا	پھینکتا				
۲۹۷	۲	اور	اور وہ				
۲۹۹	۹	بدل گیا	بہل گیا				
۳۰۱	۱۳	وہ	وہ جو				
۳۰۲	۱۲	ہوسکتی تھی	نہیں ہوسکتی تھی				